Scanned with CamScanner

احوال و آثار مع رسائل و مکاتیب

شیخ فخرالدین عراقی سہروردیؒ

(۶۱۰ھ - ۶۸۸ھ)

محترم [illegible]
کے ذوق مطالعہ کی نذر
اویس سہروردی
[illegible]

تحقیق و تصحیح و ترجمہ

ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

مقدمہ، تدوین و اہتمام

اویس سہروردی

سُہروردیہ فاؤنڈیشن

بہ تعاون: اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور

احوال وآثار مع رسائل ومکاتیب شیخ فخر الدین عراقی سہروردی
/تحقیق وتصحیح وترجمہ، ڈاکٹر محمد اختر چیمہ
لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز، جون ۲۰۱۷ء، ۲۰۸ صفحات
۱-سوانح
۲-تصوف- سہروردیہ
۳-رسائل
۴-مکاتیب
۵-عراق-برصغیر- ملتان
ISBN:

AHWAL O AASAR MA RSYEL O MAKATEEB
SHAIKH FUKHAR UD DIN IRAQI SUHRAWARDI
/THQEEQ O TSHEE O MAKHDUMA : DR. AKHTAR CHAMIA
MUQADDIMA, TADWEEN O AHTMAM : AWAIS SUHARAWARDI
ORIENTAL PUBLICATIONS, JULY.2016, PP.208
ISBN:

سرورق: اویس سہروردی
طبع اول: جولائی ۲۰۱۷ء/ ۱۴۳۸ھ
ناشر: اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور
طابع: حاجی حنیف اینڈ سنز، لاہور
قیمت: ۴۵۰ روپے
دست یابی کا پتا:
اورینٹل پبلی کیشنز، ۳۵ رائل پارک، لاہور
فون: 042-36363 009 صوتی رابطہ: +92-333-4262450
برقی پتا: awais.oriental@gmail.com

فہرست

تقریظ

یہ کتاب جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ صاحب کی محققانہ کاوش ہے. ڈاکٹر محمد اختر چیمہ صاحب فارسی زبان و ادب کے بہت بڑے عالم و دانشور و محقق ہیں. ان کی بہت سی تالیفات فارسی زبان و ادب سے متعلق ہیں. یہ کتاب حضرت شیخ فخر الدین عراقی سہروردیؒ کے احوال و آثار کے علاوہ دو رسالوں *رسالہ لطیفہ فی الذوقیات* ، *رسالہ فی الحمدلہ و معناھا فی التصوف* اور چھ مکاتیب پر مشتمل ہے.

صوفیانہ ادبیات میں چار قسم کی کتابیں ہوتی ہیں:

۱-عام صوفیانہ مسائل سے متعلق کتب جیسے *کشف المحجوب* شیخ علی ہجویریؒ. ۲-مکتوبات پر مشتمل جیسے *مکتوبات امام ربانی*. ۳- ملفوظات پر مشتمل کتب جیسے *اسرار التوحید فی مقامات الشیخ ابی سعید* جو محمد بن منور کی تالیف ہے یہ کتاب ابوسعید ابی الخیر کے ملفوظات پر مبنی ہے. ۴- صوفیہ کے احوال و آثار پر مشتمل کتب جیسے *تذکرۃ الاولیاء عطار*. ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں پہلے دو رسائل صوفیانہ مسائل پر مشتمل ہیں اور چھ خط صوفیانہ مکتوب ہیں.

یہ رسالے اور خطوط ایک صوفی صادق نے لکھے ہیں اس لیے زیادہ تر تصوف کے دقیق مسائل پر مشتمل ہیں اور تصوف ذہن سے زیادہ ذوق سے متعلق ہے اور یہ وہ ذوق ہے جو روحانیت پر مبنی ہے. تصوف کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تصوف حال ہے قال نہیں، عمل ہے علم نہیں، اگر علم ہے بھی تو علم سینہ ہے علم سفینہ نہیں یعنی کتابوں کے بجائے قلبی واردات سے متعلق ہے، روحانی کیفیات پر مبنی ہے اور روحانی کیفیات کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا. چونکہ مطالب دقیق ہیں اس لیے عوام کے بجائے یہ کتاب خواص کے لیے یعنی ان حضرات کے لیے جو فارسی ادبیات اور خاص طور پر فارسی کے صوفیانہ ادب سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں خاصے کی چیز ہے.

پروفیسر ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

بارگاہِ عراقی میں

از: ڈاکٹر معین نظامی

حضرت شیخ فخر الدین عراقی سہروردی (متوفی ۶۸۸ھ/۱۲۸۸ء) کی پرکشش شخصیت اور ان کے روح پرور اشعار و افکار جنوبی ایشیا کے عرفانی، ادبی اور ثقافتی حلقوں میں صدیوں سے یک ساں مرغوب و مقبول چلے آتے ہیں۔ وہ ایران- برصغیر کی مشترکہ علمی و تہذیبی میراث کے ایک اہم سنگِ میل ہیں۔ علم و عرفان اور سرمستی و قلندری کا جتنا متوازن امتزاج ہمیں ان کی دل پذیر شخصیت میں دکھائی دیتا ہے، ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ برصغیر میں ان کی تشریف آوری، ملتان کے عظیم سہروردی روحانی مرکز میں ان کا طویل قیام، حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا بہ راہِ راست استفادہ ءِ معنوی و حصولِ خلافت، حضرت شیخ کا ان کی طرف التفاتِ خاص، حضرت شیخ سے ان کی نسبتِ دامادی، شیخ صدرالدین عارف، مولانا جلال الدین رومی اور شیخ صدرالدین قونیوی جیسے اکابر سے ان کی قربت، برصغیر میں فکرِ ابن عربی کی بالواسطہ نشر و اشاعت اور شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کے جوار میں ان کی تدفین... ان کے فضائل و کمالات کے محض چند گوشے ہیں۔

حضرت عراقی نے جمالِ ازلی کے حضور میں اپنی عاشقانہ دل باختگی اور پرجوش خود سپردگی کا بہترین اظہار اپنی شاعری، خصوصاً شور انگیز اور جذب خیز غزلیات میں کیا ہے۔ مشرقی سرزمینوں کے لطیف ترین دل اور عالی ترین دماغ ہمیشہ ان کی شاعری سے متاثر ہوتے رہے۔ متعدد شاعروں نے ان کی معروف زمینوں میں طبع آزمائی کی، ان کی مرغوب لفظیات و اسالیب سے فیض پایا اور ان کے ذوق و شوق کو آگے منتقل کرنے کا باعث ہوئے۔ ان کی بعض غزلیں صدیوں اہلِ دل و نظر کی محافلِ سماع کو گرماتی رہیں اور انھیں اپنی ہی مشتاق روحوں کی مناجات محسوس ہوتی رہیں۔

شیخ فخر الدین عراقی نے فارسی نثر میں اپنی باطنی کیفیات، وجدانی تجرباتِ اور ماورائے حواس مکشوفات کی نور و نکہت سے معمور دستاویز بھی قلم بند کی ہے جس کا نام لمعات ہے۔ تمام سلاسلِ

طریقت نے اس مختصر مگر معرکہ آرا عرفانی متن کو حرزِ جاں بنایا ہوا ہے۔ لمعات کی بہت سی شرحیں بھی لکھی گئیں اور بعض شرحیں جہانِ علم و عرفان کے اکابر نے بھی لکھیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جو کیف و سرور اور سوز و تاثیر عباراتِ عراقی کے لفظ لفظ میں موج زن ہے، وہ ان تعلیمی و تفہیمی شروح میں سے کسی کے حصے میں بھی نہیں آ سکا۔ بعض جلیل القدر علما اور مشائخ نے اپنے خاص شاگردوں اور نمایاں خلفا کے لیے لمعات کو نصابِ تربیت کا جزو بنایا اور اس کی باقاعدہ تدریس کا اہتمام بھی کیا۔ یہ عملِ خیر بھی کسی ایک سلسلۂ تصوف تک محدود نہیں رہا بلکہ سبھی سلاسل، عشق و معرفت کے اس آفاقی پیغام کے فروغ میں برابر شریک دکھائی دیتے ہیں۔ سہروردیہ مکتبِ تصوف کی کتاب عوارف المعارف، جو تصوف کا مستند اور جامع دستور العمل ہے اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ عظیم ہے، تمام سلاسلِ طریقت میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ کسی سہروردی مصنف کی دوسری ایسی کتاب بلاشبہ لمعاتِ عراقی ہے اور یہ معمولی اعزاز نہیں ہے۔

برصغیر کے مقامی شعرا کے فکر و فن پر حضرتِ عراقی کی شخصیت، شاعری اور عرفانی افکار کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ان کے مقلدینِ سخن کے تذکرے میں ایک اہم نام عموماً سپردِ فراموشی رہتا ہے۔ وہ شاعر جنھیں بجا طور پر عراقیِ برصغیر کہا جا سکتا ہے، نواب محمد سعید خان قریشی سہروردی ملتانی (۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء تا ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء) ہیں۔ ملتان کے فارسی گو شعرا میں سعید سے بڑا شاعر پیدا نہیں ہوا۔ ان سے متقدم ملتانی شعرائے فارسی کا بیشتر کلام محفوظ نہیں ہے۔ دست یاب ذخیرۂ شعر و سخن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ سعید نہ صرف ملتان کے عظیم ترین فارسی شاعر اور نثر نگار ہیں بلکہ شاہ جہانی اور عالم گیری دور کے شعرا میں بھی صفِ اول میں جگہ پانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ سعید کے فکر و فن پر جن چند اساتذۂ سخن کے سب سے زیادہ اثرات ملتے ہیں، ان میں عراقی بھی شامل ہیں۔ سعید نے خود کو پیروِ شیخ عراقی کہا ہے اور دیوانِ عراقی کو دیوانِ وحی ترجمانِ برگزیدۂ انفسی و آفاقی حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے عقیدت مندانہ اسلوب میں یاد کیا ہے۔

سعید نے کئی غزلوں، قصائد اور مثنویوں میں روشِ عراقی اختیار کی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ دونوں میں متعدد سوانحی، ذہنی اور ذوقی مماثلتیں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً دونوں سہروردی ہیں، دونوں کا ملتان اور مشائخ ملتان سے گہرا تعلق خاطر ہے، دونوں صوفی مشرب اور جمال دوست شاعر و ادیب ہیں، دونوں اپنے اپنے زمانے کے ادبی، ثقافتی اور روحانی حلقوں میں بہت مقبول رہے، عراقی حضرت

شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید و خلیفہ تھے تو سعید کو خانقاہِ سہروردیہ ملتان کے سجادہ نشین حضرت شیخ بہاء الدین ملتانی (وفات: ۱۸۔ جمادی الثانی ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء) سے دلی محبت وارادت تھی اور انھی کی تشویق وراہ نمائی کی بدولت سعید دنیائے شعر وعرفان میں وارد ہو کر شادکام وسرفراز ہوئے۔

برصغیر میں شیخ عراقی کی شخصی محبوبیت اور ان کی تصانیف کی علمی وعرفانی مقبولیت کا لازمی نتیجہ تھا کہ کہ اس سرزمین پر ان کا ذکرِ خیر قرن درقرن جاری رہتا اور ان کی تصانیف عہد بہ عہد شائع ہوتی رہتیں۔ اس خطّے میں تصنیف ہونے والے صوفیہ اور شعرا کے تذکرے شہادت دیتے ہیں کہ یہاں کے لوگوں نے انھیں ہمیشہ محبت وعقیدت سے یاد رکھا۔ یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ *دیوان عراقی* اور *لمعات* کی یہاں خاصی اشاعتیں ہوئیں اور مختلف مقامی ذخائرِ کتب میں ان کتابوں کے مخطوطات بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔

یہ بھی شیخ فخر الدین عراقی ہی کا اعجاز ہے کہ پاکستان میں فارسی زبان وادب کے مایہء ناز استاد اور اہم محقق جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ جیسی درویش منش ہستی تقریباً نصف صدی سے خود کو حضرت عراقی کے احوال وآثار پر مطالعات وتحقیقات کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں فنا فی العراقی ہیں اور ان کی یہ بے مثال حیثیت دنیا بھر میں مسلمہ ہے۔ اس موضوع پر ان کی وقیع تصانیف اور گراں قدر مقالات شائع ہو کر بین الاقوامی سطح پر خراجِ داد وتحسین حاصل کرتے رہے ہیں۔ پاکستان میں عراقی شناسی کے میدان میں بالاتفاق کوئی دوسرا محقق ان کے پائے کو نہیں پہنچتا۔ پروفیسر اختر چیمہ صاحب حقیقی علمی وتحقیقی لگن رکھنے والے ذمہ دار محقق ہیں۔ ان کی یہ لگن نام ونمود کی خواہش اور ہوسِ جاہ ومنصب کی آلائشوں سے یکسر پاک ہے۔ احوالِ عراقی میں جستجوئے پیہم اور آثارِ عراقی میں کامل یک سوئی اور مستقل مزاجی کے ساتھ گہرا انہماک ان کی علمی شناخت کا اہم ترین حوالہ ہے۔ زیرِ نظر کتاب *احوال وآثار مع رسائل ومکاتیبِ شیخ فخرالدین عراقی سہروردی* ان کی زندگی کا گویا ماحصل ہے۔ اس کتاب کے مندرجات کی صحت، مشمولات کے استناد اور اس میں مدِ نظر رکھے گئے اعلیٰ تحقیقی معیارات دیکھ کر فاضل مؤلف کی ریاضت کو بے ساختہ داد دینا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں برکت اور اضافہ عطا فرمائے۔

اس کتاب میں حضرت شیخ فخر الدین عراقی کے احوال وآثار پر سیر حاصل مباحث کے ساتھ ساتھ ان کے بعض اہم رسائل اور مکتوبات کا فارسی متن اور اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ اردو زبان میں

عراقی شناسی کی روایت میں یہ کاوش یادگار درجہ رکھتی ہے۔ امید واثق ہے کہ محققین، اساتذہ، طلبہ اور اہلِ ذوق قارئین اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

کتاب کے ناشر اور سہروردیہ فاؤنڈیشن، لاہور کے منتظم محترم سیّد اویس سہروردی بھی ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی علم دوستی، صوفی مزاجی اور جوہر شناسی کے اوصافِ جمیلہ نے اتنی عمدہ کتاب کی اشاعت کا اہتمام کر کے ہمارے لیے اس متاعِ گراں مایہ سے بہرہ یابی کے مواقع فراہم کیے۔ خدا کرے اُن کی یہ سعی مشکور ٹھہرے اور وہ آئندہ بھی اسی طرح ہماری تسکینِ طلب کا سامان مہیا فرماتے رہیں۔

والاشتیاق باقی

معین نظامی
نگرانی مرکزِ زبان و ادب
لمز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از : اویس سہروردی

شیخ فخر الدین عراقیؒ ساتویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر سہروردی بزرگ، صوفی شاعر اور نثر نگار ہیں. انہیں اپنے عہد میں شہرت اور قبولیت عامہ حاصل تھی. وہ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کے ممتاز پیشوا شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ (از ۵۶۵ھ/ ۷۰-۱۱۶۹ء تا سہ پہر پنج شنبہ ۷ صفر ۶۶۶ھ/ ۱۲۸ اکتوبر ۱۲۶۷ء) کے مرید، خلیفہ اور داماد ہیں. آپ مسلسل ۲۵ سال ملتان میں اپنے شیخ کے پاس رہے. شیخ الاسلام نے انہیں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا مگر ان کے وصال کے بعد وہ بہ وجوہ ملتان سے چلے گئے. حجاز مقدس کی زیارات کے بعد وہ ترکی اس دور کے روم چلے گئے. قونیہ اور روم میں شیخ اکبر ابن عربیؒ (۷ رمضان ۵۶۰ تا ربیع الاخر ۶۳۸ھ/ ۱۸ جولائی ۱۱۶۴ء-اکتوبر ۱۲۴۰ء) کے خلیفہ اور جانشین صدر الدین قونیویؒ (م: ۶۷۳ھ/ ۷۵-۱۲۷۴ء) اور بعض معاصر فضلا و عرفا سے شیخ اکبرؒ کی تصانیف پڑھیں. قونیہ میں مولانا جلال الدین رومیؒ (۶ ربیع الاول ۶۰۳ تا ۵ جمادی الاخر ۶۷۲ھ/ ۲۱-اکتوبر ۱۲۱۶ء تا ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء) کے ساتھ بھی آپ کے دوستانہ مراسم استوار رہے بلکہ ان کی نماز جنازہ میں بھی شرکت فرمائی.

شیخ فخر الدین عراقیؒ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے وحدت الوجودی افکار و نظریات کو عربی سے فارسی زبان میں منتقل فرما کر ایران، برصغیر پاک و ہند، روم، شام، مصر اور براعظم ایشیا کے بیشتر ممالک میں روشناس کروایا اور شہرت دلوائی. (۱)

نام و نسب

آپ کا اسم گرامی یوں ہے: ابراہیم بن بزرگ مہر بن عبدالغفار جوالیقی ہمدانی، لقب فخر الدین تخلص عراقی نسبت سہروردیؒ. جامع دیوانِ شیخ عراقی نے آپ کے القابات یوں تحریر کئے ہیں:

''مولانا و سیّدنا شیخ الشیوخ الطریقه، کاشف اسرار الحقیقه، مؤفق الخیرات، معدن المبرّات، ناصح العباد، صفوة الاوتاد، ملك المحققین، قدوة السالکین، فخر الملة والدین ابراهیم بن بزرجمهر المشتهر به عراقی...... از آلِ برهان و یگانۂ جهان بوده است.'' (۲)

تذکرہ دولت شاہ میں آپ کے والد کا نام شہریار مرقوم ہے.(۳) بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اس کی پیروی میں اسی غلطی کو دھرایا ہے(۴).سیر العارفین اور مرآۃ الاسرار میں آپ کو شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی '' کا خواہر زادہ بتایا ہے. (۵) جب کہ صاحب بزم صوفیہ کے مطابق آپ شیخ بہاءالدین ذکریا کے بھانجے تھے.(۶) اصل حقیقت یہی تھی کہ ان دونوں سہروردی بزرگوں کے ساتھ آپ کی کوئی خاندانی نسبت نہیں تھی.

آپ ہمدان کے جوالقی خاندان کے چشم و چراغ ہیں.آپ کے آبا واجداد اہل علم وفضل ہوئے ہیں.شیخ عراقی نے خود اپنے ایک قصیدے اور چند مکتوبات میں اپنے بھائی، والد اور عم بزرگوار کے علم و عرفان، درس وافادہ اور فضیلت کا بھرپور ذکر کیا ہے.

''آباء و اجدادِ او جدّاً فوق جدٍّ علما و افاضل بوده اند.''(۷)

مولد و مسکن

آپ کی تاریخ ولادت کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے.البتہ قرائن سے ۶۱۰ھ/۱۴-۱۲۱۳ء برآمد ہوتی ہے.جامع دیوانِ شیخ عراقی کی روایت ہے:

''مولدِ آن سوختۂ جمال و آن تشنۂ وصال، آن یگانۂ باسلامت و آن نشانۂ تیرِ ملامت از قریۂ کمجان از نواحیِ شهر همدان بوده است.''(۸)

آپ کی جائے ولادت ایران کے شہر ہمدان کے قریب کمجان [کَمیجان] نامی گاؤں ہے.شیخ عراقی نے اپنے دیوان میں دو جگہ کمجان کا ذکر کیا ہے:

جز عراقی که نیست امیدش تا ببیند وصالِ کمجان را (۹)

یا صبا بوی سرِ زلف نگاری آورد یا خود این بوی ز خاك خوشِ کمجان آید (۱۰)

تعلیم وتدریس

بہ قول صاحبِ مقدمۂ دیوان شیخ عراقی، عراقی کو پانچ سال کی عمر میں مکتب بھیجا گیا.(۱۱) نو مہینے میں آپ نے پورا قرآن کریم حفظ کرلیا. لطائفِ اشرفی اور نفحات الانس میں بھی مرقوم ہے کہ "در صغر سن حفظ ِقرآن کردہ بود "(۱۲) یعنی آپ نے چھوٹی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا. آپ نہایت ہی شیریں اور دلکش آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے. اکثر اوقات قراءت سننے کے لیے لوگ اُن کے گرد جمع ہو جاتے تھے.

اِس کے بعد شیخ عراقی علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے، سترہ برس تک تمام علوم و معارفِ اسلامی پر آپ کو دسترس حاصل تھی. آپ نے تفسیر، ادبیات عربی اور صرف و نحو کی تعلیم ہمدان میں حاصل کی اور سترہ سال کی عمر میں وہیں ہمدان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا.(۱۳)

۶۲۷ھ/ ۳۰-۱۲۲۹ء میں انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنی روحانی تسکین کے لیے بزرگوں کی صحبت اختیار کریں چنانچہ اس غرض سے وہ ہمدان کے قریب ایک مقام سجاس میں رکن الدین سجاسی سہروردیؒ (۱۴) کے ہاں پہنچے اور ان کی خانقاہ میں معتکف ہو گئے. کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد بابا کمال جندیؒ کبروی اور شمس الدین محمد بن علی بن ملک داد تبریزیؒ ملقب بہ شمس تبریزی کی خدمت میں شوال ۶۳۱ھ/ ۳۴-۱۲۳۳ء تک رہے. یہ تینوں بزرگ اپنے عہد کے مشہور عرفا میں سے تھے.(۱۵)

ان بزرگوں کی صحبت سے جو آتش عشق بھڑک اٹھی تھی اسے ملتان کی راہ ایک واقعہ نے سجھائی. ہوا یوں کہ مندرجہ بالا بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کرنے کے بعد ۶۳۲ھ/ جون ۱۲۳۵ء میں آپ اصفہان چلے گئے وہاں ایک دن اتفاقاً سیلانی قلندروں کی ایک جماعت کی محفل سماع میں آپ کو شریک ہونے کا موقع ملا ان قلندروں نے بڑی دلآویز و دلگیر آواز سے جو اشعار پڑھے ان میں ترکِ دنیا اور زہد و ریاضت کا پرچار تھا، عراقی پر ان کے سماع کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ انہی کے ساتھ ہو لیے اور اصفہان سے اُن کے ساتھ ملتان آ پہنچے.(۱۶)

اگر شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کے وصال ۶۶۶ھ سے ۱۷ سال کا عرصہ جو شیخ عراقیؒ اُن کی خدمت میں رہے، کم کریں تو یہ سن ۶۴۹ھ/۱۲۴۲ء بنتا ہے چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً ۱۷ سال شیخ عراقیؒ اصفہان اور ان قلندروں کے ساتھ محوِ سفر رہے. ان سترہ سالوں میں آپ کہاں اور کیسے رہے اس کی تفصیل ہمیں کہیں نہیں ملتی.

ملتان میں شیخ عراقی کی ملاقات شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ سے ہوئی اور آپ اُن کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے. اس کا ذکر اپنے ایک خط میں جو آپ نے شہر توقات (ترکی) سے ۶۷۱ھ میں برادرِ عزیز قاضی احمد کے نام تحریر کیا تھا لکھتے ہیں:

"دست گرفت و این گم شده را بحضرت والی شیخ ربّانی بهاء الحق والدین ذکریا قدس الله روحه العزیز راه نمود، هفده سال در خدمت او ملازم بودم."(۱۷)

"ہاتھ پکڑا اور اس گمراہ کو حضرت والی شیخ ربانی بہاء الحق والدین ذکریا...... اللہ تعالیٰ ان کی روحِ عزیز کو پاک کرے...... کی درگاہ کا راستہ دکھایا. پھر سترہ سال اُن کی خدمت میں ملازم رہا."(۱۸)

وہیں ملتان میں آپ سترہ سال تک خانقاہِ شیخ الاسلام میں رہے اور اُن سے سلوک و عرفان کی تعلیم حاصل کی، روحانی مدارج طے کئے اور سہروردیہ طریقت کے اسرار و رموز سیکھنے کے ساتھ ساتھ آپ نے شعر و ترانہ، سوز و گداز اور عشق و استغراق کو اِس سے ہم آہنگ کیا. ریاضت اور خدمت کے اس پچیس سالہ دور میں آپ نے ایک سفر دہلی کا اور دوسرا سومنات کا کیا اور سترہ سال ملتان میں اپنے شیخ کے مدرسہ بہائیہ میں درس دیا.

یہیں شیخ بہاء الدین ذکریاؒ کی دختر عزیز مسماۃ نور بی بی (۱۹) سے آپ کی شادی ہوئی جن کے بطن سے ایک لڑکا کبیر الدین سہروردیؒ پیدا ہوا.(۲۰) شیخ نے اپنے اشعار میں اس فرزندِ کو اس طرح یاد کیا ہے:

فرزند عزیز، قرة العین کبیر
با ذاتِ خدا در همه احوال نصیر (۲۱)

مجمل التواریخ کی روایت کے مطابق "به دو دختر نیز داماد اوست"(۲۲) مگر سوائے کبیر الدین کے شیخ عراقی کی دیگر اولاد کا کوئی ذکر نہیں ملتا قصرِ عارفاں میں شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی (م:۷۲۴ھ) کو آپ کا فرزند تحریر کیا گیا ہے (۲۳) جو بالکل غلط ہے، اُن کے والد کا نام شیخ فخر الدین سالار عراقی تھا. شاید نام کی مماثلت کی وجہ سے انہیں تسامح ہوا ہے.

شیخ بہاء الدین ذکریاؒ نے آپ کو اپنا جانشین بھی قرار دیا تھا لیکن اُن کے انتقال کے بعد ان کے

مریدوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور عراقی اُسی سال ۶۶۶ھ میں ملتان سے ہجرت کر کے عمان کے راستے حج کے لیے چلے گئے۔(۲۴)

مدینہ طیبہ روضۂ اطہر کی زیارت کے بعد وہ بغداد پہنچے اور دمشق کے راستے عازم ملک روم (ترکی) ہو گئے، کچھ عرصہ تک وہاں کے شہروں، مثلاً قونیہ، توقاد (توقات یا طوقات) جو قونیہ اور سیواس کے درمیان ہے، اور سنوب (یا سینوپ) میں، جو نواح قسطمونی میں ہے، بحر اسود کے ساحل پر قیام پذیر ہو گئے۔ اس زمانے میں وہ اپنے عہد کے دو سب سے بڑے مشائخ کی خدمت میں رہے۔ پہلے انہیں مولانا جلال الدین بلخی جو مولانا رومی کے نام سے معروف ہیں کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔(۲۵) وہ ان سے چند بار ملے اور ان کی مجالسِ سماع میں شریک ہوئے۔ توقات میں امیر معین الدین پروانہ نے حسبِ مشورہ مولانا آپ کے لیے ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی اور شیخ خانقاہ کے خطاب سے نواز کر وہاں مستقر کیا۔ مولانا رومؒ کے جنازے کے وقت آپ قونیہ میں موجود تھے۔(۲۶)

دوسرے بزرگ جن سے آپ ملے وہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت صدر الدین ابو المعالی محمد بن اسحٰق بن محمد قونویؒ تھے۔ جن کے رفقا میں ایک زمانے تک اُن کا شمار رہا۔ ان کی صحبت میں رہ کر تعلیمات و معتقداتِ شیخ ابو بکر محمد بن علی حاتمی طائی اندلسی مالکی معروف بہ ابن عربی کی کتاب *الفتوحات المکیہ فی اسرار المالکیہ والملکیہ* جس کی تصنیف وہ ماہ صفر ۶۲۹ھ/ نومبر ۱۲۳۱ء میں ختم کر چکے تھے، ان سے پڑھی، عبور حاصل کیا اور فلسفۂ وحدتِ الوجود کو خوب یاد کیا پھر وہیں *رسالۂ لمعات* کی صورت میں انہیں رقم کیا۔ بہ قول ڈاکٹر سید حسین نصر (معروف ایرانی نژاد امریکی سکالر):

> "کتاب لمعات...... بیش از هر کتاب دیگر در معرفی ابن عربی به فارسی زبانان تاثیر داشته است." (۲۷)

> "فارسی زبان جاننے والوں تک شیخ محی الدین ابن عربی کی شناخت میں ہر دوسری کتاب سے زیادہ، کتاب *لمعات* تاثیر رکھتی ہے۔"

یہیں ان کی ملاقات بعض دیگر مشائخِ زمانہ مثلاً شیخ شمس الدین ایکیؒ، شیخ شرف الدین موصلیؒ، شیخ سعید فرغانیؒ اور شیخ نصیر الدین قونیویؒ سے ہوئی جو ان کے ہم درس بھی تھے(۲۸) آپ معین الدین ابو نصر سلیمان بن محمد سلیمان بن مہذب الدین علی دیلمی معروف بہ پروانہ سے بھی ملے جو ۶۷۵ھ/

۷۷-۱۲۷۶ء میں قتل ہوا. وہ ۶۵۸ھ/ ۶۰-۱۲۵۹ء سے ۶۷۵ھ/ ۷۷-۱۲۷۶ء تک رکن الدین قلیج ارسلان چہارم (از سلاجقۂ روم) کا وزیر رہ چکا تھا اور اپنے عہد کے اہل تصوف کا بے حد معتقد تھا. اس نے توقات میں ان کے لیے ایک خانقاہ تعمیر کرادی جہاں وہ قیام پذیر رہے.

معین الدین پروانہ کے قتل اور ایشیائے کوچک کے حالات کی ابتری کے بعد ۶۷۵ھ/ ۷۷-۱۲۷۶ء سے ۶۷۶ھ/ ۷۷-۱۲۷۸ء تک انہوں نے مصر کا سفر اختیار کیا اور رکن الدین بیبرس بندقداری حاکم مصر (۶۵۸ تا ۶۷۶ھ/ ۶۰-۱۲۵۹ء تا ۷۸-۱۲۷۷ء) نے کہ وہ بھی مشائخ صوفیہ کا بے حد معتقد تھا، انہیں شیخ الشیوخ کا منصب تفویض کر دیا. ۶۷۶ھ/ ۷۷-۱۲۷۸ء میں اس کی وفات کے بعد ایشیائے کوچک واپس آ گئے اور کچھ مدت کے لیے توقات میں رہے. (۲۹)

۶۸۰ھ/ ۸۲-۱۲۸۱ء میں جب مغل سپاہی ہولا گو خان کے نویں بیٹے قنقور بای کے، جو اسی سال مارا گیا، اور مشہور وزیر شمس الدین محمد بن بہاء الدین محمد بن شمس الدین محمد بن بہاء الدین علی جوینی صاحب دیوان کے ساتھ جو بہ روز دوشنبہ، ۴ شعبان ۶۸۳ھ/ ۱۱۶ اکتوبر ۱۲۸۴ء کو قتل کیا گیا، ایشیائے کوچک آئے. آپ نے الجوینی سے ملاقات کی اور اسی سال (۶۸۰ھ/ ۸۲-۱۲۸۱ء) اپنی مثنوی عشاق نامہ یا دہ نامہ شمس الدین صاحب دیوان الجوینی کے لیے لکھی.

اس کے بعد وہ دمشق چلے گئے جہاں انہوں نے زندگی کا آخری دور بسر کیا. چھ ماہ کے بعد ان کا بیٹا کبیر الدین بھی ملتان سے ان کے پاس آ گیا. انہوں نے دمشق میں پانچ روز کی بیماری کے بعد ۸ ذوالقعدہ ۶۸۶ھ/ ۱۵ دسمبر ۱۲۸۷ء کو انتقال کیا. انہیں صالحیہ دمشق میں محی الدین ابن العربی کے مزار کی پشت پر دفن کیا گیا. ان کا مزار دسویں صدی کے نصف اول تک معروف رہا، لیکن آج اس کا کوئی نشان باقی نہیں. (۳۰)

اسی دور میں بذریعہ خط و کتابت ہندوستان، ایران اور عراق میں شیخ کی تعلیمات کی اشاعت کرتے رہے. (۳۱)

ان کے دیوان کے پیش لفظ میں جو بہ ظاہر آٹھویں صدی کے آغاز میں ان کے دوستوں اور ساتھیوں میں سے کسی نے تحریر کیا ہے اور عشاق نامہ کی ابتدا میں جسے آربری نے شایع کیا تھا، اور اسی طرح ان کے کلیات میں ان کے حالات زندگی تفصیل سے مذکور ہیں.

وصال وتدفین

۶۸۸ ھ کو دمشق میں رحلت فرمائی. آپ کی تاریخ وفات کے متعلق تاریخ کی کتابوں اور تذکروں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے.(۳۲) بعض نے ۶۸۰ ھ بھی لکھا ہے لیکن ۶۸۸ ھ/ ۱۲۸۸ء قرین قیاس اور مورد قبول ہے.

آپ کے مدفن کے بارے میں تقریباً سبھی مصنفین اور مؤرخین متفق القول ہیں کہ دمشق میں وفات پائی اور وہیں قبرستان صالحیہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مزار سے متصل دفن کئے گئے.(۳۳)

تعارف مصحح ومترجم:

ڈاکٹر محمد اختر چیمہ کی پیدائش فیصل آباد میں ہوئی. آبا و اجداد حضرت سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے دست گرفتہ تھے جبکہ انہوں نے خود بھی سلسلہ نقشبندیہ میں ہی فیصل آباد کے حضرت خواجہ علی محمد نقشبندی مجددی سے ۱۹۸۳ء میں بیعت کی. حضرت خواجہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور ڈین فیکلٹی زرعی یونی ورسٹی، فیصل آباد کے عہدے سے ریٹائرڈ تھے. آپ ادب وعشق نبی ﷺ اور عقاید حسنہ کی زندہ مثال ہیں. ڈاکٹر اختر چیمہ نے ایم-اے فارسی اورئینٹل کالج لاہور سے اور ڈاکٹریٹ تہران یونی ورسٹی، ایران سے ۱۹۷۴ء میں کی. ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ''مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوف اسلامی'' کے عنوان سے تھا. اس میں انہوں نے شیخ عراقیؒ کے احوال و مقامات کے علاوہ ان کی تصانیف، افکار و تعلیمات، معاصرین کے ساتھ روابط و تعلقات کا احاطہ کیا. اسی زمانے سے ان کی عراقی کے ساتھ باطنی عقیدت شروع ہوگئی اور انہوں نے ان کی زندگی اور آثار سے متعلقات کی جمع آوری شروع کردی.

ان کا مقالۂ ڈاکٹریٹ دو بار اسلام آباد سے شایع ہو چکا ہے جبکہ اس کا اردو ترجمہ ملتان کے پروفیسر عبدالباقی کر رہے ہیں جو شیخ فخر الدین عراقیؒ کے خانوادہ کے ایک فرد ہیں.

زیرِ نظر رسائل ومکتوبات

یہ رسائل اور مکتوبات ایران کے موقر جرائد میں شایع ہو چکے ہیں. موجودہ اشاعت انہی متون کا اشاعتی اعادہ ہے مگر اردو ترجمہ کے ساتھ. ان رسائل اور مکتوبات کا تعارف کچھ اس طرح سے ہے:

۱- رسالہ لطیفہ فی الذوقیات

مرتب ومترجم ڈاکٹر اختر چیمہ کو اس رسالہ کے درج ذیل دو قلمی نسخے دستیاب ہوئے.

۱- دارالکتب والوثائق القومیہ، قاہرہ۔ ۲- کتابخانہ مرکزی، دانشگاہ تہران۔

ان دونوں نسخوں کی مدد سے انہوں نے اس کا فارسی متن تیار کیا اور مجلّہ مرکز نشر دانشگاهی، تہران میں شایع کروایا زیرِ نظر کتاب میں اسی متن کو اردو ترجمہ کے ساتھ شایع کیا جا رہا ہے۔

۲- رسالہ فی الحمدلہ

اس کا ایک ہی اور منفرد قلمی نسخہ دارالکتاب والوثائق القومیہ، قاہرہ میں محفوظ ہے۔

اسے بھی ڈاکٹر صاحب نے معارف کی اسی مندرجہ بالا اشاعت میں ہی شایع کروایا تھا۔ اب اسی متن کو دوبارہ مع اردو ترجمہ شایع کیا جا رہا ہے۔

۳- پنج مکتوب

ان مکتوبات کا صرف ایک مخطوطہ کتابخانہ ملی، عجائب گھر ایران باستان، تہران میں موجود ہے۔

یہ پانچوں مکتوب خانم ڈاکٹر نسرین محتشم خزاعی نے مجلّہ رشد ادب، آموزش فارسی تہران میں دو قسطوں میں شائع کیے تھے۔ (۳۴)

۴- یک مکتوب

یہ مکتوب بنام صدرالدین قونیوی لمعات کے انگلش ترجمہ کے ساتھ بہ اہتمام ولیم چٹک اور پیٹر لمبارن ولسن، ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔

دوسری بار یہی مکتوب شیخ صدرالدین قونیوی کی کتاب الفکوک کے مقدمہ میں مصحح آقای محمد خواجوی نے شاملِ اشاعت کیا تھا۔

ڈاکٹر اختر چیمہ نے ان رسائل و مکتوبات کا نہ صرف رواں اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے بلکہ تحقیقی اسلوب کے مطابق استخراجِ آیات و احادیث و اشعار، توضیحات و تعلیقات اور حواشی کا اندراج بھی کیا ہے حسبِ ضرورت ماخذ و منابع کے حوالہ جات بھی ضبطِ قلم کیے ہیں۔ آخر پر کتبِ حوالہ کی مکمل فہرست مع مشخصات و کوائف بھی شامل کر دیے ہیں۔

حضرت عراقی کی عالی مرتبت شخصیت مشرق و مغرب میں یکساں مقبول و محبوب ہے۔ اللہ کریم اُن کے مقامات و کمالات و درجاتِ عالیہ کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے افکار و معتقدات کو سمجھنے کی توفیق مزید عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ہم ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی صدر شعبہ فارسی جی سی یونیورسٹی لاہور کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کتاب پر تقریظ تحریر فرمائی۔ محترم و مکرم ڈاکٹر معین نظامی بھی ہمارے شکریہ کے خاص طور پر مستحق ہیں کہ انہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود نہ صرف کتاب پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا بلکہ پوری کتاب پڑھ کر اس میں اغلاط اور تصیحات کی نشاندہی فرمائی۔

اویس سہروردی

دوران اشاعت ہمارے معاونین و مددگار:

صاحبزادہ سیّد عابد رسول سہروردی

صاحبزادہ حسن نواز سہروردی (نڑالی، گوجر خان)

مرزا عدنان بن مراد سہروردی، محمد نواز سہروردی

محمد زبیر فریدی، محمد اویس فریدی (گرافک ٹائم پریس)

سیّد جنید علی سہروردی، سیّد افتخار علی سہروردی (ہمارے صاحبزدگان)

سیّد محمد رافع سہروردی، سیّد محمد طٰہٰ سہروردی (ہمارے نبیرگان)

محمد اعظم کھوکھر سہروردی، محمد عثمان کھوکھر سہروردی (سمسانی کھوئی، ہنجروال)

محسن رضا سہروردی

حواشی

۱- اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۶، ص ۴۴

۲- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ دیوان، ص ۴۷/ حمد اللہ مستوفی، تاریخ گزیدہ، باہتمام ایڈورڈ براؤن، لندن

۳- دولت شاہ سمرقندی، تذکرۃ الشعراء، بہ تصحیح محمد عباسی، تہران، ۱۳۳۷ھ، ج ا ص ۲۳۸

۴- دیکھئے

۵- جمالی، حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، ص۱۴/ عبدالرحمٰن چشتی شیخ، مراۃ الاسرار، ترجمہ اردو، کپتان، واحد بخش سیال صوفی فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء، ج ۲ ص ۱۷۳

۶- صباح الدین عبدالرحمٰن سید، علامہ ابوالبرکات اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۵۳

۷- نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ دیوان، ص ۴۸

۸- وہی، ص ۴۸

۹- وہی، ص ۶۷

۱۰- وہی، ص ۸۷

۱۱- وہی، ص ۸۷

۱۲- نظام الدین غریب یمنی مولانا، لطایف اشرفی، مطبوعہ دہلی ۱۸۹۹ء، ج ۲ ص ۶۴ ۳/عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس، بہ تصحیح مہدی توحیدی پور، تہران ۱۳۳۶ش، ص ۶۰۱

۱۳- اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴

۱۴- ابوالغنائم محمد رکن الدین سُجاسی چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے اجل سہروردی مشائخ میں سے تھے. سجاس جو ہمدان اور ابہر کے درمیان اور سہرورد کے شمال میں واقع ہے کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے سجاسی کہلوائے. (ا) آپ احکام شریعت اور آداب طریقت کے عالم تھے. اہل ریاضت ومجاہدہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے. ابوالغنائم قطب الدین ابہری سہروردیؒ کے مرید تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے. (ب) امین الدین بلیانی" کے مطابق انہوں نے جمال الدین ابوالمظفر زنجانی" سے بھی خرقہ حاصل فرمایا. (پ) اوحد الدین کرمانی سہروردی" (م ۶۳۵ھ) اور شہاب الدین اہریؒ دونوں ان کے مرید اور داماد تھے. (ت) ان کی خانقاہ دریائے دجلہ کے کنارے بغداد میں تھی. (ٹ) مولانا روم کے شیخ شمس تبریزیؒ انہی کے مرید تھے. (ث) دولت شاہ سمرقندی کے مطابق سجاسی کے اشارے پر ہی شمس تبریزی مولانا کی طرف گئے مگر شمس نے کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں کیا. (ج)

ا- یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۳، ص ۴۰

ب- معین الدین زرکوب شیرازی شیراز نامہ، ج ۱، ص ۱۸۶، بہ اہتمام اسماعیل واعظ جوادی، تہران، ۱۹۷۱ء/مناقب اوحد الدین حامد بن ابی الفخر کرمانی، بدیع الزمان فروزانفر، ج ۱، ص ۱۶، تہران، ۱۹۶۸ء.

پ- محمود بن عثمان، مفتاح الهدایة و مصباح العنایة (سیرت نامہ شیخ امین الدین محمد بلیانی)، ص ۱۸، بہ اہتمام عمادالدین شیخ الحکمایی، تہران، ۱۹۹۷ء۔

ت- محمد امین حشری تبریزی ملا، روضہ اطہار، ج ۱، ص ۱۴۶، بہ اہتمام عزیز دولت آبادی، تبریز۔

ٹ- ابن فوطی، مجمع الآداب فی معجم الالقاب، ج ۲، ص ۱۲۴، بہ اہتمام محمد الکاظم، قم، ۱۹۹۵ء۔

ث- جامی نورالدین عبدالرحمٰن، نفحات الانس من حضرات القدس، ج ۱، ص ۴۶۶ محمود عابدی، تہران، ۱۹۹۱ء۔

ج- دولت شاہ سمرقندی، تذکرۃ الشعراء، ج ۱، ص ۱۹۶، بہ اہتمام اڈوارڈ براؤن، لیدن، ۱۹۰۰ء۔

۱۵- اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ۴۴

۱۶- ایضاً، صص ۴۴-۴۷

۱۷- عراقی، منشآت و مکاتیب، ص ۴۵پ، ۴۶

۱۸- دیگر مآخذ کی رُو سے آپ نے پچیس سال ملتان میں گزارے دیکھئے:

نسرین محتشم دکتر، مجموعہ آثار عراقی، انتشارات زوار، تہران مقدمہ ص ۲۱-ص ۲۳: ''تاسال ۶۸۱ ھ در خانقاہ توقات مریدان و ملا زمانی گرد عراقی را فرا می گیرند۔'' اور دیکھئے اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ۴۶

۱۹- نسرین محتشم خزائی دکتر، مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح ص ۱۸ (دورۂ اقامت درروم یا آسیائے صغیر)، ص ۲۵ (دورۂ اقامت درمصر وشام)

کچھ عرصے کے بعد آپ کی یہ اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں تو حضرت ذکریا نے اپنی دوسری بیٹی سلطان بی بی المعروف فاطمہ بی بی کا نکاح آپ سے کرنا چاہا مگر شیخ الاسلام ذکریاؒ کے فرزند حضرت صدر الدین عارفؒ آڑے آئے۔ سیر العارفین میں اس طرح لکھا ہے:

''شیخ الاسلامؒ نے اپنے بیٹے صدر الدین عارفؒ سے (اس امر) کے بارے میں پوچھا؟ تو شیخ صدر الدینؒ نے عرض کیا کہ میں نے ایک دن شیخ فخر الدینؒ کو خانقاہ کے فرش پر کھڑے ہوئے دیکھا کہ گرتے سے ہوا لے کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جس شخص کو اس قدر حظِ نفس ہو، آپ کی لڑکی اُس شخص کے نکاح میں آئے تو افسوس کی بات ہے۔'' (جمالی، حامد بن فضل اللہ، ترجمہ محمد ایوب قادری، ص ۱۵۳)

۲۰- ملتان کے مرکزی علاقے اندرون حسین آگاہی، محلہ کمنگراں میں ایک مزار خواجہ محمد موسیٰ پاک چشتی صدیقی واقع ہے۔ اس کے جوار میں ان کا خاندان اب بھی آباد ہے وہ اپنے آپ کو شیخ کبیر الدین عراقی سہروردیؒ کی اولاد بتاتے ہیں ان کے ایک فرد پروفیسر عبدالباقی عراقی سے غالباً ۱۹۵۸ء میں ہماری ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے

خاندانی حالات عماد الدین خراسانی کی کتاب تذکرۃ الانساب اور مثنوی ملاّ نادر کے حوالہ سے ہمیں لکھوائے، مثنوی ملاّ نادر آج بھی اس خاندان میں موجود ہے۔ پروفیسر صاحب ہمارے مولف ڈاکٹر اختر چیمہ کے ڈاکٹریٹ کے مقالہ جو شیخ عراقی سے متعلق ہے کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں۔

ان کے مطابق: اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت شیخ وجیہ الدین عراقی قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان پر حاکمِ وقت ناصر الدین قباچہ کی قائم کردہ درسگاہ میں شیخ الجامعہ رہے۔ ان کا مزار آج بھی قلعہ کہنہ پر موجود ہے۔

ان کے بعد اس خاندان کے ایک اور بزرگ حضرت حافظ محمد حیات صدیقیؒ نے اندرون حسین آگاہی ملتان میں دینی درسگاہ قائم کی جو دو صدیوں تک پورے ہندوستان میں مختلف علوم وفنون کا مرکز رہی آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد موسیٰ پاک چشتی صدیقیؒ نے اس درسگاہ کو اپنی روز وشب کی محنت سے بامِ عروج تک پہنچا دیا ان کے بعد آپ کی اولاد میں حضرت خواجہ محمد خدا بخش چشتی محبوب اللہ ثانیؒ، حضرت خواجہ محمد نظام بخش چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد موسیٰ پاک چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد خدا بخش چشتی، حضرت خواجہ محمد حسین بخش چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد شاہ بخش چشتیؒ، حضرت خواجہ محمد دلدار بخش چشتیؒ، حضرت بشیر احمد چشتیؒ ہوئے۔ ان بزرگوں میں حضرت خواجہ محمد شاہ بخش چشتیؒ کا مزار کالونی نمبر۲ خانیوال میں ملتانی دربار کے نام سے مشہور ہے وہ ہفت زبان شاعر تھے آپ کے پوتے میاں پروفیسر عبد الباقی نے آپ کی شخصیت، شاعری اور آپ کے آباؤ اجداد پر ایم فل کا مقالہ تحریر کیا۔ یہ مقالہ لائبریری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ملتان میں خانوادۂ شیخ عراقی کے مزارات ایک بڑے کمرے میں موجود ہیں ساتھ ہی تاریخی جامع مسجد ہے جو ملتان کی قدیم ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ قلعہ کہنہ پر اور پیر عمر کے قبرستان ممتاز آباد میں بھی اس خاندان کے بزرگوں کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ شیخ عراقی سے یوں سلسلہ نسب ملایا جاتا ہے:

حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ (م: ۶۸۸ھ)، حضرت شیخ کبیر الدینؒ (م: ۷۳۶ھ/۱۳۷۰ء)، حضرت شیخ ابراھیمؒ (م: ۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء)، حضرت شیخ حمید الدینؒ (م: بہ عمر ۹۳ سال)، حضرت شیخ کمال الدینؒ (م: ۸۷۶ھ/۱۴۴۲ء)، حضرت شیخ حسام الدینؒ (م: ۹۳۹ھ/۱۵۳۲ء)، حضرت شیخ معین الدینؒ (م: ۹۷۱ھ/۱۶۱۷ء)، حضرت شیخ وجیہ الدینؒ (م: ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء)، حضرت شیخ عبد الکریمؒ (م: ۱۰۸۳ھ/۱۶۱۷ء)، حضرت شیخ محمودؒ (۱۰۹۳ھ/۱۶۸۳ء)، حضرت شیخ عبد اللہ المعروف حاجی موسیٰ (م: ۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء)، حضرت شیخ حافظ علی محمدؒ (م: ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۱ء)، حضرت شیخ حافظ محمد حیاتؒ (م: ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء)، حضرت شیخ محمد موسیٰ پاک چشتیؒ (م: ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء)

= نور احمد خاں فریدی کے بقول: "شیخ کبیر الدین...... بلند پایہ درویش، لاجواب خطیب اور بے مثال شاعر تھے" مگر اُن کا کلام ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ [تذکرہ صدر الدین عارف، ص ۱۳۸]

۲۱- سعید نفیسی، کلیات عراقی، ص ۱۰۵

۲۲- فصیحی خوافی، مجمل التواریخ، ج ۲ ص ۳۵۸

۲۳- احمد علی خیر آبادی، قصر عارفاں، خطی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، ص ۱۲۵

۲۴- عمان میں سلطان نے مع درباریوں کے آپ کا پُر جوش استقبال کیا اور شیخ الشیوخ کے عہدے پر فائز کیا۔ حج کا موسم قریب آیا تو آپ سلطان عمان کی خواہش کے برعکس وہاں سے مکہ و مدینہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ زیاراتِ مقدسہ کے دوران آپ نے وصفِ خانہ کعبہ اور مدح روضۂ نبی ﷺ میں متعدد قصائد نظم کئے، جو آپ کے دیوان میں موجود ہیں دیکھئے [نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ دیوان، ص ۵۳-۵۴ د۔ آربری، عشاقنامہ سوانح عمری، ص ۱۲-۱۴]

۲۵- اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ۴۷

۲۶- نسرین محتشم خزائی دکتر، مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح ص ۱۸ (دورۂ اقامت درروم یا آسیائے صغیر)، ص ۲۵ (دورۂ اقامت درمصر و شام)

۲۷- مترجم احمد آرام، سہ حکیم مسلمان، تبریز، ص ۱۶۰

۲۸- افلاکی، شمس الدین، مناقب العارفین بہ تصحیح تحسین یازیجی انقرہ، ۱۹۵۹ء، ج ۱، ص ۳۵۹

۲۹- نسرین محتشم خزائی دکتر، مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح ص ۱۸ (دورۂ اقامت درروم یا آسیائے صغیر)، ص ۲۵ (دورۂ اقامت درمصر و شام)

۳۰- اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی، جلد ۱۳، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص ص ۴۴-۴۷

۳۱- محمد اختر چیمہ، عارفِ ہمدان مقیمِ ملتان، مطبوعہ ماہنامہ السعید ملتان، جلد ۱، شمارہ ۴، نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۳۹

۳۲- ''وفاتِ او در ہشتم ذی العقدہ سنہ ثمان و ثمانین و ستمائہ بودہ است۔'' یعنی آپ نے ۸ ذیقعدہ ۶۸۸ھ میں وصال فرمایا۔ [مقدمہ دیوان شیخ عراقی بہ حوالہ ہدایت، ریاض العارفین، ص ۱۶۳]

اس تاریخ رحلت کو بعد کے بیشتر مؤلفین اور تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے۔ مؤلف خزینۃ الاصفیا نے آپ کی یہی تاریخ وفات دو قطعات میں اس طرح بیان کی ہے۔

شد عراقی چون از این عالم بخلد سال وصل آن شہ والا مکان

"آفتاب حسن مولی" کن رقم "شاعر محبوب مہدی" ہم بخوان

۶۸۸ ۶۸۸

☆

عراقی چون ز دنیا رخت بربست بہ اہل دہر گفت ہذا فراقی

بہ تاریخ و صالش "محترم" گو دگر "سلطان ولی عالی عراقی"
۶۸۸ ۶۸۸

حضرت عراقی کے زمانہ نزدیک کے مآخذ تاریخ گزیدہ میں آپ کا سال انتقال ۶۸۶ھ درج ہے۔ مجمل التواریخ میں فصیحی خوانی نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔ دیکھئے نفیسی، کلیات عراقی، دیباچہ ص ۲۲؛ صفا، تاریخ ادبیات ج ۳، ۱/۳/۵۷۳

۳۳- مولانا جمالی دہلوی سہروردی (م: ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء) ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے دوران اِس قبرستانِ دمشق میں پہنچے اور انہوں نے ان دو بزرگوں کے بارے میں "ھذا بحر العرب و ھذا بحر العجم" کی روایت زائرین کی زبانی سنی اور تختی اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی: "بحر العرب" حضرت شیخ اکبر کو اور "بحر العجم" "شیخ عراقی کو کہا گیا ہے۔ [مناقب اوحد الدین کرمانی، مقدمہ فروز انفر، ص ۵۰]

لیکن پروفیسر سعید نفیسی کی جدید تحقیق کے مطابق آج کل قبرستانِ صالحیہ میں شیخ عراقی کی مرقد مبارک کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ [تذکرہ دولت شاہ، ص ۲۴۶؛ وملاحظہ کیجئے نسلم السموات: ۵/ ۸ "شیخ اوحد الدین کرمانی صاحب خلوت و خانقاہ بودہ، سید حسینی سادات و شیخ عراقی ہمدانی و شیخ اوحد الدین مراغی بہ صحبت اوشتافتہ اند و از مجالست باو تربیت یافتہ اند۔"

سن ۲۰۱۶ء میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مقبرہ کا حال یہ ہے:

مقبرہ مسجد شیخ محی الدینؒ کے ساتھ واقع ہے جو شہر دمشق کے شمال قریہ صالحیہ میں جبل قاسیون کے دامن میں ہے۔ اسی کے قریب شیخ عبدالغنی نابلسیؒ کی مسجد اور آرام گاہ بھی ہے۔ مشہور ہے کہ غار اصحاب کہف بھی اسی شہر میں ہے۔ مزار کے اطراف میں قبریں اب بھی موجود ہیں مگر کون سی قبر شیخ فخر الدین عراقیؒ یا ان کے فرزند شیخ کبیر الدین سہروردیؒ کی ہے معلوم نہیں۔ (اویس)

۳۴- مجلہ رشد ادب فارسی سال ۲، شمارہ: ۱، بہار ۱۳۶۵ اش اور شمارہ مابعد

پیش گفتار

از : ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

حضرت شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی سہروردیؒ عالم اسلام کی ایک نادرۂ روزگار شخصیت ہیں. آپ بلاشبہ تاریخ ادبیات فارسی اور تصوف اسلامی میں سربرآوردہ مقام کے حامل سہروردی بزرگ کی حیثیت رکھتے ہیں. شیخ عراقی اور ان کی تالیفات پر اب تک یہ علمی کام ہو چکے ہیں:

۱- ڈاکٹر یوگ دایان آھوجہ (ہندو) نے قیامِ پاکستان سے قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حضرت عراقی پر پی-ایچ-ڈی کی. (کوششِ بسیار کے باوجود یہ تھیسس یونیورسٹی لائبریری سے حاصل نہ ہو سکا)

۲- راقم نے بہ عنوان "*مقام شیخ فخر الدین ابراهیم عراقی در تصوف اسلامی*" تحقیقی مقالہ لکھ کر دانشگاہ تہران ایران سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی.

۳- خانم نسرین محتشم خزاعی نے "*مجموعه آثار فخر الدین عراقی*" ترتیب دے کر دانشگاہ تہران ایران سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی.

۴- جولیان بالڈ یک (برطانیہ) نے اکسفورڈ یونیورسٹی، لنڈن سے شیخ عراقی پر تحقیقی کام کیا.

۵- خانم اوی پیرؤنک (پیرس) نے سُربن یونیورسٹی فرانس میں شیخ عراقی پر تحقیقی کام کیا.

آخر الذکر دونوں محققین سے راقم کی ۱۹۷۳ء اور ۱۹۹۶ء میں تہران میں ملاقات ہوئی، انہوں نے میرے کئے ہوئے کام سے کافی استفادہ حاصل کیا. علاوہ ازیں بعض دیگر ایرانی اور یورپی سکالرز نے بھی شیخ عراقی کے بعض فکری پہلوؤں پر قلم اٹھایا ہے لیکن تا حال کما حقہ عراقی شناسی کا حق ادا نہیں ہو سکا.

زیر نظر کتاب کا بنیادی محرک دراصل میرے شیخ کا وہ حکم تھا جو آپ نے نومبر ۱۹۹۴ء یوم جمعہ کے ایک اجتماع کے موقع پر کیا کہ "اپنے پی-ایچ-ڈی مقالہ کے سہروردی ولی اللہ شیخ فخر الدین عراقی کے

بارے میں حاضرین کو آگاہ فرمائیں اور پھر اس کی اشاعت کا اہتمام بھی کریں۔" چنانچہ حضرت کی تعمیل ارشاد میں اس لیکچر کو وسعت دے کر یہ مجموعہ دلپذیر تیار کیا گیا ہے۔

راقم کے لیے یہ امر باعث فخر و انبساط ہے کہ محترم سیّد اویس علی سہروردی صاحب کی مسلسل حوصلہ افزائی اور مخلصانہ تعاون سے یہ صحیفۂ کریمانہ شائقین کی دسترس میں پہنچ رہا ہے۔ میں ڈاکٹر حافظ ظہیر احمد صدیقی اور ڈاکٹر معین نظامی کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے میری اس تالیف پر اپنی آراء لکھ کر "شیخ عراقی" سے محبت کا ثبوت فراہم کیا۔

محمد اختر چیمہ
۲۶-بی، گلستان کالونی نمبر۲، ملت روڈ
فیصل آباد

احوال ومقامات شیخ عراقی سہروردی

حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ سلسلۂ سہروردیہ کے رفیع الدرجات مشائخ میں سے ہیں. ذیل کے صفحات میں آپ کے روحانی، عرفانی، معنوی اور باطنی مراتب، مقامات، درجات اور کمالات کا مختصر ذکر خیر کیا جائے گا.

انتساب طریقت

شیخ فخر الدین عراقیؒ نے شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ کی خدمت اقدس میں پچیس سال گزارے اور ان کے ہاتھوں خرقۂ خلافت پہنا.(۱) حضرت شیخ عراقی نے ایک غزل میں اپنے خرقۂ صوفیانہ اور فکر عاشقانہ کے ضمن میں یوں اظہار خیال کیا ہے

خرقۂ صوفیانہ بدریدیم

کمر عاشقانہ بر بستیم (۲)

شیخ عراقیؒ سہروردیہ کی ایک شاخ کبرویہ سے بھی بہ واسطہ شیخ بابا کمال الدین جندی کبرویؒ فیض یاب ہیں اس فیض کرم کی نشاندہی ہمیں ان کی مثنوی عشاقنامہ میں ہوتی ہے جہاں انہوں نے شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی ایک عشقیہ داستان بڑے دلپذیر انداز میں نقل کی ہے. علاوہ ازیں ثقہ روایات میں منقول ہے کہ آپ نے شیخ اکبر ابن عربیؒ کے خلیفہ شیخ صدر الدین قونیویؒ سے اکتساب فیض کیا اور ان مشائخ کی وحدت وجودی تعلیمات کو فارسی زبان کی وساطت سے شائع کرنے کا موثر ذریعہ ثابت ہوئے. قونیہ میں ہی قیام کے دوران شیخ عراقیؒ مولانا جلال الدین رومیؒ کی مجالس سماع میں باذوق تمام شرکت کیا کرتے تھے اور مولانا بھی آپ سے نہایت شفقت اور محبت فرماتے تھے. افلاکی کی مناقب العارفین میں درج شدہ تینوں حکایات اس چیز کا بیّن ثبوت اور واضح دلیل ہیں. اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عراقیؒ اپنے دور کے چار معروف سلاسل سہروردیہ، کبرویہ، اکبریہ اور مولویہ کے خوشہ چین تھے.

مریدین ومعتقدین

شیخ فخر الدین عراقیؒ زندگی بھر "سیروفی الارض" پر عمل پیرا رہے. آپ کے احوال کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے مرشد شیخ ذکریا ملتانیؒ کی حیات مبارکہ تک تو ملتان میں ہی مقیم رہے مگر اس کے بعد پھر آپ کسی ایک مقام پر زیادہ عرصہ قیام پذیر نہیں رہے. آپ کی شخصیت کا یہ نمایاں وصف تھا کہ آپ جہاں بھی گئے خواص وعوام آپ کو نہایت اعزاز واکرام سے نوازتے تھے اس کی وجہ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کی وہ عنایات تھیں جن کی بدولت شیخ عراقیؒ عشق وعرفان کے اعلیٰ مراتب اور ارفع درجات پر فائز ہو چکے تھے. چنانکہ خود فرماتے ہیں:

منم ز عشق سر از عرش برتر آورده

به زیر پای سرنه فلك در آورده (۳)

جب آپ نے ملتان سے قصد سفر باندھا تو مقدمۂ دیوان کی روایت ہے کہ "جمعی از اخوان با صفا و خلان باوفا کمر موافقت بستند" (۴). یہ ساتھ چلنے والے آپ کے مریدین یا محبت کرنے والے ہی تو تھے جن کو آپ کی جدائی گوارا نہ تھی چنانچہ یہ جماعت براستہ عمان حرمین شریفین پہنچی. حج اور زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے بعد ان اصحاب میں سے تین شخص مدینۃ النبی میں روضۂ مطہر پر مجاور بن گئے اور "شیخ فخر الدین با دو مرید قصد روم کرد". پھر لکھا ہے کہ روم میں بہت سے لوگ آپ کے مرید اور معتقد بن گئے. امیر معین الدین پروانہ بھی آپ کے مخلص مریدین میں سے تھا. اُس نے توقات کے مقام پر آپ کے لیے ایک عالیشان خانقاہ تیار کروائی. جہاں آپ شیخ خانقاہ بن کر کچھ عرصہ قیام پذیر رہے. امیر پروانہ نے آپ سے اپنے فرزند کی سلطان مصر کی قید سے رہائی کے لیے خصوصی سفارش کی التماس کی اور اس کی خرقہ پوشی کے لیے بھی درخواست پیش کی. مقدمہ دیوان کے مطابق خواجہ زین الدین کاشانی، بازرگان متوطن روم بھی حضرت عراقی کا بڑا معتقد تھا.

خانم ڈاکٹر نسرین محتشم خزاعی نے اپنے مقالۂ ڈاکٹریٹ مجموعه آثار فخر الدین عراقی کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے:

"عراقی در آسیای صغیر از شهرت بسزائی برخوردار می گردد، و مریدان زیادی گرد او جمع می شوند". (۵)

ترجمہ: حضرت عراقی نے آسیائے صغیر میں نمایاں شہرت حاصل کی اور بہت زیادہ مریدین ان کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت عراقی جب مصر تشریف لائے تو دو مرید صادق بھی ہمراہ تھے۔ *لطایف اشرفی* میں لکھا ہے کہ "سلطانِ مصر را نسبت بہ شیخ عقیدۂ کلی پیدا شد، شیخ الشیوخ مصر گردانید" (۶)۔ مولانا جامی نے بہ صراحت نقل کیا ہے کہ "سلطان مصر مرید و معتقد وی شد" (۷)۔ زندگی کے آخری چند سال حضرت عراقی نے دمشق میں بڑی تعظیم و تکریم میں گزارے۔ مرض الموت کے ایام میں آپ نے اپنے فرزند کبیر الدین سہروردیؒ اور اصحاب کو طلب کیا اور حل و عقد ان کے سپرد کر کے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مقدمۂ دیوان میں مرقوم ہے کہ تین روز تک دمشق میں مراسم تعزیت کا انعقاد کیا گیا "و روز چہارم کبیر الدین را قایم مقام او نصب کردند" (۸)۔

بستان السیاحہ اور *طرایق الحقایق* کی روایات کے مطابق "سلسلہ سہروردیہ پیر جمالیہ" جو پیر جمال الدین احمد اردستانی (م-۸۷۹ھ) سے منسوب ہے "تراوشِ فیض روحانیٔ عراقی" شمار ہوتا ہے۔ (۹)

بعد کی درست یا نا درست روایات کے مطابق خانوادۂ عراقی کا روحانی اور نسبی سلسلہ دمشق، مدینہ منورہ، خراسان اور ملتان میں نسل در نسل چلتا رہا۔ (۱۰) آج بھی ملتان میں ایک قبیلہ اپنا خاندانی اور روحانی شجرۂ نسب حضرت عراقی سے منسوب کرتا ہے۔ اُن کے بعض افراد خدمتِ دین و عرفان میں مصروفِ کار اور بعض تعلیم و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہیں۔

اخلاق و آداب

آپ نے اپنے دیوان اشعار میں بیشتر مقامات پر اپنے آپ کو فقیر، مسکین، عاجز، بیچارہ، گدا، حیراں، سرگرداں، مضطر، ضعیف، ناتواں، بندہ، درویش اور قلندر کے القابات سے یاد کیا ہے۔ (۱۱)

مقدمہ دیوان اور *مناقب العارفین* جیسی معتبر کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ معمولاً طیلسان، دستار اور خرقہ زیب تن فرماتے۔ (۱۲) اس کے باوجود تکلّف اور تصنّع کو برطرف رکھتے تھے۔ مصر میں قیام کے دوران آپ کفشگر (موچی) کی دکان پر جا کر بیٹھ جاتے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز تو قات میں ایک بے سروپا، مست الست، مجذوب رند آپ کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ آپ کے سجادے پر بیٹھ کر اس نے الٹی سیدھی باتیں کیں، گالیاں دیں، خادموں نے اُسے بھگانا چاہا مگر حضرت عراقی نے

قطعاً بُرا نہیں منایا، بلکہ اپنا خرقۂ مبارک بطور سرہانہ اس کے سر کے نیچے رکھا، اس نے خوب آرام کیا، سویا اور حجرہ مبارک کے اندر ہی رفع حاجت کر دی. حضرت نے اپنے ہاتھوں سے غلاظت وغیرہ کی صفائی کی، اس کا منہ ہاتھ دھلایا اور سو درہم انعام دے کر اسے رخصت کیا. اس موقع پر یہ غزل نظم فرمائی:

مست خراب یابد هر لحظه در خرابات
گنجی که آن نیابد صد پیر در مناجات (۱۳)

حضرت کو دنیوی ثروت سے بالکل کوئی لگاؤ نہیں تھا. ہدایا اور تحائف وغیرہ سے آپ بے نیاز تھے. امیر پروانہ نے ایک روز آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا تو آپ نے کوئی توجہ مبذول نہ فرمائی. پھر ایک موقع پر پروانہ نے جواہرات سے بھری ایک تھیلی حضرت کے سپرد کی اور التجا کی کہ یہ سلطان مصر کو دے کر اس کے فرزند کے لیے قید سے رہائی کا سامان کیا جائے. آپ نے بطور امانت وہ تھیلی عیناً سلطان مصر کو پہنچا دی اور اس میں سے ایک سکہ بھی ادھر اُدھر نہیں ہونے دیا. (۱۴) چنانچہ حضرت اس قدر علو مراتب کے باوجود کمالِ فروتنی، عاجزی، انکسار اور ایثار کے ساتھ خالصتاً طالبِ حق اور عاشق صادق تھے. مشائخ نامدار کے اخلاق حسنہ کا صحیح نمونہ اور اُن کی رفاقت و شاگردی پر نازاں تھے.

سماع و وجد

حضرت عراقی سماع اور قوالی کے بڑے دلدادہ تھے. اس طرح انہوں نے سہروردیہ طریقت میں ایک نئی طرح ڈالی. حسن قوال رومی اُن کا پسندیدہ قوال تھا. اپنے دستِ مبارک سے ساتھیوں سمیت اس کی پذیرائی کیا کرتے اور کبھی موج میں آ کر اپنی نشست پر اسے بٹھا کر نواز تے. ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں:

چه در سماع عراقی حدیث دوست شنید
جای خرقه به قوال جان توان انداخت (۱۵)

آپ اکثر اوقات وجد، شعر اور ترانے میں مستغرق رہتے تھے. کبھی کبھی بغیر بتائے خانقاہ سے باہر دامن کوہ یا کسی خرابے کی طرف نکل جاتے. ایک بار امیر معین الدین پروانہ اور دیگر اصحاب ان کے پیچھے گئے تو دیکھا کہ حضرت سراپا ننگے صرف ایک قمیص پہنے پسینے میں شرابور برف پر گھوم رہے تھے اور شعر پڑھ رہے تھے.

روابط با مشائخ معاصر

الف۔سلسلۂ کبرویہ:

سلسلہ کبرویہ شیخ نجم الدین کبریٰ احمد بن عمر خیوتی ؒ سے شروع ہوا جو شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کے مرید وخلیفہ تھے. کبرویہ طریقت کے کئی مشائخ سے آپ کی قربت اظہر من شمس ہے.

شیخ عراقی نے مثنوی *عشاق نامہ* میں شیخ نجم الدین کبریٰ کی عشقیہ داستان لکھ کر اُن کو خراج عقیدت پیش کیا ہے. بعد میں یہی منظوم داستان *تذکرہ مجالس العشاق* میں بھی نقل کی گئی ہے.

مطلع:

یکی از عاشقان جمال ترا

بود نجم اکابر کبریٰ (۱۶)

عاشقانہ افکار کے لحاظ سے شیخ کبریٰؒ اور حضرت عراقیؒ میں مماثلت پائی جاتی ہے. مگر اس مختصر میں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے.

بابا کمال جندیؒ

بابا کمال جندیؒ، شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے شاگردوں اور جانشینوں میں سے ہیں. *نفحات الانس* میں مرقوم ہے کہ جن ایام میں شمس تبریزیؒ، بابا کمال جندیؒ کی صحبت میں تھے، حضرت عراقیؒ بھی وہاں موجود تھے. ہر فتح وکشف جو شیخ عراقیؒ پر وارد ہوتی وہ اسے نظم ونثر کے لباس میں پیش کرتے اور بابا کمالؒ کی نظر سے گزارتے. مولانا شمس الدین تبریزیؒ اس طرح کا کوئی اظہار نہیں کرتے تھے. ایک روز بابا کمالؒ نے اسے کہا کہ جو اسرار وحقایق فرزند عراقی ظاہر کرتا ہے، کیا تجھ پر وہ ظاہر نہیں ہوتے؟ مولانا شمس نے کہا کہ انہیں اس سے زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے لیکن چونکہ عراقی علوم اصطلاحات کو استعمال کر کے اچھے طریقے سے جلوہ نمائی کر لیتا ہے، میں اس سے عاری ہوں. (۱۷)

مولانا عبدالغنی خاں فرخ آبادیؒ نے *تذکرۃ الشعرا* میں تحریر کیا ہے کہ:

''شیخ فخر الدین ابراہیمؒ معاصر مولانا شمس تبریزیؒ وکمال خجندیؒ ومرید شیخ بہاء الدین ذکریاؒ مولتانی است''. (۱۸)

مگر مشہور ایرانی محقق بدیع الزمان فروزانفر حضرت عراقیؒ اور بابا کمال جندیؒ کے رابطہ کو

نادرست سمجھتے اور لکھتے ہیں:

''او بہ اصح اقوال از ابتدا مرید شیخ بہاء الدین ذکریاؒ مولتانی بود. و بہ خدمت بابا کمالؒ نرسیدہ است''.(١٩)

ب- سلسلہ سہروردیہ

ابوالغنائم شیخ رکن الدین سجاسی سہرورد یؒ

شیخ رکن الدین ابوالغنائمؒ سجاسی سہروردیہ کے مشاہیر صوفیہ میں سے ہیں. آپ شیخ قطب الدین ابہریؒ (م ۵۷۷ھ) کے خلیفہ ہیں جو شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کے مریدوں میں سے تھے. شیخ رکن الدین سجاسیؒ اور حضرت عراقیؒ کی ملاقات کے حوالے سے *ریاض العارفین* میں منقول ہے:

''گفتہ اندکہ او و شمس الدین تبریزی در چلہ خانہ رکن الدین سجاسی اربعین بسرمی آوردند''.(٢٠)

یہ روایت *ریاض العارفین* کے علاوہ کسی دوسرے ماخذ میں درج نہیں ہے اور یہ تذکرہ حضرت عراقیؒ سے چھ صدیاں بعد حیطۂ تحریر میں آیا ہے. اس لیے یہ بات چنداں معتبر نظر نہیں آتی. البتہ سعید نفیسی اور ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے اظہار خیال کیا ہے کہ ممکن ہے عراقی زندگی کے آغاز میں ہندوستان کے سفر سے پہلے یا ٦٢٧ھ سے ٦٤١ھ کے درمیانی عرصے میں حضرت رکن الدین سجاسیؒ کے سلسلۂ مریدین میں شامل ہوئے ہوں.(٢١)

اس ضمن میں ہماری رائے یہ ہے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شیخ کی خانقاہ میں اس کی بیعت اختیار کرنے کے بعد ہی آپ وہاں چلہ کاٹ سکتے ہیں. صوفی بڑے وسیع القلب ہوتے ہیں. صوفیہ کی سوانحی تاریخ میں سینکڑوں ایسے واقعات ہیں کہ شیخ خانقاہ کی بیعت کے بغیر سالک وہاں رہے، چلہ کشی کی بلکہ تربیت لی مگر شیخ طریقت کسی اور کو بنایا. خود شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی زندگی میں یہ ہوا، آپ شیخ ابونجیب سہروردی کی بیعت سے پہلے اور بیعت کے بعد بھی مختلف مشائخ کی خانقاہوں میں گئے اور فیض و تعلم کا سلسلہ رکھا. ہم اس ضمن میں جناب سعید نفیسی اور ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا سے متفق ہیں. *اردو دائرہ معارف اسلامی* (پنجاب یونی ورسٹی) کے مقالہ نگار نے بھی اسی رائے کو مقدم رکھا ہے.

شیخ اوحدالدین کرمانی سہروردیؒ

شیخ اوحدالدین حامد بن ابی الفخر کرمانیؒ جلیل القدر سہروردی صوفیہ میں سے ہیں. آپ شیخ رکن الدین سجاسی سہروردیؒ کے مرید اور وہ شیخ قطب الدین ابہری سہروردیؒ کے مرید ہیں جن کے شیخ طریقت حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ ہیں. ان کے شیخ ابن عربیؒ اور شیخ صدر الدین قونیویؒ کے ساتھ مخلصانہ روابط تھے. (۲۲) مولانا شمس تبریزیؒ ان کے فلسفۂ شاہد بازی کو ناپسند کرتے تھے. ملفوظات خواجگان چشتیۂ ہند کی مجالس میں بھی ان کی شرکت کا ذکر موجود ہے. شیخ کرمانیؒ نے لطیف اور شیریں رباعیات فارسی میں کہی ہیں جو آپ کے جمال پرستی اور شاہد بازی کے افکار کی آئینہ دار ہیں. مثنوی *مصباح الارواح* بھی ان کے نام سے منسوب ہے مگر جدید تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ *مصباح الارواح* شمس الدین بردسیری کرمانیؒ کی تصنیف ہے. شیخ کرمانی نے عمر کا بیشتر حصہ سفر میں گزارا. بہ حوالہ *مناقب اوحد الدین*، آپ نے زندگی کے آخری چند سال بغداد میں بسر کئے اور غالباً وہیں ۶۳۵ھ میں وفات پائی. (۲۳)

شیخ اوحدالدینؒ اور حضرت عراقیؒ کے ارتباط میں دولت شاہ سمرقندی نے اس طرح تحریر کیا ہے:

> ''شیخ عارف فخر الدین عراقیؒ، شیخ اوحدی مراغیؒ و سید حسینیؒ ہر سہ فاضل شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے ہیں اور ایک سال اس طرح اتفاق ہوا کہ وہ تینوں کرمان میں شیخ اوحدالدینؒ کی خانقاہ میں خلوت میں بیٹھے اور ہر ایک اربعین کے دوران سفرِ عالم ملکوت سے ہر ایک سوغات لے کر آیا. شیخ عراقیؒ نے *لمعات*، شیخ اوحدیؒ نے *ترجیع* (جو نہایت مشہور ہے) اور سید حسینی نے *زاد المسافرین*، حضرت اوحدالدین کرمانیؒ کی خدمت میں پیش کی''. (۲۴)

لیکن محققین اس روایت کو قابل قبول نہیں سمجھتے کیونکہ حضرت عراقیؒ نے *لمعات* بلاتردید قونیہ میں قیام کے ایام میں حضرت صدرالدین قونیویؒ کی خدمت میں درس پڑھنے کے بعد تالیف کی تھی.

جمال پرستی کے معاملے میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور شیخ فخرالدین عراقیؒ میں بے پناہ فکری مشابہت و مماثلت پائی جاتی ہے. منقول ہے کہ

> ''شیخ فخر الدین عراقی و اوحد الدین کرمانی به مقتضای "المجاز قنطرة الحقیقه" عشق زیبا چهرگان و ماه رویان را اصل

مسلك خود قرار داده بودند وآن را وسيلۂ نيل به جمال و كمالِ مطلق مى شمردند".(۲۵)

دونوں مشائخ کے قریب ترین زمانے کے مآخذ میں بالکل ملتی جلتی ایک ایک حکایت درج ہے جن کی طرف مختصر اشارہ یہاں خالی از دلچسپی نہیں ہے. مقدمہ دیوان عراقی میں درج ہے کہ اُن کے اواخر حیات میں ملک الامراء دمشق کے صاحب جمال بیٹے کے چہرے پر اُن کی محبت آمیز نظر پڑی تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور وہ آپ کے قدموں میں گر کر معتقد بن گیا(۲۶)...... تاریخ گزیدہ میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کے احوال میں مرقوم ہے کہ زندگی کے ایامِ آخر میں جب آپ بغداد پہنچے تو خلیفہ بغداد کے حسین وجمیل بیٹے پر فریفتہ ہوگئے. شیخ اوحدالدینؒ کے فرمان سے محفل سماع منعقد کی گئی. دوران سماع خلیفہ کے بیٹے نے شیخ اوحدالدینؒ کے پاؤں پر سر رکھ دیا اور مرید ہوگیا.(۲۷)

شیخ اوحدی مراغی

شیخ رکن الدینؒ (یا اوحدالدین) بن حسین مراغی اصفہانی متخلص بہ اوحدی اپنے وقت کے جلیل القدر عرفا اور فضلاء میں سے تھے. ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے معروف متصوف شاعروں میں ان کا شمار ہوتا ہے. آپ نے مراغہ میں ولادت پائی اور کچھ عرصہ اِصفہان میں بھی سکونت اختیار کی. ۷۳۸ھ میں وفات پائی اور مراغہ تبریز میں مدفون ہوئے. آپ کی تصنیفات میں سے: دیوان شعر، مثنوی جام جم اور مثنوی منطق العشاق مشہور ہیں.

بہ قول مولانا جامیؒ: شیخ اوحدیؒ، شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کے اصحاب میں سے ہیں (۲۸) بعض دیگر تذکرہ نگاروں نے بھی جامی کی پیروی میں اس بات کو نقل کیا ہے. (۲۹) مگر یہ روایت مشکوک ہے اور زمانی اور تاریخی لحاظ سے شیخ عراقی کے ساتھ شیخ اوحدی کا رابطہ امکان پذیر نہیں.

شیخ عمر ابن الفارض مصریؒ

شیخ شرف الدین ابوحفص عمر بن الفارض مصریؒ اپنے دور کے مقتدائے اہل تصوف، پیشوائے موحد اور عارف کامل ہیں. قاہرہ میں ولادت ہوئی. اوائل عمر میں اپنے والد سے تعلیم و تربیت حاصل کی. پھر بہ روش صوفیہ سیر و سیاحت اور اکتساب فیض باطنی کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور طریقت میں سلطان حسین اخلاطی مصریؒ کی شاگردی کی. طرایق الحقایق میں مذکور ہے کہ انہوں نے خرقۂ خلافت شیخ شہاب

الدین عمر سہروردیؒ سے حاصل کیا۔(۳۰) شیخ الشیوخ کا اور اُن کا سن وصال ایک ہی ۶۳۲ ھ ہے۔

شیخ عراقیؒ، ابن فارضؒ کی رحلت کے وقت ۲۲ سال کے نوجوان تھے مگر ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ تاہم شیخ عراقیؒ ان کے تاثیر کلام سے متاثر ہوئے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسالہ لمعات کے آغاز میں حمد و صلوٰۃ کے مابین ''عمر بن الفارض'' کا عربی شعر درج کیا ہے:

انـی و ان کـنـت ابن آدم صـورۃ فـلـی فـیـه مـعـنـی شـاهـد بـابـوتـی

شیخ عراقیؒ نے پھر اس کی وضاحت میں دلچسپ فارسی شعر لکھا ہے:

گـفـتـا بـه صـورت ارچـه ز اولاد آدمـم از روی مـرتـبـت بـه هـمـه حال برتـرم

اس طرح حضرت ابن فارضؒ و شیخ عراقیؒ کے آثار و اشعار کے تقابلی مطالعہ سے ان کے تأثر و تأثیر کی علامات وافر مقدار میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ وہ ابن فارض کو ''سلطان العاشقین'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں جبکہ حضرت عراقیؒ بلا تردید ''عارف عاشق'' ہیں۔

شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ

شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ آپ کے شیخ طریقت ہیں۔ آپ کو ان سے والہانہ محبت تھی ان کی حیات طیبہ میں اور بعد از وصال شیخ عراقیؒ نے ان کے بڑے پرسوز قصیدے لکھے ہیں۔ آیئے ان میں سے چند اشعار دیکھئے تاکہ پیر و مرید کے درمیان تعلقات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

قصیدہ:۱

شیـخ شیـوخِ جهـان، قـطـب زمیـن و زمـان
غـوث هـمـه انـس و جـان، معتق سالك رقاب
پـرسـی اگـر در جهـان، کیسـت امـام الامـام؟
نشـنـوی از آسـمـان، جـز ذکـریـا جـواب

قصیدہ:۲

خـاص حق، صـاحـب قدوس، بهـاء الاسلام
غـوث دیـن، رحـمـتِ عـالـم ذکـریـا بیـنـنـد

قصیدہ:۳

شیخ ربانی، بہاء الحق و الدین
بوسہ بر خاک درش چون قدسیان ہر دم زنیم(۳۱)

پیر روشن ضمیر کی وفات حسرت آیات کے موقع پر حضرت عراقیؒ نے بڑے دلسوز، پُرسوز اور درد وفراق سے بھرپور لہجے میں ترکیب بند کی صورت میں ایک طویل عارفانہ مرثیہ کہا ہے کہ اس میں سے صرف ایک شعر برکت کے لیے بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے.

صاحب حق، بہای عالم قدس
ذکریا، ندیم رحمان کو؟(۳۲)

شیخ صدرالدین عارف ملتانی

شیخ صدرالدین عارفؒ، شیخ الاسلام ذکریا ملتانی سہروردیؒ کے فرزند ارجمند، خلفیہ، جانشین اور قائم مقام تھے. شیخ جمال الدین اوچی سہروردیؒ، شیخ احمد بن محمد قندھاری سہروردیؒ، شیخ علاء الدین خجندی سہروردیؒ اور شیخ حسام الدین ملتانی سہروردیؒ انہی کے تربیت یافتگان میں سے ہیں.(۳۳) *اخبار الاخیار* کی روایت کے مطابق تو امیر حسینی سادات ہروی سہروردیؒ بھی آپ کے خلفا اور مریدوں میں سے ہیں.(۳۴) جنہوں نے آپ کی مدح میں دلچسپ اشعار کہے ہیں مثلاً:

آن بلند آوازۂ عالم پناہ — سرور عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق — نہ فلک برخوان جودش یک طبق (۳۵)

بہر حال شیخ صدرالدین عارفؒ کی شخصیت بڑی محبوب تھی. ۶۸۶ھ میں وصال ہوا اور اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے. آپ کی تصانیف میں *کنوز الفواید* (مجموعۂ ملفوظات)، *وصایا* اور *تصریف جداولی* کے نام شامل ہیں.(۳۶)

شیخ عراقیؒ آپ کے بہنوئی تھے اور دونوں کے درمیان نہایت برادرانہ روابط اور مثالی دوستی تھی. شیخ عراقیؒ، حضرت صدرالدین عارفؒ کے اس قدر ارادت مند تھے کہ زیارتِ مدینہ منورہ کے موقع پر اس متبرک و مقدس مقام پر ان کی مدح میں یادگار قصیدہ کہا:

زندہ کردی شکستہ را بہ سہ بیت — کز دمِ عیسوی نشان دارد

حرزِ جان ساختم سہ بیت ترا کم ز صد فتنہ در امان دارد (۳۷)

شیخ عراقیؒ قونیہ میں قیام کے دوران بذریعہ خطوط شیخ اکبرؒ کے وحدتِ الوجودی افکار ونظریات شیخ صدر الدین عارف سہروردیؒ کو ملتان ارسال کیا کرتے تھے. اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیخ صدر الدین عارفؒ مشائخ برصغیر میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے شیخ اکبرؒ کے نظریات کا مطالعہ کیا اور ان کے عرفانی عقاید ونظریات سے آگاہی حاصل کی. (۳۸)

سیّد جلال الدین بخاری سرخ پوشؒ

سید جلال سرخ پوشؒ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کے خلیفۂ خاص تھے. آپ اوچ کے معروف سہروردی بزرگ سید جلال الدین بخاریؒ معروف بہ مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاری سہروردیؒ کے جد اعلیٰ ہیں. آپ تیس سال ملتان میں شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے پھر انہی کے مشورہ سے اوچ میں مستقر ہو گئے. (۳۹)

شیخ الاسلامؒ کے ملفوظاتِ طیبات *خلاصۃ العارفین* کا پہلا حصہ سید جلال سرخ پوش سہروردیؒ نے اپنے قلم سے ترتیب دیا تھا. جیسا کہ عرض کیا گیا ہے سید جلالؒ تیس سال اور شیخ عراقیؒ پچیس سال خانقاہ ذکریا میں مقیم رہے مگر عجیب بات ہے کہ کسی مآخذ میں سید جلال سرخ پوشؒ اور شیخ عراقیؒ کی باہم مصاحبت ومجالست کا ذکر دستیاب نہیں. تذکرہ مذکورہ میں دو بار سید وشیخ کی ہم مجلسی وہم نشینی کا ذکر اس طرح ملتا. زمانہ قریب کے مولف *تذکرہ بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردیؒ* جناب نور احمد فریدی نے دو جگہ پر دونوں مشائخ کا اکٹھا اس طرح ذکر کیا ہے:

۱- بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مخدوم عبد الرشیدؒ...... عم زادہ شیخ ذکریاؒ...... نے اپنے عزیزوں کے ہمراہ اپنی املاک کا رُخ کیا تو حضرت ذکریاؒ نے ان کی مدد اور سہولت کی خاطر سید جلال الدین بخاریؒ اور شیخ عراقیؒ کو ان کے ہمراہ بھیجا.

۲- شیخ عثمان سیاحؒ سے منقول ہے کہ ایک روز شیخ حمید الدین حاکمؒ، شیخ فخر الدین عراقیؒ اور سید جلال الدین بخاریؒ ایک ہی حجرہ میں محوِ عبادت تھے کہ دنیا میں ایک حسین وجمیل عورت کی شکل میں مزیدار نان ہاتھ میں لیے اُن کے امتحان کے لیے اُن کے پاس آئی. شیخ حاکمؒ نے جوتا اس کے سر پر دے مارا اور اسے بھگا دیا. شیخ عراقیؒ نے بھی اس طرف کوئی دھیان نہ دیا. لیکن سید جلال الدین

بخاریؒ نے دو نان پکڑ لیے اور ساتھ کہا کہ انہوں نے اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی اولاد کے لیے نان پکڑے ہیں.(۴۰)

سید امیر حسینی سادات ہرویؒ(۴۱)

آپ شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریاؒ کے مرید تھے اور ان کے فرزند شیخ صدر الدین عارف سہروردیؒ کو بھی اپنے شیخ کی طرح سمجھتے تھے.(۴۲) سید امیر حسینیؒ نے *کنز الرموز* میں دونوں مشائخ کی مدح بیان کی ہے.

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیا　　واصل حضرت ندیم کبریا

مفخر ملت بہاءِ شرع و دین　　جان پاکش منبع صدق و یقین

از وجود او بہ نزد دوستان　　جنت الماویٰ شدہ ہندوستان(۴۳)

سید امیر حسینیؒ ہرات سے ملتان آئے اور تربیت حاصل کرنے کے بعد حسب فرمانِ مرشدِ کریم اپنے وطن مالوف ہرات چلے گئے. آپ نے وہاں دعوت وارشاد کی مسند بچھائی اور اہل ہرات کو فیضیاب کیا. آپ کا سال وفات ۷۱۸ھ یا ۷۳۸ھ ہے.

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں سیّد امیر حسینی ہروی سہروردیؒ کو سعدی و رومی کے بعد قرار دیا گیا ہے.(۴۴) سیّد امیر حسینیؒ اور شیخ محمود شبستریؒ (م: ۷۲۰ھ) آپس میں دوست اور معاصر تھے. امیر حسینی نے اصولِ تصوف و تفکر کی مناسبت سے شیخ شبستری سے پندرہ یا سترہ سوالات منظوم شکل میں کیے جن کے جواب میں انہوں نے مثنوی *گلشن راز* لکھی جو فارسی ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے.

بہ قول دولت شاہ سمرقندی عراقی، امیر حسینی اور اوحدی مراغی سلوک میں ہم صحبت تھے. *لطایف اشرفی* میں منقول ہے کہ ''حضرت ذکریا ملتانی کی بیٹی سید امیر حسینیؒ کے عقد نکاح میں تھیں''.(۴۵) اس طرح شیخ عراقی اور امیر حسینی دونوں ہم زلف بھی قرار پاتے ہیں. *لطایف اشرفی* کی ہی روایت کے مطابق جب *لمعات* عراقی اور *نزهة الارواح* امیر حسینی، شیخ ذکریا کی خدمت میں پیش کی گئیں تو آپ نے فرمایا: *لمعات* نسبتِ خاص سے واقع ہوئی اور *نزهة الارواح* خاص بھی اور عام بھی ہے.''(۴۶)

ج۔ سلسلہ اکبریہ

شیخ محی الدین ابن عربیؒ

آپ ۵۶۰ھ میں اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے. ابتدائی تعلیم مرسیہ اور اشبیلیہ میں حاصل کی. قرطبہ میں ابن رشد سے ملاقات کی وہ ان دنوں قرطبہ کے قاضی اور ارسطو کے فلسفہ کے شارح اور مبلغ بھی تھے. امام فخر الدین رازیؒ اور ابن فارض مصریؒ جیسے فضلا کے ساتھ آپ نے خط و کتابت کی. شیخ الشیوخ سہروردیؒ، شیخ اوحد الدین کرمانی سہروردیؒ، شیخ عثمان رومیؒ، شیخ سعد الدین حموی سہروردیؒ اور مولانا جلال الدین رومی کے ساتھ بنفس نفیس آپ کی مجالست و مصاحبت رہی (۴۷). شیخ ابن عربی نے تفسیر، حدیث، تصوف، معرفت اور دیگر شعبہ جات میں پانچ سو سے زیادہ تصانیف عربی زبان میں یادگار چھوڑی ہیں. (۴۸)

آپ فلسفہ وحدت الوجود کے سخت قائل ہیں. شیخ علاء الدولہ سمنانی کبرویؒ (م:۷۳۶ھ) نے سب سے پہلے ان سے اختلاف کیا اور ان کے خلاف کتب و رسائل لکھے پھر ان کے تقریباً تین سو سال بعد شیخ احمد سرہندیؒ (م:۱۰۳۴ھ) نے بھی اُن کے فلسفہ واحدت الوجود کا بطلان کیا (۴۹)

آپ کے جملہ پیروکاروں اور شاگردوں میں سے شیخ صدر الدین قونیویؒ کے بعد شیخ فخر الدین عراقی سہروردیؒ کا اسم گرامی سرفہرست ہے جنہوں نے تعلیماتِ شیخ اکبر کو فارسی کا لباس پہنا کر فارسی خوان حلقوں اور فارسی زبان ملکوں میں عام کیا. صاحب *تذکرہ میخانہ* نے شرح احوال و مقامات عراقی کا آغاز ان الفاظ و القاب سے کیا ہے:

> "...... آن گوهر معدن تحقیق و آن لؤلؤ لجۂ تصدیق، عارفی فاضل و عاشقی کامل است. اکثر ارباب طریقت آن کاشفِ اسرارِ حقیقت را جوش خم میخانۂ عشق گفته اندو قرینۂ حضرت شیخ محی الدین عربیش خوانده اند. وصفِ دانش و فضیلت و رتبه و حالت آن بحر معرفت از کتاب لمعاتش لامع است". (۵۰)

مذہب عشقیہ اور جمال پرستی میں بھی شیخ ابن عربیؒ اور شیخ عراقیؒ میں شباہتِ فکری نمایاں ہے.

شیخ عراقیؒ نے زندگی بھر اپنے آثار و اشعار میں عشق کی تبلیغ کی اور شیخ ابن عربیؒ کے افکار، عقاید اور نظریات کا دل کھول کر پرچار کیا. آربری کے مطابق چونکہ فصوص الحکم ۲۷ فصول پر مشتمل ہے. گمان ہے کہ عراقی نے فصوص کی تقلید میں لمعات کی فصل بندی کی جو ۲۸ لمعات پر منقسم ہے اور شاید قونیوی نے بھی فصوص کے دروس کو ۲۷ مجالس میں پایہ تکمیل تک پہنچایا ہو اور عراقی نے ہر درس کے بعد ایک لمعہ ضبطِ تحریر کیا ہو. (۵۱)

شیخ ابن عربیؒ نے زندگی کے آخری چند سال دمشق میں گزارے اور وہیں ۶۳۸ھ میں وصال فرمایا. حضرت عراقیؒ نے بھی پچاس سال بعد ۶۸۸ھ کو دمشق میں وفات پائی اور قبرستان صالحیہ میں ہی ان کے پہلو میں دفن ہوئے. جمالی دہلوی (م: ۹۴۲ھ) کے بقول دمشق کی زیارت کے موقع پر صالحیہ میں مدفون ان بزرگوں کے بارے میں یہ مثل مشہور تھی:

"ھذا بحر العرب وھذا بحر العجم" (۵۲)

شیخ صدرالدین محمد قونیوی

آپ شیخ اکبر ابن عربیؒ کے خاص الخاص مرید اور خلیفہ ہیں. آپ ۶۱۲ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے. آپ کے والد ماجد شیخ مجدالدین اسحاقؒ کا شمار اپنے وقت کے بزرگانِ دین اور معتبر شخصیات میں ہوتا تھا. وہ بھی شیخ اکبر کے بڑے معتقد تھے. شیخ مجدالدین اسحاقؒ کی وفات کے بعد اُن کی اہلیہ سے شیخ اکبرؒ نے نکاح کر لیا اس طرح شیخ صدرالدین بچپن ہی سے ان کی فرزندی اور شاگردی میں آگئے.

مناقب اوحدالدین کرمانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ قونیوی نے شیخ اوحدالدین کرمانی سہروردیؒ کی صحبت و خدمت میں رہ کر بھی اکتساب فیض کیا ہے. شیخ صدرالدین کا مشہور قول ہے کہ "شیراز پستانِ دو مادر مزیدہ ام بمراد حضرت شیخ محی الدین و حضرت شیخ اوحد الدین است." (۵۳) شیخ صدرالدین قونیوی نے ۶۷۳ھ میں انتقال فرمایا.

قونیہ میں مولانا رومؒ کی محافلِ سماع میں شیخ فخرالدین عراقیؒ بھی ان کے ہمراہ ہوتے تھے. مولانا رومؒ روزانہ نماز میں حضرت قونیویؒ کی اقتدا کرتے اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بھی مولانا نے حضرت قونیویؒ کے حق میں وصیت فرمائی. (۵۴)

علامہ قطب الدین شیرازیؒ، شیخ موید الدین جندیؒ، مولانا شمس الدین ایکیؒ، شیخ فخر الدین عراقیؒ، شیخ سعیدالدین فرغانیؒ اور شیخ سعدی الدین حمویؒ جیسے اکابرین ان کے زیر تربیت رہے. (۵۵)

شیخ عراقی نے قونیہ جاکر *فتوحات مکیہ* اور *فصوص الحکم* کے دروس شیخ صدرالدین کی خدمت میں باقاعدہ پڑھے اوران کا خلاصہ *لمعات* کی صورت میں پیش کیا.حضرت قونیوی نے فرمایا ہے:

"فخر الدین عراقی، سّر سخن مردان آشکارا کردی و *لمعات* به حقیقت لب فصوص است."

پھر یہ کہ"شیخ صدر الدین را محبتی و اعتقادی عظیم در حق شیخ فخر الدین بود و هر روز زیادت می شد."(۵٦)

بہرحال ارتباطِ افکارِحضرت قونیوی اور شیخ عراقی کے لیے یہی کافی ہے کہ دونوں بزرگ مسلک وحدت وجود کے زبردست مبلغ اور شارح تھے.حضرت قونیوی عقاید وآراءِ شیخ اکبرکوعربی تصانیف کے ذریعے شرح اور تفسیر کرتے تھے.اور شیخ عراقیؒ افکاروعقاید حضرت ابن عربیؒ کوفارسی زبان میں شعرو نثر میں منتقل کرکے پیش کرتے.

د-سلسلہ مولویہ

مولانا شمس الدین تبریزیؒ

مولانا شمس الدین محمد بن علی بن ملک داد تبریزی معروف بہ شمس تبریزیؒ ساتویں صدی ہجری کے عرفائے نامدار میں سے ہیں.مولانا جلال الدین رومیؒ کے مرشد طریقت اور رہبر معرفت ہیں. (۵۷)سلوک وتصوف میں آپ شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزیؒ، شیخ رکن الدین سجاسی سہروردیؒ اور باباکمال الدین جندیؒ کے شاگرد رشید تھے.(۵۸).قونیہ میں ورود سے پیشتر مولانا شمس بغداد، حلب، دمشق اور روم میں آپ متعدد اقطاب واولیا کے خدمت سے فیضیاب ہوئے:

"منقولست که چون حضرت مولانا شمس به شهرارزن الروم رسید به مکتب داری مشغول شد."(۵۹)

مولانا روم کے پاس آپ ٦۴۲ھ سے ٦۴۵ھ تک رہے پھر کہیں چلے گئے.مولانا کا دیوان غزلیات یا کلیات اسی وصال وفراق کے زمانہ کی یادگار ہے.استاد جلال الدین ہمائی کے مطابق شمس تبریزؒ شعروادب فارسی، حدیث، فقہ، فلسفہ، کلام، عرفان اور تفسیر قرآن پر کافی عبور رکھتے تھے کہ کتاب

مقالات شمس اس امر کی روشن دلیل ہے.(٦٠)

حضرت شمس تبریزیؒ اور شیخ فخر الدین عراقیؒ کے روابط پر بابا کمال الدین جندیؒ اور شیخ رکن الدین سجاسیؒ کی ذیل میں روشنی ڈالی جا چکی ہے یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ

صاحب *جواہر الاسرار* شارح مثنوی مولوی کے مطابق جب شیخ عراقیؒ اور شیخ شمس تبریزیؒ بابا کمال جندیؒ کے زیر تربیت تھے تو جو انکشافات و مشاہدات الٰہیہ پیش آتے وہ شیخ عراقیؒ جب بابا کمالؒ کی نظر سے گزارتے تو بابا مولانا شمسؒ سے پوچھتے: اے فرزند وہ اسرار و حقایق جو فرزند عراقیؒ ظاہر کرتا ہے، وہ تجھ پر نمودار نہیں ہوتے؟ شمس جواب دیتے کہ مجھے اس سے بیشتر مشاہدہ ہوتا ہے مگر برادرم عراقیؒ اسرار و حقایق الٰہیہ کو علوم مصطلحات کے ذریعے نیک لباس میں بیان کر لیتا ہے مگر مجھ میں اس اسلوب نگارش کی قوت نہیں ہے تو مولانا جامی نے حضرت شمس کے حق میں ایک بڑا دلچسپ اضافہ پیشگوئی کے انداز میں کیا ہے جس کا ذکر یہاں ناگزیر ہے:

> "بابا کمال فرمود که حق سبحانه و تعالیٰ ترا مصاحبی روزی کند که معارف و حقایق اولین و آخرین را به نام تو اظهار کند و ینابیع حکم از دل اوبر زبانش جاری شود و به لباس حرف و صوت درآید، طراز آن لباس نام تو باشد." (٦١)

> "بابا کمال نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے ایک روز ایسا مصاحب عطا کرے گا جو اوّل و آخر معارف و حقایق باطنیہ کو تیرے نام سے اظہار کرے گا اور اُس کے دل کی گہرائیوں سے نمودار ہونے والے حکمت کے نگینے اُس کی زبان سے جاری ہونگے اور حرف و صوت کے لباس میں ظہور پذیر ہونگے، مگر اس لباس کا لبادہ تیرے نام ہوگا۔"

خلاصہ یہ کہ درست یا نادرست روایات کی رُو سے مولانا شمس تبریزیؒ اور شیخ فخر الدین عراقیؒ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر باہم دیگر رہے ہیں.

مولانا جلال الدین رومی (٦٢)

مولانا روم سلسلۂ طریقت مولویہ کے بانی اور شعرائے متصوفہ کے سرحلقہ ہیں. ان کے والد بہاء الدین ولد، نجم الدین کبریٰ کے مریدوں میں شمار ہوتے ہیں (٦٣). وہ بلخ کے مفتی اور واعظ تھے.

سلطان خوارزم شاہ (۵۹۶-۶۱۷ھ) سے رنجش کی بنا پر وہ بلخ سے ہجرت کر گئے. مولانا روم کا اس وقت بچپن کا زمانہ تھا. دورانِ راہ نیشاپور میں خواجہ فریدالدین عطارؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مولانا رومی کو دیکھ کر اپنی *مثنوی اسرار نامہ* کا ایک نسخہ انہیں اہدا کیا اور ان کے والد کو تربیت کی ہدایت فرمائی.

''زود باشد که این پسر تو آتش در سوختگان عالم زند.'' (۶۴)

مولانا بہاء الدین ولد بغداد، مکہ اور مدینہ میں زیارت اور حج کی سعادت کے بعد پہلے شام پھر روم کے مختلف شہروں میں قیام کیا. بالآخر سلطان علاء الدین کیقباد (۶۱۶-۶۳۴ھ) کی خواہش پر قونیہ میں مستقر ہو گئے. یہیں ۶۲۸ھ کو آپ نے وفات پائی (۶۵).

مولانا رومؒ کی عمر اس وقت چوبیس سال تھی. علوم و معارف اسلامی میں کافی مہارت حاصل کر چکے تھے. والد کی نشست پر بیٹھ کر فتویٰ اور وعظ میں مشغول ہو گئے. سید برھان الدین محقق ترمذیؒ جو مولانا کے والد کے شاگردوں میں سے تھے نے مزید تربیت سے نوازا اور اس دور کے معروف علمی مراکز حلب اور دمشق میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بھیج دیا. *رسالہ فریدون* کی روایت کے مطابق دمشق میں قیام کے دوران مولانا کی صحبتیں شیخ ابن العربیؒ، سعد الدین حمویؒ، اوحد الدین کرمانی سہروردیؒ اور صدر الدین قونیویؒ جیسے اکابر زمانہ کے ساتھ رہیں. (۶۶)

۶۳۸ھ کو سید محقق ترمذی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے تو خانقاہِ مولویہ کا سارا نظام مولانا نے خود سنبھال لیا. ۶۴۲ھ میں ایک روز اچانک دورانِ درس شمس تبریزی سے ان کی ملاقات ہوئی اور مولانا کی زندگی میں عجیب و غریب تغیر ظہور پذیر ہوا، انہوں نے درس و تدریس کا کام چھوڑ چھاڑ کر ہمہ وقت اور ہمہ تن شمس کی صحبت و ہم نشینی میں گزارنا شروع کر دیا اور مکمل طور پر عشق و معرفت کی دنیا میں چلے گئے.

۶۴۵ھ میں مولانا شمس اچانک غائب ہو گئے تو مولانا رومی پر آشفتگی و شوریدگی غالب آ گئی. وہ زندگی بھر شمس کے فراق میں اور اُن کی یاد میں سرگرداں رہے. بلا شک و تردید مولانا رومی " تصوف اسلامی اور شعر عرفانی کو اوجِ کمال تک پہنچا کر ۶۷۲ھ کو اس دنیائے فانی سے راہی ملک عدم ہو گئے. (۶۷) شیخ عراقیؒ ان کی مجلس ترحیم میں موجود تھے.

مولانا رومؒ اور شیخ عراقیؒ کے درمیان دوستانہ روابط استوار تھے. افلاکی نے *مناقب العارفین* میں تین حکایات میں ان کے روابط، محافل سماع میں باہم شرکت اور مولانا کی وفاتِ حسرت آیات کے موقع پر عراقی کی شمولیت کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے.

استاد بدیع الزمان فروزانفر نے شرح مثنوی شریف میں مثنوی معنوی کے بیت:

"ھر کسی از ظن خود شد یار من   از درونِ من نجست اسرار من"

کی شرح میں رابطہ مولوی و عراقی کو بڑے نفیس انداز میں بیان کیا ہے. وہ لکھتے ہیں: اگر فرض کیا جائے مولانا کی شکایت درست ہے تو پھر مولانا کو ان کے معاصرین نے اچھی طرح نہیں پہچانا حتیٰ کہ ان کے نزدیکی مصاحبین بھی ان کے مقام معنوی کی شناخت میں یکساں نہیں تھے مثلاً شمس الدین تبریزیؒ، صلاح الدین زرکوبؒ اور حسام الدین چلپی ...... جو اُن کے برگزیدہ دوستوں میں شمار ہوتے ہیں بھی مولانا کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکے. اسی بات کو افلاکی نے شیخ عراقی کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے:

"پیوستہ شیخ فخر الدین در سماع مدرسہ حاضر شدی و دایماً از عظمت مولانا بازگفتی و آہ ھا زدی و گفتی کہ او را ھیچ کس کما ینبغی ادراك نکرد، درین عالم غریب آمد و غریب رفت." (٦٨)

شیخ فخر الدین عراقی مدرسہ کی محفل سماع میں باقاعدہ حاضر ہوتے اور ہمیشہ مولانا رومی کی عظمت کو بیان کرتے، آہیں بھرتے اور کہتے کہ انہیں کسی شخص نے حتی المقدور درک نہیں کیا. وہ اس جہانِ فانی میں عجیب حالت میں آئے اور عجیب حالت میں چلے گئے.

مولانا اور شیخ عراقی کے عقاید و افکار کے ارتباط کے ضمن میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان ہر دو شخصیات نے عرفانِ الٰہی کو شور و شوق و جذباتِ عشق سے لبریز پایا ہے. ہمارے دونوں عرفا کی غزلیات میں گرمی، تاثیر، وارفتگی، سوز، تڑپ، ذوق، سوزش اور بے پناہ جوش کارفرما ہے. ان کے افکار و نظریات کا محور و مرکز عشق ہے اور عشق کا دایرہ اتنا وسیع و عریض ہے کہ دیوانِ شمس اور مثنوی معنوی مولوی ایک طرف سے اور دیوان غزلیات، مثنوی عشاقنامہ اور رسالہ لمعاتِ عراقی دوسری جانب سے اس کے اندر سرگرداں ہیں. مذکورہ آثار میں یہ صاحبان جو کچھ کہتے ہیں، جس ماضی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں، جس طرف کا رخ کرتے ہیں، وہ اسی دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے کرتے ہیں، چنانچہ دیوان غزلیات عراقی بھی دیوان غزلیات شمس تبریزی کے مفاہیم و مطالب کا عکس معلوم ہوتا ہے. (٦٩)

ذیل میں مولوی اور عراقی کی چند ہم معنی و ہم آہنگ اور ہم قافیہ و ہم ردیف غزلیات بطور نمونہ

پیش کی جاتی ہیں:

مولوی:	عراقی:
بنمای رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست	یك لحظه دیدن رخ جانانم آرزوست
بکشای لب کہ قند فراوانم آرزوست (۷۰)	یك دم وصال آن مه خوبانم آرزوست (۷۱)
آمدم من بیدل و جان ای پسر	سربسر از لطف جانی ای پسر
رنگ من بیں، راز برخواں ای پسر (۷۲)	خوشتراز جان چیست؟ آنی ای پسر (۷۳)
باصد ہزار دستان آمد خیال یاری	تاچند عشق بازیم برروی هرنگاری
دریای او بمیرا ہرجابود نگاری (۷۴)	چون می شویم عاشق بر چهرهٔ توباری (۷۵)
بیابیا کہ شدم در غم تو سودانی	بیاکه بی تو به جان آمدم ز تنهائی
درآدرآکہ بہ جان آمدم ز تنہانی (۱۷۵)	نماند صبر و مرا بیش ازین شکیبائی (۷۷)

شیخ عراقیؒ کے احباب، ہم درس اور معاصر

شیخ عراقی اپنی زندگی میں کئی خانقاہوں، علمی مراکز، شہروں اور ملکوں میں رہے. اس دوران مذکورہ بالا مشائخ کے علاوہ بعض غیر معروف علمی و عرفانی شخصیات کے ساتھ بھی اُن کا ربط و ضبط رہا. یہاں ان چند ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے.

دیوان عراقی میں ہمیں شیخ حمید الدین احمد الواعظؒ، شیخ حمید الدینؒ اور عزیز الدین محمد الحاجیؒ کی مدح میں ایک ایک قصیدہ ملتا ہے. شیخ عماد الدین سہروردیؒ کا نام مقدمۂ دیوان میں بطور مقرب شیخ بہاء الدین ذکریاؒ منقول ہے. شیخ عراقیؒ نے ایک نظم میں ان کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا ہے. قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خانقاہِ ذکریا میں بطورِ خادمِ خاص اور نگران خدمات انجام دیتے تھے. نظم کا مطلع یوں ہے:

راحتِ دوستان عماد الدین
چونکه امروز بهترك هستی (۷۸)

مولانا امین الدین حاجی سہروردیؒ کا نام بھی مقدمۂ دیوان میں ضبط ہے. سلطان حمید الدین

حاکم سہروردیؒ اور سید امیر حسینی ہروی شیخ الاسلام ذکریا ملتانیؒ کے داماد اور شیخ عراقیؒ کے ہم زلف تھے اور خانقاہ ذکریا ملتان میں اقامت کے دوران لازماً حضرت عراقی کا ان لوگوں کے ساتھ تعلق خاطر رہا ہوگا.

افلاکی نے شیخ مؤیدالدین جندیؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک روز شیخ صدرالدین قونیویؒ اپنے خاص دوستوں اور صوفی منش شاگردوں مثلاً شیخ شمس الدین ایکیؒ، شیخ شرف الدین موصلیؒ، شیخ سعید فرغانیؒ، شیخ عراقی سہروردیؒ اور شیخ نصیرالدین قونیویؒ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ مولانا رومی کی سیرت کا ذکر چھڑ گیا. شیخ صدرالدین قونیویؒ نے بہ صدقِ تمام مولانا کی تعریف بڑے ذوق و حال سے بیان کی اور سب شاگردوں نے آفرین کہا.(۷۹)

جمالی دہلوی سہروردیؒ کی روایت کے مطابق شیخ عراقیؒ کی حضرت قونیوی سے ملاقات کروانے والے شیخ مؤیدالدین جندی تھے.(۸۰) *مجالس العشاق* کی روایت کے مطابق قونیہ میں جو اٹھارہ نفوسِ قدسیہ شیخ صدرالدین قونیویؒ کی خدمت میں فصوص الحکم کا درس پڑھتے تھے. اُن میں شیخ عراقیؒ بھی شامل تھے.(۸۱)

صاحب *مناقب العارفین* نے ایک حکایت میں مولانا رومیؒ اور شیخ عراقیؒ کے قونیہ کے مدرسہ میں سماع کی محفل میں اکٹھے شرکت کا ذکر کیا ہے وہاں شیخ محمود نجارؒ کی زبانی روایت بیان کی گئی ہے اور مولانا اکمل الدین طبیبؒ "جمیع اکابر و علما کے ساتھ اہل سماع کی نگہداشت کر رہے تھے. اس طرح یہ دو نام بھی شیخ عراقیؒ کے دوستوں، مداحوں اور بہی خواہوں میں شمار کئے جا سکتے ہیں.

بنابہ گفتار شیخ محمود نجار: "و خدمت شیخ عراقی که ازعارفان زمان بود درآن ساعت حالتی کرده......"(۸۲)

مولانا رومیؒ کی تعزیت اور جنازہ کے وقت بھی شیخ عراقیؒ خانقاہ مولویہ میں موجود تھے. وہاں شیخ عراقیؒ نے مولانا کے بہت سارے دوستوں، مریدوں اور ارادتمندوں کو دیکھا ہوگا اور اُن سے ملے ہونگے. ایک حکایت میں "کمال الدین امیر محفل" کا نام آتا ہے کہ وہ سرراہ کھڑا ہر آنے والے کا استقبال کرتا اور القاب کہتا تھا. اُس نے شیخ صدرالدین قونیویؒ کا بڑے احترام و اعزاز کے ساتھ خیر مقدم کیا اور شیخ فخرالدین عراقیؒ کی روانگی کا ذکر کیا.(۸۳)

ان سب ہم درس عرفا و صوفیہ میں سے شیخ مؤ الدین جندیؒ کی فضیلت زیادہ ہے وہ اس لیے کہ:

۱- افلاکی نے اُن کا ذکر کیا ہے، تاہم جامی اور جمالی نے دوسروں کی نسبت اُن کو نمایاں حیثیت دی ہے۔

۲- جمالی نے *سیر العارفین* میں قونیوی و عراقی کے اتصال میں، مؤالدین جندیؒ کو واسطہ قرار دیا ہے۔

۳- مولانا جامی نے *نفحات الانس* میں شیخ مؤالدین جندیؒ کے احوال میں اُن کی ایک عربی دوبیتی درج کی ہے جسے شیخ عراقی نے لمعات میں بھی نقل کیا ہے۔ (۸۴)

مقام شیخ عراقی نزدِ سلاطین وامراءِ عصر

۱- سلطانِ عمان (۸۵)

شیخ عراقی اپنے مرشدِ طریقت شیخ زکریا ملتانی (م: ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء) کے وصال کے بعد جب ملتان سے نکلے تو سب سے پہلے سلطنت عمان پہنچے مریدین کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی جب یہ قافلہ عمان کی حدود میں داخل ہوا سلطانِ عمان نے اپنے درباریوں کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا اپنے ہاتھوں سے شربت پیش کیا۔ سلطان نے اپنے خاص گھوڑے پر شیخ عراقی کو سوار کیا اوران کے اصحاب کو بھی انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ شاہی دربار میں لایا گیا۔ خاص خانقاہ میں آپ کا ڈیرہ لگوایا، مناسب انتظامات کا اہتمام کیا گیا اور قرار واقعی خدمات انجام دی گئیں۔ چند روز کے بعد سلطان نے آپ کو شیخ الشیوخی کا منصب عطا کر دیا۔ اس بناء پر علاقے کے تمام لوگ از قبیل علما، فضلا اور صوفیہ شیخ عراقیؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور کسب فیض کرتے۔ (۸۶)

شیخ عراقیؒ نے جب ایام حج کے قریب سلطان سے اجازت چاہی تو سلطان اس کے لیے رضا مند نہ ہوا پھر بھی شیخ سلطان کی رخصت کے بغیر سرزمین حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب سلطان کو اطلاع دی گئی تو حضرت عراقی سے ارادتمندی کے زیر اثر ان کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا، لیکن گھوڑے پر سوار ہوتے وقت رکاب سے پاؤں پھسل گیا تو اسے بُری فال سمجھتے ہوئے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ البتہ اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو مال ونعمت دے کر حضرت کے قافلے کے پیچھے بھیجا اور انہیں واپس لانے کی تاکید کی۔ حضرت عراقی واپسی پر آمادہ نہ ہوئے تو وفد نے عمان واپس جا کر سلطان کو مطلع کر دیا۔ (۸۷)

۲-امیر معین الدین پروانہ

امیر معین الدین ابو المعانی سلیمان بن علی دیلمی معروف بہ پروانہ ساتویں صدی ہجری کے مشاہیر امراء اور آل سلجوق کے نامدار و مقتدر وزراء میں سے تھا۔ وہ ابتدا میں مکتب دار تھا لیکن اپنی ذہانت وفراست کے بل بوتے پر بالاتر مقامات تک پہنچا۔ ۶۵۸ھ سے ۶۷۵ھ تک ممالک روم میں فرمانروا کے نائب کی حیثیت سے فائز رہا۔ سلجوقی بادشاہوں کی سلطنت میں امیر معین الدین پروانہ بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ یہی فوق العادہ اہمیت و عظمت بالآخر اس کی ہلاکت کا موجب بنی۔ مغل فرمانروا اباقا خاں (۶۶۳-۶۸۳ھ) نے اسے بادشاہِ مصر غالباً رکن الدین بیبرس کے ساتھ مخلصانہ طرز عمل کی بابت ۶۷۵ھ میں قتل کروا دیا۔ مغل یہاں تک امیر پروانہ سے رنجیدہ خاطر تھے کہ انہوں نے اس کا گوشت دیگ میں پکوایا اور کھایا۔(۸۸)

الاوامر العلانیہ میں تحریر ہے کہ امیر معین الدین پروانہ اپنی حکومت اور وزارت کے ایام میں ایک لحہ بھی فارغ نہیں گزارتا تھا۔ وہ اپنے اکثر اوقات خلوت اور بیشتر حالات میں علما، اتقیا، زہاد، عباد اور عرفا کی محافل میں مستغرق رہتا اور اسے اپنے لیے جاوداں خوش بختی سمجھتا تھا۔ اور شعر و ادبیاتِ ایران میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔(۸۹) امیر پروانہ نے کتاب *جامع الاصول* شیخ صدر الدین قونیوی سے سماع کی تھی۔ مولانا رومی سے اسے بے حد عقیدت وارادت تھی۔ *فیہ ما فیہ* کے ملفوظات کا کچھ حصہ پروانہ سے خطاب پر مشتمل ہے۔ مولانا کے اشارہ ہی سے پروانہ نے شیخ عراقی کی خاطر توقات کے مقام پر خانقاہ تعمیر کرائی اور انہیں شیخ خانقاہ کا مرتبہ عطا کیا۔(۹۰)

قرائن وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا رومی کی رحلت کے بعد مشائخ میں سے شیخ عراقی امیر پروانہ کے زیادہ مطمح نظر تھے" گویند کہ اگریك روز معین الدین بہ خدمت شیخ عراقی نرسیدی آن روز از عمر نشمر دی۔" پروانہ شیخ عراقی کا عظیم محب اور معتقد تھا۔ ایک روز پروانہ نے کچھ نذر آپ کی خدمت میں پیش کی، آپ نے نذر قبول کرنے سے احتراز کیا اور حسن قوال کو بلانے اور محفل سماع برپا کرنے کی فرمائش کی اور تین روز مسلسل سماع کیا۔

ایک روز پروانہ میدان سے گزر رہا تھا، دیکھا کہ عراقی چوگان ہاتھ میں پکڑے، لڑکوں کے درمیان کھڑے تھے۔ پروانہ نے کہا کہ ہم کس طرف سے آئیں تو عراقی نے راستے کی طرف اشارہ کیا اور پروانہ چلا گیا۔ اس طریقے سے پروانہ شیخ عراقی کا بہت احترام بجا لاتا تھا اور عراقی بھی اس سے

والہانہ محبت رکھتے تھے۔(۹۱) تازندگی پروانہ شیخ کے آدابِ بندگی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے انتہائی سعادت خیال کرتا رہا۔

پروانہ کے آخری ایّام میں جب وقت کے مغل بادشاہ نے اسے طلب کیا تو پروانہ سمجھ گیا کہ معاملہ خراب ہے۔ اسی رات پروانہ حضرت عراقی کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک تھیلی جو لعل و یاقوت و جواہر سے پُر تھی، شیخ عراقی کے سامنے رکھی اور کہا: عالی جناب! بادشاہ وقت نے بلا بھیجا ہے اور میرے احوال سازگار نہیں ہیں۔ یہ امانت آپ کے سپرد کرتا ہوں، اسے میرے بیٹے کی رہائی کے ضمن میں استعمال کیا جائے۔ یہ سن کر عراقی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پروانہ بھی رونے لگا اور بادشاہِ مصر کی قید سے اپنے فرزند کی رہائی کے لیے التجا کی، خدا حافظ کہا اور پھر لوٹ کے واپس نہ آیا۔(۹۲) ظالم مغلوں نے اسے شہادت کے رُتبے سے واصل کر دیا تھا۔

۳-خواجہ شمس الدین صاحب دیوان جوینی

خواجہ شمس الدین محمد بن بہاء الدین محمد جوینی شاہانِ مغول کے عہد میں وزیر باتدبیر اور پدر در پدر خراسان کے بزرگوں میں سے تھے۔ وہ سالہا سال تک ہلاکو خاں (م:۶۶۴ھ) کے وزیر رہے۔ اباقا خاں نے بھی خواجہ شمس الدین کو منصب وزارت پر قائم رکھا۔ سلطان احمد تگودار (م:۶۸۴ھ) کے دورِ سلطنت میں خواجہ شمس اور اُس کا خاندان اوجِ کمال پر تھا۔ لیکن ارغون خاں (۶۸۳-۶۹۰ھ) کے تخت نشین ہوتے ہی خواجہ کا ستارۂ اقبال یکدم غروب ہو گیا۔(۹۳) ارغون خاں کے آغازِ حکومت میں ہی بدخواہوں کی شکایت کے زیر اثر ۶۸۳ھ میں قراباغ آذربائیجان میں دریائے اہر کے کنارے نمازِ عصر کے وقت خواجہ کو شہید کر دیا گیا۔(۹۴)

خواجہ کے زمانۂ وزارت میں علم و ادب خوب پروان چڑھا۔ خواجہ صاحبانِ شعر و نثر کا خاص خیال رکھتا اور اُن کو انعام و اکرام سے نوازتا رہتا تھا۔ وہ خود بھی نظم و نثر میں توانائی سے سرفراز تھا۔ بطور نمونہ ایک شعر درج ہے جو خواجہ نے بہ وقت شہادت کہا تھا:

ھر تیر کہ از قضیۂ تقدیر برون شد   کی شاید زان تیر بہ تدبیر حذر کرد(۹۵)

خواجہ شمس الدین اور حضرت عراقی کے روابط میں کوئی شک نہیں ہے۔ عراقی نے مثنوی عشاقنامہ میں دسویں فصل خواجہ شمس کے نام منسوب و معنون کی ہے۔ مقدمہ دیوانِ عراقی کی روایت ہے کہ خواجہ شمس نے حضرت عراقی کی خانقاہ میں توقات جا کر اُن کی زیارت کی۔ جس زمانے میں سلطان اباقا خاں نے

خواجہ کو امیر پروانہ کی املاک واموال ضبط کرنے کے لیے روم بھیجا تھا، خواجہ توقات میں شیخ عراقی کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوا۔ سیر وسلوک کی بحث میں شیخ عراقی اس قدر سرگرم ہوئے اور عرفان کی گفتگو کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ خواجہ پر گریہ طاری ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔(۹۶) خواجہ کی حضرت عراقی سے ارادت وعقیدت دو چند ہو گئی۔ چنانچہ امیر پروانہ کی ہلاکت کے بعد، خواجہ شمس، مغول حاسدین ومعاندین کے چنگل سے عراقی کی نجات کا باعث بنے اور توقات سے ان کے لیے راہِ فرار فراہم کی۔ شیخ عراقی نے بھی مثنوی *عشاقنامہ* کے دیباچے میں صریحاً خواجہ شمس الدین کی مدح سرائی کی ہے:

سرور سروران روی زمین — خواجہ روزگار شمس الدین (۹۷)

صدر اسلام، صاحب اعظم — افتخار عرب، جمال عجم

آصف روزگار، صدر جہان — شاہ خواجہ صاحب دیوان (۹۸)

اس کے علاوہ *مجمل التواریخ* کی روایت کے مطابق خواجہ شمس الدین نے اپنی شہادت کے موقع پر جو وصیت نامہ لکھوایا اس میں درج کرایا کہ ''حرم بزرگ تبریز سے کہاں جا سکتی ہے، وہیں ہم دو بھائیوں کی قبروں کے قریب رہائش پذیر رہے۔ اگر شیخ فخر الدینؒ کی خانقاہ میں عمارت تعمیر کی جا سکے تو یہ بھی وہاں چلی جائیں''(۹۹) اس طرح خواجہ شمس الدین نے وصیت میں اپنے اہل خانہ کو تلقین کی اور تجویز پیش کی کہ محفوظ زندگی گزارنے کے لیے توقات کے مقام پر شیخ عراقیؒ کی خانقاہ میں منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ خواجہ شمس الدین زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت عراقی کی یاد اور اعتقاد سے غافل نہیں رہے۔

۴- ملک ظاہر بیبرس سلطان مصر

ملک ظاہر بیبرس (۶۵۸-۶۷۶ھ) کا پورا نام ملک ظاہر رکن الدین ابو الفتوح بندقداری صالحی ترکی معروف بہ بیبرس ہے۔ مصر، شام اور حجاز کے علاقے بیک وقت اُن کے زیر سلطنت تھے۔ خاندان ممالیک بحری سے ان کا تعلق ہے۔ ۶۲۰ھ میں پیدا ہوئے (۱۰۰)۔ شروع میں وہ امیر علاء الدین بندقداری صالحی جو ملک صالح علی بندقداری کا ماتحت تھا، کی انتظامیہ کا رکن تھا۔ ملک صالح علی نے امیر علاء الدین سے خرید کر شفقت فرمائی اور ملک ظاہر کا کام روز بروز ترقی کرتا گیا حتیٰ کہ ماہ ذیقعد ۶۵۸ھ کو وہ مصر کے تخت پر براجمان ہو گیا، چونکہ وہ شجاعت، امانت اور دیانت کی صفات سے مزین تھا، اس

کی مقبولیت بڑھتی گئی. وہ ہمیشہ دین اسلام کی حمایت میں کوشاں رہتا اور جہاد میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا. اٹھارہ سال حکومت کر کے بالآخر ۲۸ محرم ۶۷۶ھ میں وفات پا گیا. (۱۰۱)

شیخ عراقی تقریباً ۶۷۵ھ کو مصر میں آئے تو اس زمانے میں سلطان مصر ملک ظاہر بیبرس زندہ تھا پھر شیخ عراقی اس کے حین حیات میں ہی دمشق چلے گئے. اس بنا پر حضرت عراقی زیادہ عرصہ مصر میں نہیں ٹھہرے. البتہ جتنا عرصہ مصر میں آپ نے قیام کیا، بڑی عزت واحترام کے ساتھ وقت گزارا. ملک ظاہر بیبرس نے مصر میں 'خانقاہ بیبرسیہ' قائم کر رکھی تھی. (۱۰۲)

پہلی بار جب سلطانِ مصر حضرت عراقیؒ سے ملا تو انہوں نے زرد جواہر سے بھرپور تھیلی بغیر ہاتھ لگائے سلطانِ مصر کے سپرد کی جو امیر معین الدین پروانہ نے اپنے فرزند کی اُن کی قید سے رہائی کی خاطر عراقی کے ہاتھ سلطانِ مصر کو ارسال کی تھی. سلطان آپ کے اس طرزِ عمل سے اس قدر حیرت زدہ ہوا کہ اُس نے اسی وقت پروانہ کے بیٹے کی قید سے رہائی کا حکم صادر فرمادیا. پھر حضرت عراقی سلطان کی حیرت کو رفع کرنے کے لیے گویا ہوئے تو سلطان آپ کی عارفانہ گفتگو سے اتنا متاثر ہوا کہ شیخ عراقی کے احترام میں مسندِ سلطنت سے نیچے اتر کر اُن کی خدمت میں بیٹھ گیا اور آپ کا مرید و معتقد بن گیا. (۱۰۳) کہتے ہیں سلطان بیبرس اُس روز اتنا رویا کہ پہلے زندگی بھر کبھی نہیں رویا تھا.

شیخ عراقی کو شیخ الشیوخ مصر کے منصب جلیلہ پر فائز کر دیا اور فرمان جاری کیا کہ شہر کے سارے صوفیہ، علما اور فضلا اجلاس کے لیے حضرتِ والا کی درگاہ میں جمع ہوں، چنانچہ اگلی صبح بہ روایت مقدمہ دیوان هزار صوفی اور بہ حوالہ تـذکرہ میخانہ چھ ہزار صوفی آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو گئے. سلطان کے حکم سے خاص گھوڑا تیار کیا گیا اور شیخ عراقی کو خلعت وطیلسان پہنا کر سوار کیا اور آپ کی عزت افزائی کی خاطر باقی سب صوفیہ وعلما آپ کی معیت میں پیادہ روانہ ہوئے. (۱۰۴) سلطان مصر کی جانب سے حضرت عراقی کو عام اجازت تھی کہ وہ جب چاہیں دربار میں بے دھڑک چلے آئیں. سلطان نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا کہ جب بھی حضرت تشریف لائیں خواہ وہ محوِ استراحت ہو یا حرم سرا میں موجود ہو، بلا تأمل اُسے اطلاع دی جائے تا کہ حضرت کو کسی طرح کی دقت محسوس نہ ہو. لیکن اس کے باوجود حضرت عراقی نے مصر میں زیادہ عرصہ قیام نہ کیا اور اس اعزاز واکرام سے ملول خاطر ہو کر جلد ہی شام کی راہ اختیار کی اور دمشق چلے گئے.

۵-امراءِ دمشق

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عراقی ۶۷۵ھ کے آخر یا ۶۷۶ھ کے شروع ایام میں مصر سے دمشق پہنچے۔ آپ کے دمشق میں دورِ سکونت ۶۸۸ھ تک حوادثِ روزگار کے طفیل متعدد امراء عروج و زوال کا شکار ہوئے۔ ان میں سے دو امیر ہمارے پیشِ نظر ہیں: اوّل، عز الدین ایدمر الظاہری (۶۷۰ھ-۶۷۸ھ) کہ حضرت کے دمشق میں ورود کے وقت برسرِ اقتدار تھا۔ دوسرا، حسام الدین لاجین المنصوری (۶۷۹-۶۹۰ھ) کہ جناب عراقی کی رحلت کے موقع پر دمشق کا حاکمِ اعلیٰ تھا۔ ۶۷۸ھ تا ۶۷۹ھ کے قلیل عرصے میں کئی ایک لوگ دمشق کی حکمرانی پر فائز ہوئے اور معزول ہو گئے۔(۱۰۵) لیکن ہمارا مقصد صرف ان دو امیروں کا تعارف ہے جن کا رابطہ حضرت عراقی سے تھا اور وہ اُن کا احترام بجا لاتے تھے۔

امیر کبیر الدین (۱۰۶) ۶۷۰ھ میں ملک ظاہر بیبرس کی وساطت سے دمشق کا فرمانروا تعینات ہوا۔ ملک ظاہر کی وفات کے بعد ملک سعید کا زمانہ بھی امیر کبیر نے دیکھا اور ۶۷۸ھ تک دمشق کی نیابت و امارت پر قائم دائم رہا اور ۷۰۰ھ اس کا سال وفات مذکور ہے۔ امیر حسام الدین المنصوری (۱۰۷) ۶۷۹ھ کو اقتدار میں آیا اور ۶۹۰ھ تک تقریباً گیارہ سال مسلسل نیابت دمشق پر فائز رہا حتیٰ کہ ۶۹۶ھ سے ۶۹۸ھ تک دو تین سال خوش بختی سے اس نے بعنوان سلطان الملک منصور مصر، شام اور حجاز کے امور سلطنت کا مزہ بھی چکھ لیا۔

جب شیخ عراقی مصر سے دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطانِ مصر نے ملک الامراءِ دمشق کو پیغام بھیجا کہ شیخ عراقی ”آپ کے ہاں تشریف لا رہے ہیں لازم ہے کہ تمام علما، فضلا، صوفیہ اور اکابر اُن کا خیر مقدم کریں اور شیخ الشیوخ کا منصب انہیں عطا کریں اور اُن کا احترام بجالائیں۔ درآں حال جب حضرت عراقی دمشق کی حدود میں داخل ہوئے ملک الامرا اطلاع پا کر لاؤ لشکر کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے تیار تھے۔ ملک الامراءِ دمشق نے سلطان مصر کے فرمان کے تحت شیخ عراقی کو شیخ الشیوخ کے لقب سے نوازا اور علما و مشائخِ دوراں کی پیشوائی ان کے سپرد کر دی۔ شیخ عراقی وہاں حوزۂ سلوک و تصوّف قائم کر کے مخلوقِ خدا کی راہنمائی، تربیت اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۶۸۸ھ میں انہوں نے وہیں وصال فرمایا۔ اس وقت حسام الدین لاجین المنصوری امیرِ دمشق تھا۔ چنانکہ مقدمہ دیوان عراقی کے مطابق ملک الامرا تمام اہل شہر کے ساتھ تعزیت کی خاطر مجمع میں آیا۔ انتہائی غم و اندوہ کا مظاہرہ کیا۔ حضرت کے جسدِ خاکی کو جبل الصالحیہ کے قبرستان میں دفن کرنے کا اہتمام کیا اور تین روز تک سارے دمشق میں

تعزیت کی مجالس برپا کی گئیں اور انہیں خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔(۱۰۸)

آثار و تصانیف

شیخ فخر الدین عراقی نہ صرف اپنے زمانے کے عارف نامدار تھے بلکہ وہ فارسی کے صوفی مسلک شاعروں اور عاشق مشرب نثر نگاروں میں بھی ارفع و اعلیٰ مقام کی شخصیت کے حامل بزرگوار تھے اور ہیں۔مولانا عبدالرحمٰن جامی نے آپ کو''شیخ عالم عامل عارف عاشق صاحب النثر الفایق والنظم الرایق'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔(۱) درویش جمالی دہلوی نے انہیں''بحر العجم'' کے خطاب سے نوازا ہے(۲)۔مقدمۂ دیوان میں آپ کی عربی اور فارسی دانی کے بارے میں مرقوم ہے:

''وہ عربی کی رقت و لطافت کو اس طریقے سے ادا کرتے کہ تشنگانِ حال سن کر سیراب ہو جاتے اور فارسی کی عذوبت و شیرینی کو اس انداز میں انشا کرتے کہ قاری کی آنکھیں منور اور روشن ہو جاتیں۔آپ کی نظم و نثر لطافت میں آب رواں اور عذوبت میں آتشِ سوزاں ہے۔''(۳)

پھر صاحب مقدمہ دیوان نے آپ کے آثار و تصانیف کی تعریف میں یوں اظہار خیال کیا ہے:

''وہ یگانۂ روزگار اور مقتدائے ائمہ کبار،لطیف طبع اور شیریں زبان شعرا میں سے تھے۔ وہ اپنے کردار کے محامد اور آثار و تصانیف کے محاسن کی بدولت مشہور و معروف ہوئے۔ اُن کے کلام کے موتی اور جواہرات زمانے کی کلائی پہ سوار ہوئے اور اُن کی نظم و نثر زمانے کے کانوں کی بالی اور گردن کا ہار بنی۔''(۴)

دولت شاہ سمرقندی کے بقول:

''وی چندین تصنیف مرغوب در تصوف دارد۔''(۵)

چنانچہ راقم الحروف یہاں شیخ عراقی کے دستیاب شدہ آثار و رسائل اور کتب و تصانیف کے متعلق تجزیہ و تحلیل کا بالاختصار جائزہ پیش کرے گا۔

حضرت کے جملہ آثار و تصانیفِ عرفانی کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

الف- آثارِ منظوم

۱- دیوانِ اشعار

۲- مثنوی عشاقنامہ

۳- اشعار پراکندہ فارسی

۴- ابیات متفرقہ عربی

ب- آثارِ منثور

۵- رسالۂ لمعات

۶- رسالہ اصطلاحات تصوف

۷- رسالہ حمد لہ

۸- لطیفہ فی الذوقیات

۹- منشآت و مکاتیب

ج- آثارِ مفقود

۱۰- مکتوبات

۱۱- ملفوظات.

د- آثارِ منسوب

۱۲- رسالہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان

۱۳- فردوس العارفین

۱۴- مجمع البحرین (٦)

اَب ہم حضرت عراقی کی کتاشناسی کا ایک ایک کر کے تعارف کرواتے ہیں اور اُن کے خصائص سے اہلِ محبت اور اربابِ تصوف کو آگاہ کرتے ہیں.

الف- آثارِ منظوم

۱- دیوانِ اشعار

شیخ عراقی سرحلقۂ سوختگانِ معرفت اور شیفتگانِ طریقت ہیں. اُن کے سوز ناک نالے سب

دردمندوں کے دلوں کو فریاد پر آمادہ کر دیتے ہیں. جوشِ آتش جواں کے اپنے اندر شعلہ ور ہے وہ اُن کا کلام پڑھنے والوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور خود اُن کو جمالِ مطلق اور حقیقتِ واحد کے نزدیک کر دیتا ہے. چنانچہ وہ اپنے دیوان اور نظم کے بارے میں یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

نہ بس کہ عراقی را بینی تو ز نظم تر در وصفِ جمال او پرداختہ دیوانی (۷)

حمد اللہ مستوفی جو حضرت عراقی کے زمانہ قریب کے مؤرخین میں سے ہے...... رقمطراز ہے:

''شیخ عراقی کے اشعار محققانہ اور دیوان مشہور ہے.'' (۸)

دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے:

''عراقی کا کلام پُرسوز اور عارفانہ ہے. وہ خود وجد و حال میں دنیا کے اندر بے مثال ہیں، اہل توحید و عرفان اُن کے کلام کے معتقد ہیں. (۹)

دیوانِ اشعار قصاید، مقطعات، ترکیبات، ترجیعات، غزلیات، رباعیات اور فقط ایک مثلث پر مشتمل ہے. استاد سعید نفیسی کی اشاعت میں مجموعی طور پر اشعار کی تعداد کوئی پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے. لگتا ہے کہ الحاقی اشعار بھی دیوانِ عراقی میں شامل ہو گئے ہیں. کیونکہ تذکرہ میخانہ میں آپ کے اشعار کی تعداد کمتر بتائی گئی ہے. مصنف میخانہ نے لکھا ہے:

''اس بزرگوار کے عاشقانہ اشعار اور عارفانہ ابیات جو ملا تیانِ روزگار کے لیے انگشت نما تھے، بہت ہیں، صرف قصیدہ اور غزل کے اشعار دو ہزار سات سو بنتے ہیں. (۱۰)

شیخ عراقی نے اکثر انواعِ نظم میں شعر کہے ہیں مگر ان کی مسلمہ استادی غزل سرائی میں ہے. صوفیہ عرفانی مطالب کو مجازی اصطلاحات کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں اور انہوں نے اس مقصد کے لیے غزل کو وسیلہ بنایا. حضرت عراقی نے بھی اپنے کمالات کے اظہار کے لیے غزل سرائی سے کام لیا اور اس کا خوب حق ادا کیا. عراقی سے پیشتر سنائی، انوری، خاقانی، ظہیر فاریابی، عطار، کمال الدین اسماعیل وغیرہ نے جو غزلیں کہیں اور ان میں سے حکیم سنائی اور خواجہ عطار نے عشق و عرفان کے میدان میں بھی شہرت پائی مگر غزل ابھی تک اپنی مستقل شکل و صورت میں وضع نہیں ہوئی تھی. ساتویں صدی ہجری میں شعراء اور عرفائے زمانہ کی طبیعت غزل کی طرف مائل ہوئی، ان میں سے بعض مثلِ عراقی فطرتاً عاشق مزاج تھے. لہٰذا ان کے کلام میں خواہ نا خواہ وہ بات پیدا ہو گئی جو غزل کا خاصہ ہے. ارباب

تذکرہ اس امر پر متفق ہیں کہ جن شعرانے غزل کو غزل کا درجہ دیا ہے، اُن میں شیخ عراقی، شیخ سعدی اور مولانا جلال الدین رومی کے نام سرفہرست ہیں.(۱۱)

علی دشتی نے قلمروِ سعدی اور سیری در دیوان شمس میں بالترتیب سعدی اور مولوی کی غزلیات کے ساتھ کئی حوالوں سے عراقی کی غزلیات کا دلچسپ موازنہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ عراقی نے بے مثال طور پر غزل اور تصوف کو یکجا کر دیا ہے.(۱۲) ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے گنج سخن میں مرقوم فرمایا ہے کہ بیشک عراقی عاشقِ دلسوختہ ہے اور اُن کا کلام سوزِ دروں، شوقِ باطن اور کمالِ نفس سے آراستہ ہے. گاہ گاہ آپ نے حقایق و معارف باطنی کو سالکان وواصلانِ حق کے حالات کی آمیزش دے کر توصیفات بدیع کے ہمراہ بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے.(۱۳)

یورپی مستشرقین میں سے اڈورڈ براؤن شیخ عراقی کو ایک قلندر روارستہ اور درویش خدامست کے روپ میں نمایاں کرتا ہے جو ہر وقت نام و مقام سے بے نیاز ہو کر شکل جمیل میں جمالِ مطلق کو ملاحظہ کرنے اور دیکھنے کے آرزومند ہیں. اس آرزو کی تکمیل کے لیے اُن پر عشق کا غلبہ کارفرما رہتا ہے جس کا اظہار وہ غزلیات میں کرتے ہیں. اسپرنگر عراقی کے فکری رجحانات کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے...... اور سر ڈینسن راس اُن کی بعض غزلیات سے متاثر ہو کر اُن کا انگریزی اشعار میں ترجمہ کرتا ہے.(۱۴)

حضرت عراقیؒ کے دیوان اشعار کے مخطوطات، قلمی اور عکسی نسخہ جات کے علاوہ اس کی مختلف اشاعتیں جو برصغیر پاکستان و ہند اور ایران میں وقتاً فوقتاً زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور راقم الحروف کو انہیں ملاحظہ کرنے کا موقع ملا، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- کلیات شیخ فخر الدین ابراهیم عراقی، شیخ الٰہی بخش، لاہور

۲- کلیات شیخ فخر الدین ابراهیم عراقی همدانی، نولکشور لکھنو ۱۳۰۹ھ-ق

۳- کلیات شیخ فخر الدین ابراهیم همدانی متخلص به عراقی، باد یباچہ و تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی تہران...... از چاپ اوّل ۱۳۳۶ھ-ش تا چاپ ہفتم ۱۳۷۲ھ-ش. راقم الحروف نے استفادہ کیا.

۴- مجموعۂ آثار فخر الدین عراقی (دیوان، عشاقنامہ، لمعات، نامہ ھا و اصطلاحات صوفیہ). بہ تصحیح و توضیح دکتر نسرین محتشم خزاعی، انتشارات زوار تہران چاپ اوّل ۱۳۷۲ھ-ش

۵- دیوان عراقی: شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی (شامل مقدمۂ دیوان، دیوان، عشاقنامہ، لمعات، اصطلاحات) مؤسسہ انتشارات نگاہ تہران ۱۳۷۴ھ-ش

۶- دیوان کامل شیخ فخر الدین عراقی، مقدمہ و تصحیح اسماعیل شاہرودی بیدار، انتشارات فخر رازی، تہران اپ سوم ۱۳۷۴ھ-ش

۷- کلیات دیوان عراقی، با مقدمہ نعمت احمدی، انتشارات گلشائی تہران ۱۳۶۱ھ-ش

۸- عراقی نامہ: تحقیق در دیوان عراقی (مشتمل بر آیات، احادیث، اقاویل مشائخ وغیرہ)، تالیف دکتر سید حمید طبیبیان، انتشارات روزنہ تہران چاپ اوّل ۱۳۷۴ھ-ش

۲- مثنوی عشاقنامہ (۱۵)

عشاقنامہ کے علاوہ اس مثنوی کو دہ فصل (۱۶)، دہ نامہ، عشق نامہ (۱۷) اور کاشف الاسرار سبحانی (۱۸) کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے. یہ مثنوی حدیقۃ الحقیقہ حکیم سنائی غزنوی کے وزن پر بحر خفیف مسدس محذوف (فاعلاتن- مفاعلن- فعلن) کی صورت میں ہے. آربری کی اشاعت میں ۱۰۵۸- ابیات اور سعید نفیسی کی شائع شدہ کلیات میں ۱۰۶۴- اشعار پر مشتمل ہے. اسے حضرت عراقی نے مراتبِ عشق، حالاتِ عاشقاں اور حکمت و عرفان کی کیفیات کے بیان میں ایک پُر مغز خلاصے کی شکل میں نظم کیا ہے. اس کا مطلع یہ ہے:

ہر کہ جان دارد و روان دارد
واجب است آنکہ دردِ جان دارد

حضرت عراقی نے مثنوی کے آغاز میں اسلاف کے شیوہ پر عمل کیا ہے. مفصل دیباچہ میں خدائے ذوالجلال کی حمد و ثنا حضرت رسول اکرم ﷺ کی نعت، مناقب چاریاراں، خواجہ ممدوح شمس الدین صاحب دیوان کی توصیف اور اپنی اندرونی کیفیت کو بڑی گہرائی اور دلسوزی سے بیان کیا ہے. آربری کی اشاعت کے مطابق دس فصلوں کے عنادین یوں درج ہیں:

فصل اوّل: درصفتِ عشاق
فصل دوم: درصفت عاشق و معشوق
فصل سوم: درصفت عاشقان و عارفان
فصل چہارم: دربیان عشق

فصل پنجم: درکمال انسان درعشق

فصل ششم: دربیان شوقِ دوست

فصل ہفتم: درغلبات عشق

فصل ہشتم: درخطاب بہ معشوق

فصل نہم: دربیان حقیقت عشق

فصل دھم: درخاتمت کتاب

ہمارے شاعر نے مثنوی کے دیباچہ، دس فصلوں اور خاتمہ میں عرفانی، اخلاقی اور حکمی مباحث کو تمثیلات و حکایات کے ہمراہ منظوم کیا ہے. عشق مجازی کے پردے میں عشق خدائی کا ذکر فرمایا ہے. معروفصوفیہ میں سے شیخ ابوبکر شبلی، حضرت باباکوہی، شیخ روزبھان بقلی، شیخ احمد غزالی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے ذوقِ جمال پرستی اور عشق مجازی کو حکایات کی صورت میں بیان کرکے ثابت کیا ہے کہ وہ اس وسیلہ سے عشق الٰہی و حقیقی کی انتہا تک پہنچے اور واصل بحق ہوئے. پروفیسر براؤن کے بقول اس مثنوی کا اسلوب منفرد اور بدیع ہے. جس کی بدولت اس کو دوسری مثنویوں سے امتیازی حیثیت حاصل ہے. وہ اس طرح کہ ہر فصل کا آغاز عشق کی حقیقت پر منحصر ہے، پھر عشقیہ داستان کا بیان اور ایک غزل بھی اسی مثنوی کی بحر میں شامل ہے.(۱۹) یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ شیخ عراقی نے مثنوی میں چند غزلوں کو بھی سمودیا ہے اور *ساقی نامہ* سے بھی شغف فرمایا ہے.(۲۰)

بلند پایہ ایرانی سکالر ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب کے مطابق شیخ عراقی نے اپنی مثنوی میں حدیقۂ حکیم سنائی کا وزن اور مثنویاتِ خواجہ عطار نیشاپوری کا پُرشورلحن اور ہیجان اختیار کیا، تاہم تنوع اور کثرتِ معانی کے اعتبار سے حضرت عراقی کی مثنوی حدیقۂ سنائی کے مرتبے کو نہیں پہنچتی، لیکن اس کی سلاست و روانی اور دردوسوز اس سے بڑھ کر ہے.(۲۱) دوسری طرف از لحاظ معانیٔ بکر، مضامین عالی اور مطالب عرفانی، کسی طرح بھی خواجہ عطار کی *منطق الطیر* اور مولانا روم کی *مثنوی معنوی* سے قابل مقایسہ نہیں ہے. بہرحال حضرت عراقی نے *مثنوی عشاقنامہ* کو بہ طرزِ احسن و بہ روش جدید نظم کیا اور اس روش میں اپنی استادی کو ظاہر کیا. اس طرح آپ نے صوفیانہ ادب اور فارسی ادب میں ایک مخصوص اسلوب ایجاد کیا اور مثنوی میں غزل کو سمو کر ایک سبک ابتکاری پیدا کیا جس کو حسن ظن سے دیکھا گیا اور بعد میں *عشاقنامہ* یا *دہ نامہ* کے عنوان سے اُن کی تقلید میں متعدد مثنویاں معرض وجود میں آئیں.

اس بارے میں راقم الحروف کی تألیف ''مقام شیخ فخر الدین ابراهیم عراقی در تصوف اسلامی '' کی فصل ہفتم ملاحظہ کی جاسکتی ہے.

یورپی مستشرق پروفیسر آربری نے مثنوی عشاقنامہ پر بڑا عمدہ کام کیا ہے. بڑی تحقیق و جستجو کے ساتھ اسے فارسی میں ایڈٹ کر کے، منظوم انگلش ترجمہ میں ڈھال کر اور مقدمہ دیوان کو سوانح عمری کے عنوان سے شامل کر کے سلسلہ نشریات انجمن تحقیقات اسلامی بمبئی کے توسط سے شمارہ:۸ کے تحت ۱۹۳۹ء میں کیمرج سے شائع کیا ہے. اس کے علاوہ حضرت عراقی کے دیوانِ اشعار کے ہمراہ کلیات میں شامل ہند، پاکستان اور تہران کے مختلف نشریاتی موقر اداروں کی معرفت متعدد بار زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے. (۲۲)

یہ بات پوشیدہ نہ رہے ایک دوسرے یورپی مستشرق جولیان بالڈیک ...... اہل انگلستان جو ۱۹۷۳ء کے اواخر میں دانشگاہ تہران ایران میں راقم الحروف کو ملے تھے...... نے مجلّہ ٹوڈیا ایرانیکا مطبوعہ پیرس میں انگریزی زبان میں ایک مقالہ کے ذریعے مثنوی عشاقنامہ کو حضرت عراقی کی بجائے، ایک نام نہاد شاعر شیخ عطائی کے نام منسوب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے. راقم الحروف نے موصوف کی اس نازیبا حرکت کو آڑے ہاتھوں لیا اور اپنی تصنیف ''مقام شیخ فخر الدین ابراهیم عراقی در تصوف اسلامی ''میں عشاقنامہ کی ذیل میں مستند دلائل کے ساتھ جولیاں بالڈیک کے اس موقف کی بھرپور طریقہ سے تردید کی ہے. (۲۳)

به بین تفاوت ره از کجاست تا به کجا

کہ ایک مستشرق آربری کتنے اشتیاق اور اہتمام کے ساتھ عشاقنامہ عراقی کی اشاعت کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور دوسرا مستشرق بالڈیک اس عشاقنامہ کی نسبت کو جھٹلانے میں کس قدر کوشاں ہے.

۳- ابیاتِ پراکندۂ فارسی

دیوان اشعار اور مثنوی عشاقنامہ کے علاوہ حضرت عراقی کے کچھ اشعار اور رباعیات پاکستان و ہند، ایران اور غیر ممالک کی لائبریریوں میں موجود قلمی مجموعہ جات اور مخطوطات میں محفوظ ہیں. بعض تذکروں میں بھی کبھی کبھی آپ کے اشعار دستیاب ہوئے ہیں جو آپ کے مطبوعہ کلام میں شامل اشاعت نہیں ہو سکے مگر اس مختصر رسالے میں ان کے حوالہ جات کی گنجائش نہیں ہے. مثلاً هفت اقلیم، ریاض الشعرا، مخزن الغرائب اور شمع انجمن میں آپ کے چند نایاب اشعار اور

رباعیات مندرج و مسطور ہیں.

ایک بڑا دلچسپ اور مفید ''قصیدۂ عراقی'' کتابخانہ مجلس شورائے ملی تہران کے ایک مخطوطہ در علم کیمیا میں محفوظ پڑا ہے. جس کا مطلع یہ ہے:

حیوٰۃ خضر صناعت ز آب حیوان است

توھم بجوکہ بہ ظلمات خاک پنہان است

یہ قصیدہ ۳۴ - اشعار پر مشتمل ہے. البتہ یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں ہے کہ یہ قصیدہ ہمارے شاعر عراقی ہمدانی کا ہے یا کسی اور شاعر متخلص عراقی کا کارنامہ ہے. (۲۴) واللہ علم بالصواب

۴ - اشعار متفرقۂ عربی

شیخ عراقی نے عربی زبان میں بھی اشعار اور قطعات یادگار چھوڑے ہیں جو مصراع یا مکمل شعر کی صورت میں آپ کی مختلف منظوم و منثور عرفانی تصانیف میں ملتے ہیں. ملمعات کی شکل میں کچھ عربی اشعار آپ کی غزلیات اور ترجیعات میں شامل ہیں. راقم الحروف نے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں محفوظ دیوان عراقی کے ترکی سے درآمد شدہ عکسی نسخوں میں ایک نہایت ہی خوبصورت عربی حمدیہ قصیدہ ملاحظہ کیا جس کا مطلع یہ ہے:

تعالیٰ من توحد بالکمال

تقدس من تفرد بالجلال (۲۵)

یہ قصیدہ *کلیات عراقی* چاپ سنگی لاہور اور لکھنو میں بھی بعض دوسرے عربی قطعات کے ساتھ طبع ہو چکا ہے. علاوہ ازیں عراقی کے نثری رسائل از قبیل *لمعات* ، *لطیفہ فی الذوقیات* ، *حمدلہ* اور منشآت و مکاتیب میں بھی عارفانہ و صوفیانہ مطالب کی پختگی کے لیے کہیں کہیں لطیف عربی اشعار مندرج و مسطور ہیں.

سبکِ عراقی در نظم

سبکِ شعر کے اعتبار سے شیخ عراقی اپنی فارسی شاعری میں سبکِ عراقی کے اہم ترین نمایندوں میں شمار ہوتے ہیں. انہوں نے تقریباً تمام اصناف سخن میں قسمت آزمائی کی ہے. آپ کا کلام سادہ، استوار اور استادانہ ہے. عاشقانہ شور انگیز غزل سرائی میں آپ کو فارسی ادب کے سرکردہ سخنوروں میں گنا جاتا ہے.

اختصار کے پیش نظر یہاں صرف سعید نفیسی کی رائے نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے. وہ لکھتے ہیں:

''میں فارسی زبان وادب کے کسی شاعر کو نہیں پہچانتا جو عشق (خواہ مجازی وخواہ حقیقی) کے بیان میں اس حد تک دلیر، بیباک، بے پروا اور بلند پرواز ہو. حتیٰ کہ دیگر زبانوں کے ادب میں بھی عشق کے بارے میں اس انداز کی بلند پروازی نظر نہیں آتی. وہ عاشقانہ شیفتگی اور آشفتگی جو آپ کے شرح حال میں مرقوم ہے ان کے اشعار میں ہر جگہ صریح اور آشکار ہے. فارسی زبان کے معروف عاشق پیشہ شعرا مثلاً سعدی، حافظ اور وحشی بھی عشق و دلدادگی کی گفتار میں عراقی کے اوج بیان اور صراحت گفتار تک نہیں پہنچتے. خمریات جو آپ کی غزلیات سے البتہ کمتر ہیں، وہ بھی بہت بلند پایہ لگتی ہیں اور وہ ہمیں بلاشبہ یونان قدیم کے معروف شاعر اناکرون، عرب کے مشہور سخنور ابونواس اور مصر کے بلند مرتبہ عارف نامدار ابن الفارض کے شاہکار کی یاد دلاتی ہیں.(۲۶)

ب- آثار منثور

۵- رسالۂ لمعات

حضرت شیخ فخر الدین عراقی کی مشہور ترین اور مقبول ترین نثری تصنیف رسالہ لمعات ہے جو عشق و عاشق و معشوق کے احوال و اسرار پر مشتمل ایک پُر مغز اور پُر معنی عارفانہ تصنیف ہے. یہ ادب فارسی اور عرفانِ اسلامی کی شاہکار تصانیف میں سے ہے. معروف ایرانی استاد دکتر ذبیح اللہ صفا کے بقول لمعات زمانہ تالیف سے ہی تصوف اسلامی کی درسی کتب میں شمار ہوتی ہے.(۲۷)

خانم دکتر نسرین محتشم کی روایت ہے: ''یقینا اولین خانقاهی که لمعات در آن تدریس شده خانقاه توقات بوده است.'' (مجموعه آثار عراقی، مقدمہ ص ۶۴)

شیخ عراقی نے لمعات کے آغاز میں حمد و ثناءِ الٰہی اور درود و سلام مصطفویٰ ﷺ کے بعد لکھا ہے: اما بعد کلمه ای چند در بیان مراتب عشق، برسنن سوانح به زبان وقت املاء کرده میشود، تا آینۂ معشوق نمای هر عاشق آید.''(۲۸) دراصل لمعات کا اسلوب نگارش شیخ احمد غزالی کے رسالہ سوانح کے تحت تاثیر ہے اور اصولِ تصوف اور تعلیم عرفان کے نکتہ نظر سے یہ کتاب شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے وحدت الوجودی افکار و نظریات پر مبنی ہے.

لمعات کے زمانۂ تالیف اور ارادۂ تحریر کے متعلق روایت ہے کہ شیخ عراقی نے شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین ذکریاؒ کی رحلت کے بعد ملتان کو خیر باد کہہ دیا اور حرمین شریفین کے سفر کے بعد قونیہ جا کر سکونت اختیار کر لی. وہاں آپ نے شیخ اکبر کے خلیفۂ اعظم شیخ صدرالدین قونیویؒ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا. اور دوسرے اکابر دوراں کے ہمراہ شیخ صدرالدین کی خدمت میں شیخ اکبر کی مشہور عالم تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے دروس میں شرکت کی. فصوص الحکم کے ہر درس کے بعد آپ نے ایک لمعہ تحریر کیا. چنانکہ مقدمہ دیوان کی روایت کے مطابق:

"شیخ صدر الدین را محبتی و اعتقادی عظیم در حق شیخ فخر الدین بود و هر روز زیادت می شد. و شیخ فخر الدین هر روز در اثنای آنکه فصوص می شنید "لمعات" رامی نوشت چون تمام بنوشت، گویند بر شیخ عرضه کرد. شیخ صدر الدین تمام بخواند، بوسید و بر دیده نهاد و گفت: "فخر الدین عراقی سر سخن مردان آشکارا کردی و لمعات به حقیقت لب فصوص است." (۲۹)

سوائے دولت شاہ سمرقندی کے بقیہ تمام تذکرہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عراقی نے لمعات قونیہ میں شیخ صدرالدین کی خدمت میں تالیف کی (۳۰). تذکرہ دولت شاہ میں مرقوم ہے:

''شیخ عراقی لمعات را در کرمان و به خانقاه شیخ اوحد الدین کرمانی نوشته.'' (۳۱)

جمالی دہلوی مؤلف سیر العارفین نے بہ قول خاوری...... شارح لمعات...... رسالہ لمعات کے بارے میں بڑی دلچسپ بات ضبط تحریر کی ہے. وہ لکھتا ہے:

"شیخ عراقی لمعات را در صحبت شیخ صدر الدین قونیوی نبشته است...... ولیکن پیش ارباب نظر و اصحاب بصر مخفی نیست که لمعات قطرۂ سحاب فیض است که از دریای معرفت حضرت شیخ الاسلام بهاء الدین ذکریا قدس سره روحه درکام روحش چکیده." (۳۲)

ڈاکٹر یوگ دایان آہوجہ نے بھی شیخ عراقی اور لمعات کے متعلق اپنے مضمون میں جمالی دہلوی کے اس نظریہ کو درست تسلیم کیا ہے کہ حضرت عراقی نے شیخ الاسلام ذکریا سہرورد یؒ کے سایۂ تربیت و ارشاد میں رہ کر معرفت الٰہی کے میدان میں جو ترقی کی تھی، شیخ قونیوی کے حوزۂ درس میں جا کر وہ

معرفت دو آتشہ ہوگئی۔ اس طرح ان ثمرات طیبات کے نتیجے میں رسالہ لــمــعــات معرضِ وجود میں آیا۔ (۳۳)

لمعات کے جملہ مطالب سے آگاہی کی خاطر ہر لمعہ کے موضوعات کا خلاصہ بطور عنوان یہاں درج کیا جاتا ہے:

لمعہ ۱: پیدائش عشق

لمعہ ۲: تجلی عشق

لمعہ ۳: رؤیت عشق

لمعہ ۴: اتحاد معشوق و عاشق

لمعہ ۵: تجلیات گونا گون عشق

لمعہ ۶: یکی بودن محبوب و محبّ

لمعہ ۷: سریانِ عشق در ہمہ جا

لمعہ ۸: جلوۂ صوری و معنوی محبوب

لمعہ ۹: دیدن محبّ محبوب را

لمعہ ۱۰: ظہور دایم محبوب

لمعہ ۱۱: حلول و اتحاد

لمعہ ۱۲: بیانِ وصول سالکان

لمعہ ۱۳: حجب نورانی و ظلمانی

لمعہ ۱۴: قوس وجوب و امکان

لمعہ ۱۵: محبّ سایۂ محبوب

لمعہ ۱۶: تطورات محبوب

لمعہ ۱۷: تنوع تجلیات معشوق

لمعہ ۱۸: وجد و حرکت عاشق

لمعہ ۱۹: حوصلہ عاشق و وسعتِ دل عارف

لمعہ ۲۰: نیاز عاشق و بی نیازی معشوق

لمعہ۲۱: بی غرضی عاشق

لمعہ۲۲: قرب و بعد عاشق و معشوق

لمعہ۲۳: یگانگی عاشق و معشوق

لمعہ۲۴: اتحاد صفات عاشق و معشوق

لمعہ۲۵: عین الیقین و حق الیقین

لمعہ۲۶: مراقبت محب محبوب را

لمعہ۲۷: فنائے عاشق

لمعہ۲۸: بقا بعد الفنا و وصول عاشق (۳۴)

حضرت عراقی سے کہیں کہیں مطالب عرفانی کی آسان تفہیم کی خاطر مختصر حکایات اور کوتاہ تمثیلات بھی درج کی ہیں اور عبارات کو فارسی عربی ابیات وقطعات و رباعیات سے بھی مزین کیا ہے. ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب کے قول کے مطابق:

''گاهی نثر آن مثل شعر آکنده از شوق و جذبه و ذوق و عرفان می شود که ازینرو آن رامیتوان شعر منثور خواند'' (۳۵)

ان سب لطیف اور شعور انگیز اشعار و عبارات سے مؤلف کے اندر کی گرمی، گیرندگی اور سوختگی ہویدا اور آشکار ہے.

چنانچہ صوفیان و بزرگان و مصنفانِ نامدار گرامی نے اپنے اپنے ادوار میں *لمعات* کے بارے میں حسنِ ارادت کا اظہار کیا ہے. عدم فرصت کی بنا پر فقط چند ایک کی رائے کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے.

۱- *اللمحات فی شرح اللمعات* میں مسطور ہے:

''هر لمعه ای از آن بحریست متضمن جواهر کشف و لآلی وجدان، و حدیقه ایست مشتمل بر ازهار علو و اشجار عرفان، دربیان منازل عشق و محبت و در ذکر مقامات توحید و معرفت......'' (۳۶)

۲- تذکرہ دولت شاہ سمرقندی میں منقول ہے:

''لمعات لمعه از اشعهٔ خاطر پُرنور آن بزرگوار است.'' (۳۷)

۳- *معدن الاسرار* میں مرقوم ہے:

"آن در بحر تصوف مثل در در صدف است." (۳۸)

۴- تذکرہ میخانہ میں شیخ عراقی کی ذات وصفات اور لمعات کے ضمن میں یوں درج ہے:

"وصفِ ذاتش و فضیلت و صفت رتبہ و حالت آن بحر معرفت از کتاب لمعاتش لامع است و آنچنان نسخہ در علم تصوف کم کسی از ارباب تصوف تصنیف نمودہ مصدریست ازبرای راست روی عاشقان و دلیلیست جھت راھبری اھل عرفان." (۳۹)

لمعات دراصل شیخ اکبر ابن عربی کی تعلیمات ومعتقدات وافکار کی ایک طرح سے تلخیص ہے جسے حضرت عراقی نے فارسی زبان میں تحریر کر کے فارسی خوان طبقوں کے لیے شیخ اکبر کے عقاید تک رسائی کو آسان اور ممکن بنایا لیکن اس کے باوجود عارفانہ اور فلسفیانہ مباحث کی تشریح وتفسیر ضروری تھی. اس کے لیے ایران اور برصغیر پاکستان و ہند کے اکابر فضلا نے رسالۂ لمعات کی متعدد شروح اور حواشی لکھ کر اس کو اہل ارادت ومحبت کی تفہیم کے لیے سہل بنانے کی مقدور بھر کوشش کی. چنانکہ راقم الحروف نے عراقی شناسی کے نقطہ نظر سے ابھی تک تیس ۳۰ کے لگ بھگ شروح اور حواشی کا ریکارڈ اکٹھا کیا ہے. (۴۰) جن کا اجمالی تعارف اگلے صفحات میں پیش کیا جائے گا.

لمعات کے خطی اور قلمی نسخہ جات بے شمار تعداد میں مشرق ومغرب کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں. (۴۱) اور اس کے مختلف مطبوعہ ایڈیشن جن تک راقم الحروف کی رسائی ممکن ہوسکی، درج ذیل ہیں:

۱- لمعات، ضمیمہ کلیات شیخ فخر الدین عراقی، بہ کوشش سعید نفیسی، انتشارات کتابخانہ سنائی تہران، از سال ۱۳۳۵ تا ۱۳۷۲ھ-ش ھفت بار

۲- رسالہ لمعات عراقی مع شرح عارف کامل مولانا جامی، مطبع بشیر دکن، ہند

۳- رسالہ لمعات و اصطلاحات تصوف عراقی، بہ سعی دکتر جواد نوربخش، انتشارات خانقاہ نعمت اللہی تہران

۴- لمعات تصنیف جمال العارفین فخر الدین عراقی، بہ انضمام سہ شرح، با مقدمہ وتصحیح محمد خواجوی، انتشارات مولیٰ تہران، سال ۱۳۶۲ش و ۱۳۷۱ش دو بار

۵- لمعات، با مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، بہ تصحیح وتوضیح دکتر نسرین محتشم خزاعی، انتشارات زوار تہران ۱۳۷۲ش

۶- رسالہ اصطلاحاتِ صوفیہ

یہ اصطلاحات تصوف یا مصطلحات صوفیہ کے عنوان سے ایک مختصر سا رسالہ ہے. اس میں ان اصطلاحات کی تعریفات بیان کی گئی ہیں جنہیں مشائخ صوفیہ اور عرفا اپنے بیانات اور اشعار میں استعمال کرتے رہے ہیں. دراصل قضیۂ حضرت حسین بن منصور حلاج کے بعد بزرگانِ اولیاو عرفائے گرانمایہ نے اپنے آپ کو مقتدر قوتوں کی سزا اور سختی سے محفوظ رکھنے کے لیے اصطلاحات کے پردے میں اپنی بات کرنے کا اسلوب اختیار کیا. ڈاکٹر نسرین محتشم خزاعی نے **رسالہ اصطلاحات صوفیہ** کے تعارف کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''جس زمانے میں تصوف حال سے قال کی طرف مائل ہوا اور نظری و حکمی صورت میں اس کی تدریس کا آغاز ہوا تو بعض عرفانی متون...... جن سے عوام اور معترضین کو انکار تھا اور رمز و استعارہ کے پردے میں ان کو بیان کیا جاتا تھا...... کی شرح اور توضیحِ مطالب کے لیےصوفیہ نے اصطلاحات کی داغ بیل ڈالی. چنانچہ حضرت عراقی سے قبل شیخ محی الدین ابن عربی نے عربی زبان میں اصطلاحاتِ عرفانی کی تدوین کی اور عراقی کے بعد شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی نے اس کام کو آگے بڑھایا. یہ اصطلاحات بخصوص سالکین کے لیے بہت مفید اور قابل استفادہ رہی ہیں.'' (۴۲)

حضرت عراقی سے پہلے شیخ نجم الدین کبریٰؒ اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے نام بھی اصطلاحات صوفیہ کے زیرعنوان رسائل منسوب ہیں (۴۳) مگر حضرت عراقی کے **رسالہ اصطلاحات تصوف** کو سب پر فوقیت حاصل ہے. یہ رسالہ سہ مطلب یا جزو پر مشتمل ہے:

مطلب اوّل: ان کلمات کے بیان میں جن میں اکثر محبوب کے لیے مخصوص ہیں اور بعض محبّ سے بھی متعلق ہیں.

مطلب دوم: وہ اسامی جو عاشق اور معشوق کے مابین مشترک ہیں اور کسی اسم سے اطلاق میں خصوصیت کے حامل نہیں ہیں، لیکن معانی کے اعتبار سے کبھی خصوصیت رکھتے ہیں اور کبھی نہیں رکھتے.

مطلب سوم: چند کلمات جو عاشق اور اس کے احوال کے لیے مخصوص ہیں اور کبھی کبھار معشوق پر بھی ان کا اطلاق ہو جاتا ہے.

استاد سعید نفیسی کی کوشش سے شائع شدہ کلیات عراقی کے ضمیمہ میں ''من اصطلاحات فخر الدین عراقی علیہ الرحمہ'' کے عنوان سے ۳۰۱ - اصطلاحات شامل اشاعت ہیں. سعید نفیسی نے دیباچۂ کلیات میں اظہار خیال کیا ہے کہ یہ رسالہ مؤلفات عراقی میں سے ہے یا شاید کسی دوسرے شخص یا شاگرد نے گفتار و اشعار عراقی کے ادراک کے لیے تدوین و تالیف کیا ہے.(۴۴) اس طرح محققین اس رسالہ کے عراقی کے نام انتساب میں شک کرتے ہیں. تاہم ڈاکٹر محتشم خزاعی کے گمان کے مطابق عراقی نے ''ہنگام تدریس در خانقاہ توقات'' آثار متصوفین کے مطالب و معانی کی دریافت کی خاطر اس رسالہ کی تدوین کو لازم سمجھا اور بعض اصطلاحات کی توضیح فرمائی. یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے. ممکن ہے آپ کے شاگرد نے ان اصطلاحات کی جمع آوری کی ہو اور احتراماً اپنے استاد اور مراد بزرگوار کے نام رسالہ مزین کر کے اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا ہو.(۴۵)

ڈاکٹر نصر اللہ پور جوادی کے بقول'' رسالہ اصطلاحات تصوف '' کا اصلی مؤلف شرف الدین حسین الفتی تبریزی ہے اور فخر الدین عراقی کے نام بھی اسے نسبت دی گئی ہے.(۴۶)

البتہ پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت عراقی اکابر ہم عصروں میں بھی اصطلاحات عرفانی کے حوالے سے موزوں شہرت رکھتے تھے. جواہر الاسرار اور نفحات الانس میں بڑی دلچسپ بات درج ہے کہ ایک زمانے میں حضرت عراقی اور شمس الدین تبریزی، حضرت بابا کمال جندی کی خدمت میں زیر تربیت اور مشغولِ مراقبت تھے. حضرت عراقی اپنے انکشافات باطنی کو نظم و نثر کے لباس میں اظہار کر کے بابا کمال جندی کی نظر سے گزارتے تھے اور شیخ شمس تبریزی کسی قسم کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے. ایک روز بابا کمال جندی نے شیخ شمس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ اسرار و حقایق جو فرزند عراقی ظاہر کرتا ہے. کیا وہ تجھ پر نمودار نہیں ہوتے؟ شیخ شمس نے فرمایا کہ'' مجھے بھی ان اسرار و رموزِ معنوی کا کافی مشاہدہ میسر ہے لیکن عراقی ان کو بعض علوم مصطلحات عرفانی کی رُو سے نیکو لباس میں جلوہ نمائی کر لیتا ہے اور مجھے یہ قوت دستیاب نہیں ہے.(۴۷)

کتب فہارسِ مخطوطات اور خود مخطوطات و قلمی نسخہ جات کی ورق گردانی کے دوران یہ بات منظرِ عام پر آئی ہے کہ بعض رسالے مثلاً رسالہ اصطلاحات دیوان حافظ اور رشف الالحاظ فی کشف الالفاظ با استفادہ از رسالہ اصطلاحات صوفیہ عراقی یا اس سے معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ تسوید و ترتیب دیئے گئے ہیں.(۴۸) رسالۂ عراقی کی درج ذیل تین اشاعتوں تک راقم الحروف کی

رسائی ممکن ہوسکی ہے:

۱- رسالہ اصطلاحات فخر الدین عراقی، شامل کلیات عراقی، بہ کوشش سعید نفیسی

۲- رسالہ اصطلاحات تصوف همراه رسالہ لمعات عراقی، بہ سعی جواد نوربخش

۳- رسالہ اصطلاحات صوفیہ، با مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، بہ تصحیح نسرین محتشم

۷- رسالہ لطیفہ فی الذوقیات (۴۹)

اس رسالے کا نام مع مؤلف، اصل مخطوطہ میں یوں درج ہے: ''رسالہ لطیفہ فی الذوقیات من کلام الشیخ المحقق قطب السالکین فخر الملۃ والدین عراقی قدس سرہ.'' یہ رسالہ وحدت وجود اور عشق و معرفت کی مصطلحات و مطالب پر مشتمل ہے. مؤلف نے بڑی صراحت کے ساتھ آیاتِ قرآن اور احادیث نبوی سے استشہاد کیا ہے. عربی فارسی اشعار بھی ضبط تحریر کئے ہیں. ایک فارسی شعر لمعات میں بھی منقول ہے:

هرچه گیرد از و بدو گیرد

هرچه بخشد از و بدو بخشد (۵۰)

دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت عراقی نے عرفانی اصطلاحات ذوق و ہدایت، شوق، عشق، وصول فنا اور بقا کی شرح بڑے لطیف اور دلآویز انداز میں بیان کی ہے اور اختتام پر عربی لہجے میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان جملہ اصطلاحات کو سمویا ہے.

۸- رسالہ فی الحمدلہ (۵۱)

اس رسالے کا نام قلمی نسخہ کے اندر ثبت نہیں ہے البتہ فهرس المخطوطات الفارسیہ دار الکتب قاهره میں رسالے کا نام ''رسالة فی الحمدلہ و معناها فی التصوف '' درج ہے. فهرست نسخه هائے خطی فارسی میں ''حمدلہ رسالہ ای در تفسیر......'' لکھا ہے. چنانچہ یہ رسالہ الحمدللہ کی تفسیر میں تألیف کیا گیا ہے اور مولف نے عارفانہ اسلوب میں الحمدللہ کی تفسیر بڑے بجے تلے الفاظ میں بیان کی ہے. اس میں حامد و محمود کا ذکر جمیل ہے اور حضرت نے کمالاتِ محمود کو کمالِ ذاتی، کمالِ صفاتی اور کمال فعلی کی تین اقسام میں منقسم کیا ہے. آیات و احادیث و اشعار و رباعیات فارسی کی مدد سے مطالب و مفاہیم کو بڑی گہرائی سے ترتیب دیا ہے. درج ذیل رباعی کلیات عراقی میں بھی شامل

ہے:(۵۲)

ای جان جہان ترا بہ جان می طلبم   پیوستہ ترا گرد جہان می طلبم

تو در دلِ من نشستۃ، ومن شب و روز   از نور جہانیان نشان می طلبم

۹-منشآت ومکاتیب

راقم الحروف ۷۴-۱۹۷۲ء میں جب اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے ''*مقام شیخ فخر الدین عراقی در تصوف اسلامی*'' کی تکمیل کے سلسلے میں تہران یونی ورسٹی، ایران میں مشغول تھا تو اس دوران کتابخانہ ملی تہران میں ایک نیا مجموعہ رسائل قلمی آیا. اس میں حضرت عراقی کے پانچ مکتوبات شامل تھے.(۵۳) ان میں سے آپ کی زندگی، روحانی مقامات اور علمی درجات کے بارے میں بیش قیمت معلومات دستیاب ہوتی تھیں. وہ مکتوبات درج ذیل شخصیات کے نام لکھے گئے ہیں.[دیکھئے: ملحقات، اسی کتاب کے آخر میں]

انشائیہ یا مکتوب اوّل   بنام قاضی احمد برادر بزرگوار

انشائیہ یا مکتوب دوم   بنام قاضی احمد برادر بزرگوار

انشائیہ یا مکتوب سوم   بنام قاضی احمد برادر بزرگوار

انشائیہ یا مکتوب چہارم   بنام شمس الدین برادر کوچک

انشائیہ یا مکتوب پنجم   بنام قاضی بہاء الدین

ان کے علاوہ مکتوب ششم بنام شیخ کبیر صدر الدین قونیوی، آقائے محمد خواجوی نے کتاب *الفکوک* کے مقدمہ میں جو تہران سے شائع کیا ہے:(۵۴)

پہلے مکتوب کے مخطوطے میں عنوان یوں درج ہے: ''ھذا رسالۃ کتبھا سلطان المحققین فخر الدین العراقی قدس اللہ روحہ العزیز'' اور مکتوب کے اختتام پر حضرت عراقی نے اپنا نام، تاریخ اور محل صدور کو اس طرح یادداشت کیا ہے: ''وھوا خوک ابراھیم بن بزرجمھر بن عبدالغفار العراقی تعریفا پانزدھم سنہ احدی و سبعین و ستمانہ ، این تحیت در علم آمد، از شہر توقات.'' اس خط میں حضرت عراقی نے حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی'' کی خدمت میں پہنچنے اور سترہ سال ان کی خدمت میں گزارنے کا ذکر خیر بڑے واضح الفاظ میں کیا ہے.

دوسرے مکتوبات میں ہند سے روم جانے اور لمعات کا نسخہ اپنے برادر قاضی احمد کو ارسال کرنے کا حوالہ دستیاب ہے. تیسرے مکتوب میں اسی بھائی کی عدم توجہی اور مکتوب کا جواب نہ دینے کا شکوہ ملتا ہے.

چوتھا مکتوب حضرت نے اپنے چھوٹے بھائی شمس الدین کے خط کے جواب میں رقم فرمایا ہے. اس میں آپ نے اُسے علم فکری و نظری سے باز رہنے کی وعظ و نصیحت کی ہے اور سلوک و تصوف کی تعلیمات کی طرف رغبت رکھنے کی تلقین سے نوازا ہے. اس برادر کے لیے حضرت عراقی نے ایک قصیدہ بھی نظم کیا ہے جو دیوانِ اشعار میں موجود ہے اور اس کا مطلع خط میں بھی لکھ بھیجا ہے:

یا رب، این بوی چنین خوش ز گلستان آمد

یا ز باغ ارم و روضۂ رضوان آمد

پانچواں مکتوب قاضی بہاء الدین کے نام ہے جو اہل معرفت اور فضلائے دہر میں سے ہیں. شیخ عراقی اُن سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات کے متقاضی ہیں اور اُن کے علم و فضل سے متاثر نظر آتے ہیں.

چھٹا مکتوب نو مکشوفہ ہے جسے شیخ عراقی نے اپنے استاد اجل شیخ صدر الدین قونیوی کے نام ارسال کرنے کی سعادت حاصل کی ہے. آپ نے اس میں استاد بزرگوار کے پورے احترام و آداب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے. آخر میں مختصر الفاظ میں یوں اظہار خیال کیا ہے:

''قصه دراز است و عمر کوتاه و یارای دم زدن نه.''

تمام منشآت و مکاتیب میں حضرت عراقی نے جملات زیبا اور زبان مسجع و رواں استعمال کی ہے. پہلے چار مکاتیب میں طرز بیان انتہائی صمیمانہ ہے. ان میں آپ نے اپنے برادران اور خاندان سے تیس سالہ مجبوری اور دوری کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے. پانچواں اور چھٹا مکتوب اکابر زمانہ کے نام ہے. ان میں شخصیات کے حسب مراتب القابات کی فراوانی، قدرتِ قلم اور ترکیب معانی کا استعمال بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے...... تمام مکتوبات میں درد و سوز و عشق و عرفان کی تاثیر نمایاں ہے. عربی فارسی قطعات و ابیات اور کلمات قصار سے عبارات کو خوب مزین کیا گیا ہے. (۵۵)

مکتوبات پنجگانہ کے اختتام پر کاتب نسخہ کا نام ''علی بن محمد بن شرف شاہ الدامغانی'' اور تاریخ تحریر ۲۲ ربیع الآخر ۱۰۷۱ ہجری ثبت ہے. کتابت بڑی عمدہ اور اعلیٰ ہے. خانم دکتر نسرین محتشم خزاعی نے ان پانچ مکتوبات کو دو اقساط میں: نامہ ای از فخر الدین عراقی اور چہار نامہ دیگر از فخر الدین عراقی کے

عنوان سے تصحیح وتوضیح کے ساتھ مجلہ رشد آموزش ادب فارسی میں تہران سے سال ۲ شمارہ: ۱ بہار ۱۳۶۵ش اور شمارہ مابعد میں شائع کر کے عراقی شناسی میں اضافہ کیا ہے. اور چھٹا مکتوب آقائے محمد خواجوی نے کتاب الفکوک تالیف شیخ صدرالدین قونیوی کے مقدمہ میں شائع کر دیا ہے. علاوہ ازیں اس مکتوب کا انگلش ترجمہ مستشرق ولیم چٹنک اور پیٹر لمبارن ولسن کی کوشش سے رسالہ لمعات کے انگلش ترجمہ کے ساتھ مقدمہ میں ۱۹۸۲ء میں طبع ہو چکا ہے. (هفت گفتار دربارهٔ سنائی و عطار و عراقی، دکتر محمد سلیم اختر، تجلی اندیشه و آثار عراقی، ص ۱۸۷، حاشیه ۱)

ج- آثار مفقود

۱۰- مکتوبات

آثار موجود میں منشآت و مکاتیب کے علاوہ حضرت عراقی کے احوال و آثار و تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کچھ اور مکتوبات بھی ارسال کئے تھے جو ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آئے. شیخ جمالی دہلوی تذکرہ سیر العارفین میں حضرت عراقی کی نامہ نگاری کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ شیخ عراقی نے قونیہ میں لمعات تصنیف کی اور اس میں بیان کردہ وحدت الوجودی کلمات و نکات عرفان مکتوب میں لکھ کر حضرت صدرالدین عارف ؒ کو ملتان ارسال کئے. پھر معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کیا جواب لکھا. (۵۶)

آب کوثر میں بھی شیخ جمالی کی تائید میں درج ہے کہ اُن دنوں حضرت عراقی کا شیخ صدرالدین عارفؒ ملتانی کے ساتھ مکاتبہ تھا. چنانچہ عراقی نے تعلیمات ابن عربی و قونیوی کے ضمن میں قونیہ سے ملتان خط بھیجا. (۵۷)

حضرت کے دیوانِ اشعار سے بھی اُن کی نامہ نگاری کی علامت دستیاب ہوتی ہیں. ایک قطعۂ ابیات جو کتابخانہ جار اللہ استنبول کے معتبر قلمی نسخہ کے استفادہ سے باہتمام سعید نفیسی کلیات عراقی میں شامل ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اسے عراقی نے دوران اقامت قونیہ یا توقات نظم کیا اور اس میں عراقی و شیخ صدرالدین عارف کے درمیان نامہ و پیام کے ردوبدل کا یوں ذکر ہے:

گرچه بیماری ای نسیم سحر	خبر من به مولتان برسان
به زبانی که بیدلان گویند	سخن من بدان زبان برسان
ور جوابی دهد ترا کرمش	به من شیفته روان برسان

بہ من دلشدہ، اگر بتوان نامۂ دوست مہربان برسان (۵۸)

مذکورہ بالا دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ عراقی کی سیلانی طبیعت مکتوبات کے ردوبدل کی طرف مائل رہتی تھی مگر افسوس کہ گذشتِ زمانہ کے ساتھ ذخیرۂ مکتوباتِ عراقی ضائع ہو گیا اور تاحال منکشف نہیں ہو سکا۔

۱۱- ملفوظات

مؤلف ناشناس کے مقدمۂ دیوان سے چند اشارات ایسے ملتے ہیں جو اس چیز کی دلیل ہیں کہ شیخ عراقی نے مختلف مواقع پر سیر وسلوک اور تصوف وعرفان کے موضوعات پر دلچسپ گفتگو فرمائی لیکن ان کلمات وارشادات وملفوظات کی جمع آوری نہ ہو سکی اور وہ ضائع ہو گئے مثلاً

۱- جس زمانہ میں خواجہ شمس الدین صاحبدیوان جوینی کو تاتار فرمانروا کی جانب سے امیر معین الدین پروانہ کے اموال واملاک کو ضبط کرنے کے لیے روم میں مأمور کیا گیا، مولانا امین الدین اور بعض دیگر علما بھی خواجہ جوینی کے ہمراہ توقات گئے تو مولانا امین الدین اور شیخ عراقی ایک دوسرے کی احوال پرسی کے بعد سلوک ومعرفت کی گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ مولانا امین نے مسلسل تین روز خانقاہ میں قیام کیا اور ہر لحظہ انہوں نے ایک دوسرے کے مکالمہ ومشاہدہ سے آسودگی پائی۔ پھر مولانا امین جب خواجہ جوینی اور دوست احباب کے پاس واپس گئے تو یوں اظہار خیال کیا:

> ''میں شیخ فخر الدین عراقی کی خدمت میں گیا تھا، ان کی صحبت سے فیضیاب ہوا اور ایسی ایسی باتیں ان سے سنیں کہ ساری عمر کسی سے نہ سنی تھیں۔ اگر مجھ پر خواجہ جوینی اور دوستوں کا اشتیاق غالب نہ آتا تو میں ساری زندگی حضرت عراقی کی صحبت میں گزار دیتا اور مفارقت پر کبھی آمادہ نہ ہوتا۔''

خواجہ جوینی یہ بات سن کر حضرت عراقی کی زیارت کے لیے بے تاب ہو گیا اور شرف ملاقات کے لیے خدمت میں پہنچ گیا۔ خواجہ کے ساتھ ہر طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ بالآخر حضرت عراقی طریقت وتصوف کے موضوع پر سرگرم ہو گئے۔ خواجہ ان ملفوظات گرانمایہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ (۵۹)

۲- جن ایام میں شیخ عراقی سلطان مصر سے روبرو ہوئے۔ آیۂ قرآن: ﴿قل متاع الدنیا

قلیل والآخرة خیر لمن اتقی ولا تظلمون فتیلا﴾(۶۰) کی تفسیر آپ نے ایسے انداز میں فرمائی کہ سلطانِ مصر ہکا بکا رہ گیا. مسند سلطنت سے نیچے اتر کر وہ شیخ عراقی کی خدمت میں با ادب ہو کر بیٹھ گیا اور دل و جان سے محویت کے ساتھ آپ کی گفتگو سننے لگا. کہتے ہیں کہ سلطان اس روز اتنا رویا کہ زندگی بھر کبھی نہیں رویا تھا.(۶۱)

۳- علاوہ ازیں عمان، مصر اور شام میں رتبہٴ شیخ الشیوخی کے دوران اور توقات میں شیخ خانقاہ کی حیثیت سے لازماً شیخ عراقی نے مجالس اور محافل منعقد کیں اور ان میں طبقہٴ حاکمہ اور عوام الناس کی اصلاحِ احوال اور سالکانِ طریقت کی تربیت باطنی کے لیے مصالحانہ، صوفیانہ، عارفانہ اور عاشقانہ باتیں بیان کیں. اگر ان سارے پُرسوز اور پُر مغز ارشادات عالیہ کو جمع کیا جاتا جو سلاطین و امراءِ وقت کو گریہ پر مجبور کرتے اور علما و فضلائے دہر کو ورطہٴ حیرت میں ڈال دیتے تھے، تو آپ کے ملفوظاتِ طیبات کا بہترین مجموعہ تیار ہو سکتا تھا.

د- آثار منسوب

۱۲- رسالہ زمان و مکان/ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان (۶۲)

یہ رسالہ تاریخ ادبیات میں مختلف ناموں سے موسوم ہے از قبیل: *غایۃ الامکان فی درایۃ المکان، غایۃ الامکان فی معرفۃ الزمان والمکان، غایۃ المکان فی درایۃ الزمان، رسالۃ الامکنہ والازمنہ اور رسالہ زمان و مکان*. اسی طرح مختلف مصنفین کے نام منسوب ہے مثلاً:
شیخ تاج الدین محمود ہمدانی، عین القضاۃ ہمدانی، شمس الدین محمد دیلمی، شیخ فخر الدین عراقی ہمدانی اور حضرت سید علی ہمدانی...... علامہ ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری مفکر و شاعر ملی پاکستان نے اسے حضرت عراقی ہمدانی کے نام منسوب سمجھتے ہوئے اپنی تصنیف Reconstruction of Religious Thought in Islam میں اس سے اقتباسات نقل کیے ہیں. لیکن یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس رسالہ کے مصنف اصلی شیخ تاج الدین محمود اشنہی یا اشنوی ہیں.

یہ رسالہ امکنہ جسمانیات و روحانیات اور ان کے ازمنہ کے متعلق حق تعالیٰ کے قرب کی شناخت کے لیے بڑے دلچسپ پیرائے اور فاضلانہ انداز میں تصنیف کیا گیا ہے جو ایک مقدمہ اور چار فصلوں بہ ترتیب: فصل توحید، فصل مکان، فصل امکنہ اور فصل ازمنہ پر مشتمل ہے اور ایران اور پاکستان کے مختلف

شہروں میں متعدد بار چھپ چکا ہے۔

۱۳-فردوس العارفین (۶۳)

کتاب *فردوس العارفین* کتاب وسنت، توحید ومعرفت اور تصوف کے موضوعات پر عربی زبان میں تالیف کی گئی ہے اور اس کا فقط ایک قلمی نسخہ کتابخانہ مدرسہ سریزدی یزد (ایران) میں محفوظ ہے۔ مخطوطہ کے سرورق پر تین بزرگوار مشائخ کے اسمائے گرامی اس طرح درج ہیں:

۱- من مؤلفات شیخ الاسلام سلطان سلاطین الاقطاب ...... عمر بن محمد السهروردی اعلیٰ الله درجاته

۲- للشیخ قطب المحققین عبدالقادر الجیلی قدس الله روحه کلامی عقار......

۳- من منشآت الشیخ الفاضل العارف ملك الحقایق قدوة المشائخ فخر الملت والدین العراقی قدس الله روحه

فردوس العارفین کے بعد چار دیگر رسائل میں سے دوسرا *فتوحات* ......اور چوتھا از صفحہ ۲۶۷ تا ۴۱۷ *رشف النصایح الایمانیه وکشف الفضایح الیونانیه* تصنیف شیخ عمر بن محمد السہروردی مجموعہ میں شامل ہے۔ اس دلیل سے *فردوس العارفین* کے شیخ عمر سہروردی کے نام انتساب کے حوالہ سے بھی کوئی امر مانع نہیں ہے البتہ *الذریعه* اور *فهرست مشترك نسخه هائے خطی فارسی* احمد منزوی میں اسے عراقی کے نام نسبت دی گئی ہے۔ (۶۴) *فردوس العارفین* کے اختتام پر کاتب نسخہ کا نام "عمر بن محمد بن الحاج محمد بن ابی القاسم معروف بہ شیرکان یزدی" اور تاریخ کتابت ۲۰ رمضان ۱۱۷۱ ہجری ثبت ہے۔

۱۴-مجمع البحرین

مجمع البحرین کا یگانہ قلمی نسخہ کتابخانہ لینن گراڈ، روس میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب شراب سے متعلق ادبیانہ، صوفیانہ اور عارفانہ مطالب پر مشتمل فارسی زبان میں تالیف کی گئی ہے۔ کتاب کا نام متن میں یوں درج ہے: "و از غیب موسوم گشت این رساله به مجمع البحرین" *فهرست نسخه هائے خطی فارسی کتابخانه لینن گراڈ* میں *مجمع البحرین* کے تعارف میں مذکور ہے کہ یہ کتاب صوفیانہ مطالب میں نثر و نظم پر مشتمل تین حصوں میں منقسم ہے: (۱) مقدمہ (۲) اصل متن (۳) ذیل میں چند اصطلاحات تصوف مرقوم ہیں۔

ڈاکٹر اولک اکیموشکین (Dr. Oulak Akimushkin) فہرست نگار کتابخانہ لینن گراڈ کو نسخہ مجمع البحرین کے اختتام پر نساخ نسخہ کے قلم سے القابات کے بعد ''العراقی'' کے لفظ سے مغالطہ ہوا حالانکہ کاتب نسخہ نے کسی بزرگ ہستی بنام مولانا شرف دین الحق والدین......العراقی کے زیر سایہ ۸۹۰ھ میں اس کتابت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ دوسرے یہ کہ اصطلاحات صوفیہ بھی چونکہ حضرت عراقی سے مخصوص ہیں۔ قیاس ہے کہ اس چیز نے بھی فہرست نگار کا رخ حضرت فخر الدین عراقی کی طرف موڑ دیا ہوگا۔ (۶۵)

بہر حال مجمع البحرین کا نسخہ خوبصورت اور خوشخط لکھا ہوا ہے۔ شراب کے موضوع پر ایک دلچسپ کتاب ہے اور اس میں مولوی، عراقی، محمود شبستری اور حافظ شیرازی جیسے اساتذۂ فن کے اشعار سے جا بجا استشہاد کیا گیا ہے۔ لیکن شبستری و حافظ حتماً شیخ عراقی کے زمانۂ مابعد میں ظہور پذیر ہوئے، اس لیے مجمع البحرین کو کسی صورت حضرت عراقی کی تألیفات میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

سبک عراقی در نثر

شیخ فخر الدین عراقی کی شخصیت الفاظ سے بالاتر ہے۔ وہ آسمان عرفان کے شہباز اور میدان عشق کے شہسوار ہیں۔ تاہم آپ کی نثری نگارشات کے معنوی مشخصات کی طرف مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ کی منثور تصانیف میں سے کتاب لمعات سب سے زیادہ مقبول، متداول اور معروف ہے۔ اس لیے اسی کے اسلوبِ نگارش پر زیادہ توجہ مرکوز کی جائے گی۔

لمعات ایک عارفانہ اور عاشقانہ تألیف ہے۔ جو عشق الٰہی اور اس کے اسرار و مطابقاتِ معرفت کے متعلق بڑی دلسوختگی، دلباختگی، شیفتگی اور شور انگیزی کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے۔ نوعِ بیان عموماً سادہ اور بے تکلف ہے لیکن از لحاظ زبان پُر مغز و پُر معنی اور مترادفات سے بھرپور ہے۔ بہ قولِ خود لمعات کو انہوں نے ''بر سنن سوانح''، شیخ احمد غزالی تحریر کیا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اشعۃ اللمعات کے آغاز میں لمعات کا نام لے کر یوں اظہار خیال فرمایا ہے:

''...... بہ عباراتی خوش و اشاراتی دلکش جواهر نظم و نثر برهم ریخته و لطافت عربی و فارسی درهم آمیخته. آثار علم و عرفان از آن پیدا و انوار

ذوق و وجدان درآن ھویدا. خفتہ را بیدار کند و بیدار را واقفِ اسرار گرداند. آتش عشق برافروزد وسلسلۂ شوق بجنباند. "(٦٦)

"مصنف نے عمدہ عبارات اور دلکش اشارات میں نظم ونثر کے جواہر کو اکٹھے سمویا ہے اور عربی فارسی کی لطافت کو باہم بیان کیا ہے. علم وعرفان کے آثار اس سے ظاہر ہیں اور ذوق ووجدان کے انوار اس میں آشکارا ہیں. سوئے ہوئے کو بیدار کرے اور بیدار کو واقفِ اسرار بنائے. دل میں عشق کی آگ روشن کرے اور سلسلۂ شوق کو حرکت دے."

ڈاکٹر نسرین محتشم خزاعی نے بحوالہ ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب لکھا ہے کہ لمعات میں موردِ بحث مسائل کے ابہام اور پیچیدگی کے باوجود شیخ عراقی کا طرز نگارش بہت سادہ ورواں ہے. البتہ صریح د بلیغ مسجع اور شاعرانہ ہے. یہاں تک کہ اس کو شعر منثور کہا جا سکتا ہے.(٦٧) چنانچہ لمعات کی نثر ضائع لفظی اور معنوی سے پُر ہے. عراقی نے کبھی اپنے اور کبھی شعرائے عارف نامدار از قبیل سنائی وعطار وابن الفارض کے فارسی عربی اشعار کو بڑے حسن سلیقہ سے عبارات میں شامل کیا ہے بعض اوقات مطالب کی تفہیم کے لیے مختصر حکایات اور تمثیلات بھی بیان کی گئی ہیں.

منشآت و مکاتیب کی نثر بھی سادہ اور رواں ہے. بقیہ رسائل اصطلاحات تصوف، حمدله اور لطیفه فی الذوقیات کا سبک تحریر بھی سلیس، آسان اور خوبصورت ہے. بھی رسائل میں مصنف کی قدرتِ قلم اور ذوق سرشار نمایاں ہے. ان کی انشاء میں حضرت عراقی کا مخصوص اسلوب جو عشق وشوق وسوز وگداز واشتیاق ومعرفت سے لبریز ہے بدرجہ اتم موجود ہے. آیات واحادیث، عربی قطعات اور مشائخ سابقین کے اقوال سے عبارات کی پختگی کے لیے جابجا استدلال کیا گیا ہے.(٦٨)

☆☆☆☆

پیروان وشارحانِ عراقی

صوفیہ کے آثار وتصانیف، اپنے اندر عشق ومعرفت کے بلند مطالب رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیائے تصوف میں ان کی ایک خاص اہمیت ہے. شیخ عراقی سہروردیؒ بھی ان بلند پایہ صوفیہ میں سے ایک ہیں جن کے آثار واشعار عشق ومعرفت اور آرزوئے وصال سے لبریز ہیں جو سالک اور عارف

الٰہی کا اصلی ہدف ہے. حضرت عراقیؒ نے عشقِ مجازی سے متاثر ہو کر عشقِ حقیقی کے میدان میں قدم رکھا. آپ کے احوال و آثار و اشعار اسی چیز پر دلالت کرتے ہیں. ایک جگہ فرماتے ہیں:

عشق مشاطہ ایست رنگ آمیز
کہ حقیقت کند بہ رنگ مجاز (۱)

آپ کے منظوم آثار میں سے دیوانِ اشعار و غزلیات اور مثنوی عشاقنامہ معروف ہیں کہ بعد کے شعرا نے اُن کی تقلید اور پیروی کی ہے. آثار منثور میں سے کتاب لمعات نے ساتویں صدی ہجری سے لے کر آج تک شہرت جہانی حاصل کی ہے. عارفانِ حق نے اِس پر متعدد شروح اور حواشی لکھے ہیں جن کا آیندہ صفحات میں اجمالی ذکر کیا جائے گا.

حضرت عراقی کے علمی و عرفانی آثار کی تقلید کے حوالے سے درج ذیل تین شعبوں کو مدنظر رکھا جائے گا:

الف: مقلدانِ غزلیات

ب: پیروان مثنوی عشاقنامہ

ج: شارحانِ لمعات

مقلدانِ غزلیات

حضرت عراقی نے اکثر انواعِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے. آپ کے قصائد اساتذہ کی روش سے ہٹ کر توحید و معرفت کی ذیل اور بزرگانِ دین کی مدح میں آتے ہیں. ترکیبات، ترجیعات اور رباعیات آپ کے مخصوص اسلوبِ شعر کے عکاس ہیں اور انتہائی ذوق و شوق، سوز و درد اور جذب و تڑپ سے آراستہ ہیں لیکن حضرت عراقی کا اصل روپ غزل میں نمایاں ہوتا ہے اور آپ کی بعض غزلیات شہرت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئی ہیں اور خواص و عوام میں مقبول ہیں. (۲)

چھٹی صدی ہجری تک فارسی شعر بالخصوص غزل میں تاثیر تصوف کا رجحان نمودار ہو چکا تھا. خاقانی شیروانی اور نظامی گنجوی کے علاوہ حکیم سنائی اور خواجہ عطار کے ہاں عارفانہ و صوفیانہ غزلیات کی بھرمار نظر آتی ہے. پھر ساتویں صدی ہجری میں حملۂ مغول و تاتار کے بعد علوم تصوف نے مکتب عمومی کی شکل اختیار کر لی اور جگہ جگہ خانقاہیں اور روحانی تربیت گاہیں معرضِ وجود میں آ گئیں. مصائب کے

ستائے ہوئے لوگوں نے خانقاہوں میں پناہ لینی شروع کر دی. اس طرح تصوف اور شعر کے ارتباط سے غزل سرائی کے میدان میں اضافہ ہوا. مصلحتاً اصطلاحاتِ مجازی کے پردے میں مطالب معنوی کا بیان غالب آیا. شعرا بظاہر معشوقِ مجازی سے محوِ گفتگو نظر آئے مگر دراصل وہ خدائے حقیقی سے ہم کلام ہوئے. اس دور کے غزل گو شعرا میں مولوی بلخی، عراقی ہمدانی اور سعدی شیرازی کے نام نمایاں ہیں. اگر چہ عرفانی لطافت اور معنوی نکات کا بیان مولوی کی غزلیات کا خاصہ ہے، لیکن سعدی کی غزل بھی تأثیر تصوف سے یکسر خالی نہیں ہے تاہم لطف و روانی اور عشقِ سوزانِ مجازی کا اظہار سعدی کی غزلیات میں زیادہ منعکس ہے اور حضرت عراقی کی غزلیات کو ان دونوں بزرگ شخصیات کے افکار کے مابین قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ عرفانی لطافت سے بھی مزین ہیں اور عشق مجازی کے شائبہ سے بھی ہم آہنگ ہیں، لیکن اُن میں سوز، درد، لگن، تڑپ، جذبہ، ذوق، حقیقت اور معرفت کے آثار اس قدر ممتاز ہیں کہ وہ غزل کے مجازی اثرات پر غالب آ جاتے ہیں...... ایلخانی عہد کے ان تین اساتذہ کے بعد اور خواجہ حافظ شیرازی سے ماقبل چند دیگر اہم غزلسراؤں کے ناموں کے ذکر سے صرفِ نظر کرنا مناسب نہیں ہے. چنانچہ ہمام تبریزی، امیر خسرو دہلوی، امیر حسن سجزی، اوحدی مراغی، خواجو کرمانی، عماد فقیہ کرمانی اور سلمان ساوجی نے اپنے اپنے رنگ اور آہنگ میں غزل سرائی میں خوب قسمت آزمائی کی تھی.(۳)

فارسی غزل کے ان نمایندگان کے بعد فارسی غزل کا فروزاں ستارہ خواجہ حافظ شیرازی ایران کے آسمانِ ادبیات پر طلوع ہوا اور اس نے غزل کو اوجِ کمال پر پہنچا دیا. با استفادہ از کمالاتِ حافظ شیرازی، تیموری دور میں بعض ایسے غزل گو شاعر ظہور پذیر ہوئے جن کا کلام ذوقِ عرفانی سے سزاوار ہے مثلاً کمال خجندی، ملا شیریں مغربی تبریزی، عصمت بخاری، شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی، شاہ قاسم انوار، شیخ آذری اسفراینی طوسی اور پیر جمال اردستانی کی خدمات غزل کے حوالے سے قابل داد ہیں.(۴) ان میں سے شاہ نعمت اللہ ولی اور پیر جمال اردستانی سلاسل طریقت کے پیشواؤں میں شمار ہوتے ہیں. البتہ از لحاظ بیانِ افکار و عقاید فکری و نظری ملا شیریں مغربی، حضرت عراقی سے نزدیک تر ہے کہ ہر دو بزرگوار مکتب ابن عربی کی نمایندگی کا دم بھرتے ہیں.(۵)

نویں صدی ہجری میں مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندیہ سلسلۂ تصوف سے فیضیاب ہو کر منصۂ شہود پر آئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ فارسی شعر و ادب کی سربرآوردہ شخصیت قرار پائے اور ''خاتم الشعرا''

کے لقب سے معروف ہوئے. ہم یہاں عدم فرصت اور مجالِ ناکافی کے پیشِ نظر باقی فارسی غزلسراؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی بحث اور تحقیق کو حافظ شیرازی......ایران کے درجہ اوّل کے غزل سرا...... اور مولانا جامی...... فارسی ادب کے خاتم الشعرا...... کے لیے مخصوص کرتے ہیں کہ وہ حضرت عراقی سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور اُن کی عمدہ غزلیات کی تقلید اور پیروی کو حرزِ جاں سمجھتے تھے.

عراقی اور خواجہ حافظ شیرازی

خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی فارسی ادب کے دنیا جہان میں مانے ہوئے پانچ معتبر ترین، بزرگ ترین اور افضل ترین شعرا میں سے ایک ہیں.(۶) اُن کو سلطانِ غزل اور حافظِ آسمانی کہا جاتا ہے. مولانا جامی نے انہیں ''لسان الغیب'' اور ''ترجمان الاسرار'' کے القاب سے یاد کیا ہے.(۷) جامع دیوان حافظ محمد گلندام کے بقول ''اصحاب ظاہر کے لیے انہوں نے آشنائی کے ابواب کھولے اور ارباب باطن کے لیے روشنائی کے سامان کا اضافہ کیا. ہر واقعہ میں مناسب حال بات کہی اور ہر معنی کے لیے لطیف نکتہ بیان کیا.''(۸)

خواجہ حافظ نے آٹھویں صدی ہجری کے پہلے نصف میں شیراز میں ولادت پائی اور اسی شہر میں ادبی، شرعی، قرآنی، حکمی، فلسفی اور عرفانی تعلیمات حاصل کیں اور اکابر کے برعکس ساری زندگی اپنے جنم بوم میں گزار دی. مختلف ممالک کے شاہان و امیران کی دعوت کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا. حافظ قرآن ہونے کی نسبت سے اشعار میں حافظ تخلص اختیار کیا اور اپنی غزلیات میں قرآنی مضامین اور عرفانی مطالب کو خوب سمویا۷۹۲ھ میں شیراز میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے.(۹)

شیخ عراقی اور خواجہ حافظ کے سال وفات ۶۸۸ھ اور ۷۹۲ھ کے مابین تقریباً ایک صدی کا فرق ہے. ظاہری بات ہے حافظ نے عراقی کے کلام کو پڑھا، اس سے استفادہ کیا اور پھر یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے.:

غزلیاتِ عراقی است سرودِ حافظ
کہ شنید این رہِ دلسوز کہ فریاد نکرد (۱۱)

حافظ کے آثار و تصانیف میں اس کی ساری زندگی کا نچوڑ ایک دیوان غزلیات ہے. عراقی اور حافظ کے مشترک افکار سے آگاہی کے لیے ان کی چند ہم قافیہ و ہم ردیف و ہم معنی غزلیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

عراقی:

به یک گره که دو چشمت بر ابروان انداخت — هزار فتنه و آشوب در جهان انداخت (۱۲)

حافظ:

خمی که ابروی شوخ تو درکمان انداخت — بـه قصد جان من زار ناتوان انداخت (۱۳)

عراقی:

از پرده برون آمد یارم قدحی در دست — هم پرده ما بدرید هم توبه ما بشکست (۱۴)

حافظ:

در دیر مغان آمد یارم قدحی در دست — مست از می و میخواران از نرگس مستش مست (۱۵)

عراقی:

نظر ز حال من ناتوان دریغ مدار — نظارۂ رخت از عاشقان دریغ مدار (۱۶)

حافظ:

صبا ز منزلِ جانان گذر دریغ مدار — وزو، به عاشقِ بیدل خبر دریغ مدار (۱۷)

عراقی:

ای دل و جانِ عاشقان شیفته لقای تو — سرمه چشم روشنان خاك در سرای تو (۱۸)

حافظ:

تاب بنفشه می دهد طرۂ مشکسای تو — پردۂ غنچه می درد خندۂ دلگشای تو (۱۹)

عراقی:

تا چند عشق بازیم برروی هر نگاری — چون می شویم عاشق بر چهرۂ تو باری (۲۰)

حافظ:

شهریست پر ظریفان وز هر طرف نگاری — یاران صلای عشقست گر می کنید کاری (۲۱)

شیخ عراقی اور مولانا جامی (۲۲)

حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی عہد تیموری میں نویں صدی ہجری کے معروف ترین اور بزرگ ترین شاعر اور ادیب تھے. انہیں صوفیانہ شاعری کا آخری نمائندہ شمار کیا جاتا ہے.

بعض تذکرہ نگاروں نے انہیں فارسی زبان کے ''خاتم الشعرا'' کا لقب عطا کیا ہے. آپ کے حین حیات میں آپ کی دانش، معرفت، فضیلت اور شہرت صرف خراسان و ایران تک محدود نہیں تھی بلکہ افغانستان، ہندوستان، ماوراء النہر، آسیائے صغیر اور ترکی تک اُن کے علم و عرفان کا ڈنکا بج رہا تھا.(۲۳) شاہان امیران بھی جامی سے ارادت رکھتے تھے. انہیں سلطان حسین بالیقرا اور امیر علی شیر نوائی کا قربِ خاص حاصل تھا. بادشاہِ ہند سلطان ظہیر الدین بابر اور ترکی کے سلطان محمد فاتح عثانی بھی ان کے بڑے قدر دان تھے.(۲۴) اس لحاظ سے حضرت عراقی اور مولانا جامی میں مماثلت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے ادوار میں مختلف ممالک کے شاہان و امرا کے ہاں بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے.

مولانا جامی نے ۸۱۷ھ میں قصبہ خرجرد جام واقع خراسان میں ولادت پائی. دینی، ادبی اور عربی فارسی تعلیمات ہرات اور سمرقند میں حاصل کیں. مولانا سعد الدین کاشغری (م-۸۶۰ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ طریقت نقشبندیہ میں داخل ہو گئے. مرشد کی خدمت میں رہ کر مراحلِ سلوک و تصوف طے کئے، فقر و معرفت کے عالی مقام پر فائز ہو کر شیخ عراقی کی مانند پیر و مرشد کے شرفِ دامادی سے سرفراز ہوئے (۲۵) اور دولت شاہ کی روایت کے مطابق ''پس از وفات پیرو مرشد جانشین مسند طریق وی شد.''(۲۶) مولانا جامی سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اور مقتدر پیشوا خواجہ عبید اللہ احرار (م-۸۹۵ھ) سے بھی نہایت ارادت رکھتے تھے. دونوں بزرگوار ہستیوں کی شان میں آپ نے قصاید اور مثنویاں کہی ہیں. مولانا جامی کی تاریخ وصال ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء اور آپ کا مزار شریف ہرات میں مرجع خواص و عوام ہے.

مولانا جامی کے منظوم و منثور عربی اور فارسی زبان میں آثار و تصانیف پینتالیس کے لگ بھگ موجود ہیں. نثر میں تفسیر قرآن، علم حدیث، اثبات نبوت، تذکرۂ اولیاء و صوفیہ، صرف و نحو اور قافیہ و عروض کے موضوعات پر آپ کی تصانیف ہیں. خمسۂ نظامی کی طرز پر ہفت اورنگ کے نام سے سات مثنویاں منظوم کی ہیں. آپ کا دیوانِ غزلیات مشہور ہے. بقول خود مولانا جامی آپ کی غزلیات عاشقانہ اسلوب کی حامل ہیں:

ہست دیوان شعر من اکثر
غزل عاشقانہ شیدانی (۲۷)

ہاشم رضی دیوان کامل جامی کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ مولانا جامی نے فارسی غزلسراؤں مثلاً سعدی، امیر خسرو، امیر حسن دہلوی، اوحدی مراغی، حافظ، کمال خجندی کے استقبال اور تتبع میں غزلیں کہی ہیں. موصوف نے عراقی کے نام سے صرف نظر کیا ہے، لیکن یہ استدلال قوی یہ بات مسلم ہے کہ حضرت عراقی کے آثار و اشعار مولانا جامی کے زیر مطالعہ تھے کہ انہوں نے عراقی کو ''صاحب النثر الفایق والنظم الرایق'' قرار دیا ہے اور لمعات عراقی کی اشعة اللمعات کے عنوان سے بہترین شرح لکھی ہے اور غزلیات میں بھی جامی نے عراقی کی پیروی کی ہے. ڈاکٹر یوگ دایان آہوجہ نے از نظر شباہت فکری لفظی و معنوی، عراقی اور جامی کی غزلیات کا خوب موازنہ پیش کیا ہے. (۲۸) حقیقت یہ ہے کہ ہمارے دونوں اکابر شیخ ابن عربی اور اُن کے شاگرد شیخ صدر الدین قونیوی کی آبشخور سے سیراب ہوئے ہیں اور ان کے مکتب کو توسیع دی ہے اور اُن کے عرفانی و نظریاتی معتقدات سے طالبان حق کی تربیت فرمائی ہے اور ایک روایت کے مطابق مولانا جامی بھی شیخ عراقی کی طرح انسانی زیبائی اور عشق مجازی سے عاری نہیں ہے. (۲۹)

اب عراقی و جامی کی مشابہ و ہم رنگ و آہنگ غزلیات کے چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں:

عراقی:

مشو، مشو ز من خسته دل جدا ای دوست　　مکن، مکن به کف اندهم رها ای دوست (۳۰)

جامی:

دور از رخ تو چنانم ای دوست　　کز مستی خود به جانم ای دوست (۳۱)

عراقی:

خیز تا قصد کوی یار کنیم　　گذری بر در نگاه کنیم (۳۲)

جامی:

عید فطر است بیا تا به می افطار کنیم　　عیدگه خاك در خانه خمار کنیم (۳۳)

عراقی:

دلربائی دل ز من ناگه ربودی کاشکی　　آشنائی قصه دردم شنودی کاشکی (۳۴)

جامی:

برسرآن کوسر من خاک بودی کاشکی　　پایمال آن بت چالاک بودی کاشکی (۳۵)

عراقی:

میان خاک و خون چون مرغ بسمل (۳۶)

جامی:

به خاک و خون چو مرغ نیم بسمل (۳۷)

عراقی:

جمال خود به لباس دگر بیارانی (۳۸)

جامی:

هر لحظه جمال خود نوع دگر آرائی (۳۹)

تأ ثیر غزل عراقی بعد از جامی

ہم نے دیکھا کہ ساتویں صدی ہجری میں تاتاری بربریت کے باوجود سرزمینِ ایران اور فارسی خوان ممالک میں مکتب تصوف نے بہت ترقی کی. آٹھویں صدی ہجری خواجہ حافظ کے دور میں بھی مکاتب تصوف: از قبیل صفویہ، بکتاشیہ، نقشبندیہ اور حروفیہ کی تأسیس ہوئی نویں صدی ہجری مولانا جامی کے عہد کے اندر بھی سلوک وتصوف کا بازار گرم تھا اور سلاسل طریقت مثل نعمت اللہیہ ،نوربخشیہ ،نقشبندیہ ،احراریہ اور پیر جمالیہ سالکان وطالبان کی تربیت میں مصروف کار تھے. جس کے نتیجے میں صوفیانہ غزل کا دور دورہ چلتا رہا. مولانا جامی کے بعد صفوی دور میں سلاسل تصوف قدرے انحطاط کا شکار ہو گئے اور فارسی شعر میں سبک ہندی نے رواج پکڑنا شروع کر دیا جو دقیق اور باریک مضامین کی طرف تمایل رکھتا ہے. اس دور میں دیگر اصنافِ شعر کی نسبت غزل کا بول بالا زیادہ نظر آ تا ہے اور شعرا کی کثیر تعداد برصغیر ہندو پاکستان کے نواح میں مغلیہ درباروں کا رخ کر لیتی ہے لیکن مانند ادوارِ سابق بہ تمام معنی غزل گو صوفی شاعر دستیاب نہیں ہے. البتہ غزل کاملاً افکارِ تصوف سے خالی نہیں ہے. چنانچہ نظیری نیشاپوری (م-۱۰۲۱ھ/ ۱۶۱۱ء) کے متعلق روایت ہے کہ اُس نے عمر کے آخری حصے میں ترک دنیا کر لیا تھا اور اسے غزل میں حافظ کے سخت مقلدین میں شمار کرتے ہیں. دیوان نظیری میں جستجو سے حضرت عراقی کی غزل کی پیروی کے نکات بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں مگر اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں ہے.

شیخ بہاء الدین محمد عاملی معروف بہ شیخ بہائی (م-۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰ء) کے احوال و آثار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اُس نے غزل اور رباعی میں شعرائے متصوف ایران کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے صوفی شعرا میں سے بالخصوص عراقی اور گاہ گاہ حافظ کا رنگ اپنایا ہے.(۴۰)

برصغیر کے نامور عالم و عارف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متخلص بہ اُمّی (م-۱۱۷۲ھ/۱۷۶۲ء) نے عراقی کی مشہور و معروف غزل ''نخستین بادہ کاندر جام کردند'' کی بڑے دلچسپ لہجے میں تضمین اور پیروی کی ہے.(۴۱)

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (م:۱۹۳۸ء) جو مولانا روم کو اپنا پیر و مرشد معنوی تسلیم کرتے ہیں، اُنہوں نے اپنے کلام میں حضرت عراقی اور بعض دوسرے مشائخ تصوف کی اتباع بھی کی ہے. عراقی اور جامی کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

گـی شـعـر عـراقـی را بـخـوانـم   گـهـی جـامـی زند آتش بـجـانـم (۴۲)

حضرت عراقی کی الہامی غزل کی علامہ اقبال نے یوں تقلید کی ہے:

فـنـا را بـادۂ هـر جـام کـردنـد   چـه بـی در دانه او را عام کردند (۴۳)

اس طریقہ سے شیخ عراقی کی غزل کے تأثرات موجودہ دور تک فارسی گو شعرا میں دستیاب ہیں.

پیروانِ مثنوی عشاقنامہ

شیخ عراقی نے مثنوی عشاقنامہ میں انوکھی روش ابتکاری اختیار کی. مثنوی کو دس فصلوں میں تقسیم کیا اور ہر فصل میں ایک ایک غزل بھی شامل کی. یہ روش بعد میں فارسی گو شعرا میں اتنی مقبول ہوئی کہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں عشاقنامہ، عشق نامہ، محبت نامہ اور دہ نامہ کے عناوین سے کئی مثنویاں معرضِ وجود میں آئیں. بعض شعرا نے اس طرزِ اسلوب میں تصرفات بھی کئے لیکن بہر صورت شیخ عراقی کو اس مکتب یا دبستان کا مؤسس شمار کرنا چاہئے. چند مثنویاں جن میں غزل کی آمیزش ہے، عشاقنامہ اور دہ نامہ کے ناموں سے معروف ہیں اور اُن کے چاپی، قلمی یا عکسی نسخے راقم الحروف کی نظر سے گزرے یا دسترس میں آئے، حسب ذیل ہیں:

۱- دہ نامہ منسوب بہ مولانا ہمام الدین تبریزی

۲- منطق العشاق یا دہ نامہ از اوحدالدین مراغی

۳- تحفۃ العشاق یا دہ نامہ از رکن الدین صاین سمنانی

۴- دہ نامہ یا عشق نامہ از عبید زاکانی

۵- محبت نامہ یا دہ نامہ از ابن نصوح فارسی

۶- روضۃ المحبین یا دہ نامہ از ابن عماد خراسانی

ان مثنوی سراؤں کے ناموں سے ظاہر ہے کہ وہ سب ذوقِ عرفان سے آشنا نہیں تھے لیکن چونکہ حضرت عراقی عارف الٰہی کے علاوہ شاعر کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اس لیے ممکن ہے انہوں نے شعر کے حوالے سے اس کی تقلید کی ہو. ان چھ شعرا کے علاوہ خواجہ عماد الدین فقیہ کرمانی کے دہ نامہ اور مولانا کاتبی ترشیزی (م: ۸۳۹ھ) کے دہ باب کے ناموں سے صرف نظر کرنا بھی درست نہیں ہے. (۴۴) مگر ان مثنویوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مثنویاں سوائے نام کی مماثلت کے شیخ عراقی کی مثنوی دہ فصل سے کوئی مطابقت نہیں رکھتیں.

علاوہ ازیں کچھ دیگر شعرا نے بھی دہ نامہ کے نام سے مثنوی سرائی کی ہے. دولت شاہ سمرقندی نے مولانا عارفی ہروی (م: ۸۴۲ھ)، مولانا یحیٰی سیبک نیشاپوری (م: ۸۵۲ھ)، خواجہ محمود برسہ (م: ۸۷۲ھ) اور ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے خواجو کرمانی (م: ۷۵۳ھ) کی مثنوی دہ نامہ کا ذکر کیا ہے مگر ان کے نسخوں کی کوئی نشانی تا حال راقم کے ہاتھ نہیں لگی. (۴۶) عراقی کے بعد مولانائے روم کے پسر سلطان ولد نے عشق نامہ کے عنوان سے مثنوی لکھی. (۴۷) نویں صدی ہجری کے شاعر و عارف شاہ داعی شیرازی (م-۸۷۰ق) کی مثنویات شش گانہ میں سے ایک مثنوی عشق نامہ بھی ہے. یہ مثنوی اگرچہ سبک عراقی سے مطابقت نہیں رکھتی تاہم عراقی کی تاثیر سے خالی بھی نہیں ہے کہ ساری مثنوی عشق و عرفان کے مطالب سے پُر ہے اور عرفا مثلاً رابعہ، بُشر حافی، ذوالنون، بایزید، ابن عربی، شمس تبریزی، مولانا روم اور عراقی وغیرہ کی حکایات سے مزین ہے. حضرت عراقی کی داستان میں اس کے احوالِ زندگی اور عاشقانہ افکار کا بیان ہے. لگتا ہے کہ شاعر نے عراقی کے مقدمہ دیوان والی سوانح عمری سے استفادہ کیا ہے. شاہ داعی نے داستان کا آغاز اس طرح کیا ہے:

شیخ فخر الدین کہ بود اہل کمال

خواندہ خود را (او) عراقی در مقال (۴۸)

اب ہم مذکورہ بالا چھ فضلا کا مع ان کی مثنویوں کے تعارف پیش کرتے ہیں۔

۱- مولانا ہمام تبریزی اور دہ نامہ (منسوب) (۴۹)

مولانا ہمام الدین محمد بن علاء تبریزی ایلخانی عہد میں آذربائیجان کے معروف علما، عرفا اور شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ تاریخ پیدائش ۶۳۶ھ ہے۔ دولت شاہ سمرقندی نے انہیں ''مفخر العرفا'' اور ''مرد عارف صاحبدل'' کے القاب سے یاد کیا ہے۔ خواجہ شمس الدین محمد جوینی صاحبدیوان نے آپ کی خانقاہ کے اخراجات کے لیے سالانہ ایک ہزار دینار مقرر کر رکھے تھے اور یہ خانقاہ تألیف *تذکرۃ الشعراء* ۸۹۲ھ تک تبریز میں سالکان کی تربیت کے لیے موجود تھی۔ (۵۰) مولانا ہمام نے بہ روش صوفیہ بغداد مکہ مدینہ اور روم کے سفر اختیار کیے۔ مولانا ہمام، خواجہ شمس الدین جوینی کے ہمراہ روم گئے اور توقات میں حضرت عراقی کی خانقاہ تک پہنچے۔ مقدمہ دیوان اور *تذکرہ میخانہ* کی روایات کے بموجب خواجہ شمس جوینی نے خانقاہ کے اندر جا کر حضرت عراقی سے ملاقات کی جبکہ مولانا ہمام اس سعادت سے محروم رہے۔ (۵۱) مولانا ہمام کی رحلت ۷۱۴ھ میں تبریز میں واقع ہوئی۔

مولانا ہمام کے آثار و تصانیف میں سے *دیوان غزلیات* اور *مثنوی صحبت نامہ* مشہور ہیں۔ *مثنوی دہ نامہ* مولانا ہمام کے نام ویسے منسوب ہے۔ *مثنوی صحبت نامہ* میں مولانا ہمام نے چار غزلیات کو مناسب مقامات پر سمویا ہے، اس لحاظ سے مثنوی گوئی کے اسلوب میں عراقی اور ہمام میں ہم آہنگی اور قربت پائی جاتی ہے۔ *دہ نامہ* منسوب بہ ہمام کے ضمن میں ڈاکٹر رشید عیوضی کی تحقیق اس طرح ہے کہ یہ *دہ نامہ* عشقی، بحر ہزج (مسدس مقصور یا محذوف) میں ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے کہ ناظم شاعر نے اسے ''محبوب القلوب'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ شاعر کا اسم ''حریری'' ہے۔ وہ ایک عرصہ تک بغداد اور تبریز سے دور چلا گیا تھا۔ ۸۰۰ھ میں یہ مثنوی نظم کی گئی۔ (۵۲) بہرحال یہ *دہ نامہ* دلچسپ اور شیریں ہے اور دوسرے دہ ناموں سے قابل مقایسہ ہے۔ شاعر نے بڑی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ اسے منظوم کیا ہے۔ نامہ اوّل، سوم، پنجم، ہفتم، نہم عاشق کی زبان سے اور نامۂ دوم، چہارم، ششم، ہشتم، دہم معشوق کی زبانی ادا کردہ ہیں۔ ہر نامہ میں غزل، حکایت اور دوسرے عنوانات بالترتیب منقول و مذکور ہیں۔

۲- شیخ اوحد الدین مراغی اور منطق العشاق یا دہ نامہ (۵۳)

شیخ اوحد الدین مشہور بہ اوحدی مراغی ساتویں آٹھویں صدی ہجری کے شعرائے متصوف میں

سے ہیں۔ ''عراقی و سہروردیان'' کی ذیل میں اُن کا تعارف پیش کیا جا چکا ہے اس لیے یہاں تکرار سے صرف نظر کر کے صرف مثنوی منطق العشاق یا دہ نامہ کے مختصر جائزہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

منطق العشاق تاریخی اعتبار سے شاید پہلی مثنوی ہے جو عشاقنامہ یا دہ فصل شیخ عراقی کے بعد معرض وجود میں آئی۔ شیخ اوحدی نے اسے اپنے دور جوانی میں ۷۰۶ھ میں خواجہ وجیہ الدین شاہ یوسف نبیرہ استاد البشر خواجہ نصیر الدین طوسی کی خواہش پر نظم کیا۔ تقریباً پانچ صد اشعار پر مشتمل ہے۔ سر آغاز مثنوی اس طرح ہے:

به نام آنکه ما را نام بخشید

زبان را در فصاحت کام بخشید (۵۴)

خدا تعالیٰ و رسول ﷺ کی مدح، اپنے احوال اور ممدوح کی صفت اور مناجات وغیرہ کے بعد اصل دہ نامہ کو شروع کیا گیا ہے۔ ایک دلچسپ شعر میں شاعر نے مثنوی کا نام ''منطق العشاق'' اس طرح سمویا ہے:

چو دیدم در سخن خیر الکلامش

نهادم "منطق العشاق" نامش (۵۵)

ہمام تبریزی کی طرز پر نامۂ اول، سوم، پنجم، ہفتم، نہم عاشق کی زبان سے اور نامۂ دوم، چہارم، ششم، ہشتم، دہم معشوق کی زبان سے جواب میں ادا کئے ہیں اور ہر نامہ میں غزل بھی شامل ہے۔ آخر میں قطعہ ''در خاتمۂ کتاب'' درج ہے۔ منطق العشاق کی داستان نہایت سادہ، دلچسپ اور مختصر ہے۔ حسب معاملاتِ عشق و عاشقی، عاشق کی طرف سے عاجزی و انکساری کا اظہار ہے اور معشوق کی جانب سے بے نیازی جھلکتی ہے۔ بالآخر معشوق وصل اور سازگاری پر راضی ہو جاتا ہے اور عاشق و معشوق کے اتحاد پر مثنوی اختتام پذیر ہوتی ہے۔ بظاہر مثنوی میں مجاز کا غلبہ نظر آتا ہے مگر شیخ اوحدی کا مقصود و مدعا عاشقِ سالک کو بارگاہِ الٰہی کے وصال سے ہمکنار کرنا ہے جو شعرائے عاشق مسلک کا اصلی ہدف ہے۔ (۵۶)

۳۔ مولانا رکن صاین سمنانی و تحفۃ العشاق یا دہ نامہ (۵۷)

مولانا رکن صاین سمنانی آٹھویں صدی ہجری کے شیریں گفتار اور زیبا کلام شعرائے فارسی میں سے ہیں جو سمنان و خراسان کے معتبر سخنوروں میں شمار ہوتے ہیں۔ طغا تیمور خاں ایلخانی فرمانروائے

خراسان (۷۳۷-۷۵۴ھ) کے عہد میں پیش نماز اور قاضی سمنان کے منصب پر فائز تھے.(۵۸) آپ امرائے اینجو اور آل مظفر کی خدمت میں بھی رہے آپ نے ۷۶۵ھ میں وفات پائی.

تذکرۃ الشعرا میں رکن صاین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولفِ تذکرہ نے دہ نامہ کا ذکر کیا ہے. سید حسن کے مضمون ''دہ نامہ ہا در فارسی'' میں تذکرہ صحف ابراھیم اور خلاصۃ الاشعار کے حوالے سے روایت ہے کہ رکن صاین نے مشھد مقدس کی زیارت کے موقع پر ایک جواں سال اور خوبرو شہزادے کے عشق میں گرفتار ہو کر مثنوی تحفۃ العشاق نظم کرنی شروع کی.(۵۹)

مطلع:

بہ نام آنك اوّل عشق از و خاست　　　بہ دست عشق ملك جان بیار است

مثنوی کی تاریخ آغاز، اشعار کی تعداد اور نام کو ہمارے شاعر نے اس طرح یاد کیا ہے:

زھجرت ھفصد و پنجاہ ویك سال　　　گشودم چھرۂ شان در ماہ شوال

چو زلف نو عروسان شد مطرّا　　　مکمل شد بہ پانصد بیت غرّا

بہ اندك مدتی کردم تمامش　　　نھادم تحفۃ العشاق نامش (۶۰)

خداوند کریم، حضرت پیغمبر اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کی مدح و ستائش کے بعد نسخہ خطی کتابخانہ ملی ملک تہران میں تحت عنوان ''در سبب تالیف دہ نامہ گوید'' کے بعد شاعر نے منظومہ کے نامہ جات اور عاشقانہ موضوعات کو چھیڑا ہے اور عجیب بات ہے کہ نسخہ مذکورہ میں نامۂ پانزدہم (۱۵) تک مطالب نے طول کھینچا ہے البتہ نامۂ دوم، چہارم، ششم، ہشتم اور پانزدہم میں غزل کا اندراج نہیں ہے جو مثنوی دہ نامہ کا لازمہ ہے. لہٰذا قیاس ہے کہ مخطوطہ تحریف شدہ ہے. تاہم یہ بات مسلم ہے کہ یہ دہ نامہ عشقی ہے کہ اس کے آغاز میں ''در سبب تألیف دہ نامہ'' اور انجام پر ''در ختم دہ نامہ'' کے عنادین موجود ہیں.

۴-عبید زاکانی وعشاقنامہ(۶۱)

خواجہ نظام الدین عبید اللہ قزوینی متخلص بہ عبید اور مشہور بہ عبید زاکانی خاندان زاکانیانِ قزوین کے ایک خوش طبع، اہل علم و فضل شاعر اور نثر نگار ہیں. وہ ایک عرصہ دیوانی خدمات پر مأمور رہے اور

زندگی میں انہوں نے کئی سفر کیے. آپ ایک معاشرتی نقاد کی حیثیت سے شہرت اور اہمیت رکھتے ہیں اور یہ روش آپ کی منظوم و منثور تصانیف میں نمایاں ہے. آپ کے جملہ آثار و تصانیف میں سے مثنوی عشاقنامہ، موش و گربہ، رسائل اخلاق الاشراف، دہ فصل، دلکشا اور صد پند قابل ذکر ہیں. آپ کا سال وفات ۷۷۲ھ ہے. (۶۲)

مثنوی عشاقنامہ کو عبید نے ۷۵۱ھ میں بنام شاہ شیخ جمال الدین ابو اسحاق اینجو (۷۴۳-۷۵۸ھ) ۷۲۶ اشعار پر مشتمل منظوم کیا. عشاقنامہ عبید اگرچہ مثنوی عراقی اور دوسرے دہ ناموں سے قدرے مختلف ہے. کیونکہ وہ دہ نامہ کی طرز اور تقسیم سے عاری ہے لیکن چونکہ اس مثنوی کا عنوان، عشاقنامہ عراقی کے عین مطابق ہے. پھر اس میں چھ غزلیات درج ہیں کہ ان میں سے دو غزلیں ہمام تبریزی کا نام لے کر شاعر نے منظومہ میں شامل کی ہیں اور مضامین و مطالب بھی عاشقانہ اسی قبیل کی دیگر مثنویوں سے ملتے جلتے ہیں اور ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے بھی *تاریخ ادبیات در ایران* میں اسے اسی طرز کی عاشقانہ مثنویوں میں شمار کیا ہے. (۶۳) لہٰذا ہم نے بھی یہاں اسے اسی صنفِ سخن میں شمار کرتے ہوئے تعارف کرانا ضروری سمجھا ہے.

۵- ابن نصوح فارسی و محبت نامہ یا دہ نامہ

خواجہ کمال الدین فضل اللہ ابن نصوح فارسی فضلائے شعرائے شیراز اور بزرگ زادگانِ فارس میں شمار ہیں. سلطان ابو سعید خاں بہادر (۷۱۶-۷۳۶ھ) ملوکِ ایلخانیہ کے آخری فرمانروا کے عہد حکومت میں وفورِ عقل و فراست اور کثرتِ علم و کیاست کی بابت سب سے برتر سمجھے جاتے تھے. (۶۴) ایک روایت کے مطابق وہ تصوف میں شیخ علاء الدولہ سمنانی کے مرید اور شاعری میں سلمان ساوجی کے شاگرد تھے. وہ سلاطین آل جلایر کی خدمت میں عراق میں بھی مقیم رہے. انہوں نے ۷۹۳ھ میں رحلت فرمائی.

دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے کہ "ابن نصوح نے سلطان ابو سعید خاں کے زمانے میں دہ نامہ نظم کیا. اسے خواجہ غیاث الدین محمد بن رشید الدین فضل اللہ وزیر کے نام معنون کیا اور وہ نسخہ اہل فن کے نزدیک بہت شہرت کا حامل ہے. (۶۵)

کتابخانہ ملی ملک تہران میں اس مثنوی کا محفوظ قلمی نسخہ بعنوان محبت نامہ یا دہ نامہ ایک دوسرے مخطوطہ کے حاشیہ میں ضبط تحریر ہے. اس کا آغاز مع نام اس طرح درج ہے:

بـه نـام آنك نـامـش حـرز جانهاست | ثنـایـش روز و شـب وردِ زبانهاست
کـلیـمـی گشتـه هـر نطق از کلامـش | محبت نـامـه هـا نـامی ز نـامـش

محبت نامہ مذکورہ کے پہلے صفحات میں ''نعت النبی''، ''مناجات'' اور ''سبب نظم کتاب'' کے تین عنوانات کے تحت دلکش اشعار ثبت ہیں اور باقی کے سارے نسخہ میں عنوانات کی جگہ خالی پڑی ہے. مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ دوسری مثنویات دہ ناموں کی طرح اس میں بھی عشقیہ مضامین اور غزلیات شامل ہیں اور رکن صاین اور عبید زاکانی کی مانند ابن نصوح نے بھی اس کو اپنے عشق کے احوال میں منظوم کیا ہے. البتہ ابن نصوح، شیخ عراقی کے عین مطابق ظاہر سے باطن کی طرف مائل ہے جو کہتا ہے:

نـظـر بـر صـورت ظـاهـر نـدارم
مـریـد قـدرت صـورت نـگـارم (٦٦)

نسخہ حاضر میں ۱۱۳۰ اشعار اور آٹھ غزلیں ہیں. آخر کے چند صفحات غائب ہیں. یوں لگتا ہے کہ آٹھ نامے رہ گئے ہیں اور آخری دو نامے مفقود ہیں.

٦- ابن عماد خراسانی و روضۃ المحبین یا دہ نامہ (٦٧)

ابن عماد خراسانی شیرازی عالم و فاضل اور تقویٰ شعار فارسی گو شاعر ہے. اس کا خمیر خراسان کی سرزمین سے اٹھا لیکن زندگی کا بیشتر وقت شیراز میں بسر ہوا. ابن عماد نے غزل، قصیدہ اور مثنوی میں طبع آزمائی کی. دیوانِ اشعار کا نسخہ قاہرہ مصر کی لائبریری میں محفوظ ہے. سال وفات ۸۰۰ھ ضبط تحریر ہے. (٦٨)

دولت شاہ سمرقندی کے مطابق دہ نامہ ابن عماد مشہور ہے. مثنوی روضۃ المحبین یا دہ نامہ کا ایک مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں محفوظ ہے. اس کے ابتدائی عناوین ''فی نعت النبی ﷺ''، ''مناجات''، ''سبب نظم کتاب'' اور ''در بیان عشق گوید'' مرقوم ہیں. اس میں ایک جوان رعنا مثل نوجوانِ مثنوی منطق العشاق شیخ اوحدی مراغی، ایک زیبا رُو داستان کو دل دے بیٹھتا ہے. وہ بادِ صبا کو وسیلۂ پیغام بناتا ہے، دہ ناموں کو ترتیب وار شروع کرتا ہے اور اپنے پیشرو کی طرز پر نامۂ اول، سوم، پنجم، ہفتم، نہم عاشق کی زبان سے اور نامۂ دوم، چہارم، ہشتم، دہم معشوق کی زبانی ادا کرتے ہوئے ہر نامہ میں ایک مرغوب غزل بھی سموتا ہے. قطعہ آخر ''در خاتمت کتاب'' کے زیرِ عنوان رقم ہے اور اس میں

اسم مثنوی ''روضۃ المحبین'' تعداد ابیات ۷۶۰ اور تاریخ اتمام ۷۹۴ھ اس طرح ثبت ہے:

القصہ مہ ربیع الاوّل	این نظم بدیع شد مکمل
در ھفتصد و شصت بیت غرّا	چون طرۂ دلبران مطرّا......
منظوم بسان عقد پروین	موسوم بہ روضۃ المحبین
از ھجرت مدت محمد	رفتہ نو دو چھار و ھفتصد (۶۹)

مجموعی طور پر یہ مثنوی دہ نامہ بھی اسلاف کی روش کے عین مطابق عاشقانہ افکار ونظریات کی حامل ہے.

تبصرہ

مثنویات عشاقنامہ، عشق نامہ، محبت نامہ اور دہ نامہ جات کے جائزہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ بہ دلائل تاریخی شیخ عراقی اس نوع کی مثنویوں کے مؤسسِ اعلیٰ ہیں. دستیاب شدہ معلومات کے مطابق حضرت عراقی کے بعد شیخ اوحدی مراغی نے اس اسلوب خاص میں قسمت آزمائی کی مگر افسوس کہ سید حسن نے اپنے مطبوعہ مضمون ''دہ نامہ ھا در فارسی'' میں حضرت عراقی کی مثنوی دہ فصل یا عشاقنامہ کا قطعاً ذکر نہیں کیا ہے.

ہم نے دیکھا کہ مذکورہ بالا مثنویات میں بیشتر مثنوی سراؤں نے سلف ...... شیخ عراقی ...... کی بجائے خلف ...... شیخ اوحدی ...... کی طرف توجہ مبذول رکھی ہے اور اس کی پیروی کی ہے، لیکن بلحاظ گرمی، گیرندگی، شوریدگی، جوش، جذبہ اور عشق وعرفان کے نکات کے بیان میں ان میں سے کسی ایک مثنوی سرا کو بھی حضرت عراقی کے پایہ تک رسائی میسر نہیں ہے اور نہ ہی ان کو اس مردِ حق آگاہ کے ہم پلہ قرار دیا جاسکتا ہے. بیشک یگانہ، مثنویٔ عراقی پُر از ذوق وشوق وجذبۂ معنوی وروحانی ہے اور یہ دوسروں کی تعلیم وتربیت باطنی کا ایک مؤثر ذریعہ ہے.

بہر صورت ان مثنویات کی اہم ترین خصوصیت ان میں مثنوی اور غزل کا حسین امتزاج ہے. یہ خاصیت دہ نامہ جات سے قطع نظر بعض دوسری مثنویوں مثلاً صحبت نامہ ہمام تبریزی اور قران السعدین امیر خسرو دہلوی میں بھی پائی جاتی ہے اور یہ اسلوب بہ گمانِ غالب پہلی مرتبہ ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں حضرت عراقی کے توسط سے رواج پذیر ہوا. جدید دور میں ڈاکٹر محمد اقبال اس سبک کی طرف بڑے مائل نظر آتے ہیں کہ مثنوی اسرار خودی اور رموز بیخودی کے علاوہ انہوں نے تقریباً باقی

ساری مثنویاتِ فارسی میں غزل کو شامل کیا ہے۔ چنانچہ *جاوید نامہ* میں دلآ ویز، دلپذیر اور دلکش غزلیات کی فراوانی ہے کہ بہ قول ڈاکٹر سید محمد اکرم شاہ "بہ گفتۂ بعضی ھا این سبك شاید نخستین بار در تاریخ شعر فارسی به دست اقبال شروع شدہ است۔"(۷۰) حالانکہ بلا تردید یہ اسلوب علامہ اقبال سے سات صدیاں پہلے شعر و ادب فارسی میں رواج پذیر ہو چکا تھا۔

شارحانِ لمعات(۷۱)

بلا تردید *لمعات* زبان و ادبیاتِ فارسی اور تصوف و عرفان اسلامی کی شاہکار کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کتاب لطیف نے اپنے زمانۂ تالیف سے ہی تصوف اسلامی کی درسی کتب میں اعلیٰ مقام حاصل کر رکھا ہے۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے *تاریخ ادبیات در ایران* میں ساتویں صدی ہجری کی مبحث "صوفیہ" میں لکھا ہے:

> "...... کتابهای *فصوص الحکم* و *فتوحات مکیه* و *فکوك* و *لمعات* و *قصاید ابن فارض* و شرحهای آنها از قرن هفتم به بعد در شمار کتابهای درسی عرفانی در آمدند و هنوز هم همین حال را دارند۔"(۷۲)

> کتابہائے *فصوص الحکم*، *فتوحات مکیه*، *فکوك*، *لمعات* اور *قصاید ابن فارض* اور ان کی شرحیں ساتویں صدی ہجری کے بعد سے عرفان کی درسی کتابوں میں شامل ہو گئیں اور ابھی تک ان کی یہی کیفیت ہے۔

لمعات چونکہ شیخ محی الدین ابن عربی کی تعلیمات اور معتقدات کی تلخیص ہے اور اس کا اسلوب نگارش فلسفیانہ رنگ سے عبارت ہے، عام سالکانِ طریقت کے لیے اس کا فہم و ادراک قدرے مشکل اور محال تھا۔ اس لیے بعض مشائخ اور صوفیہ نے مختلف ادوار میں اس کی شرح اور تفسیر کا بیڑا اٹھایا تا کہ رہروانِ معرفت کے لیے اصول تصوف و عرفان کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سہل اور آسان ہو جائے۔

مختلف کتب فہارس مخطوطات میں فارسی زبان میں لکھی گئی شروح لمعات کی تعداد حسب ذیل ہے:

۱- *کشف الظنون* (۲/۱۵۶۳) میں تین شروح لمعات کا ذکر ہے۔

۲- فہرس المخطوطات الفارسیہ قاہرہ (۲/ ۹۷) میں چار شرح کا حوالہ دیا گیا ہے.
۳- تاریخ ادبیات فارسی، ایتہ (ص ۱۷۷) میں پانچ شرح کے بارے میں لکھا ہے.
۴- سعید نفیسی دیباچہ کلیات عراقی (چاپ چہارم ص ۳۸-۳۹) میں چھ شرح یاد کرتے ہیں.
۵- جرمن سکالر ریتر مجلہ در اسلام (شمارہ:۲۱ ص ۹۵-۹۹) میں آٹھ شرح ضبط تحریر کرتے ہیں.
۶- ڈاکٹر ممتاز بیگم نے تاثیر معنوی ایران در پاکستان (ص ۱۲) میں دس شرح کی بات کی ہے.
۷- راقم الحروف نے اپنی تصنیف مقام عراقی در تصوف اسلامی کی پہلی اشاعت (ص ۳۰۳ ج ۱) میں ۱۷ شرح لمعات کا تعارف پیش کیا تھا.
۸- راقم الحروف نے مقام عراقی در تصوف اسلامی کی دوسری اشاعت (ص ۲۶۰-۲۸۴) میں مجموعی طور پر ۳۰ شروح و تفاسیر دستیاب کر کے ان کو روشناس کرایا ہے.

اب یہاں ساری شروحِ لمعات کا ایک ایک کر کے مع شارح و مفسر، بہ ترتیب زمانی و تاریخی، اُن کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

۱- درویش علی بن یوسف الکرکری (۷۳) و شرح لمعات

استاد سعید نفیسی کی تحقیق کے مطابق درویش علی فرزند یوسف الکرکری نویں صدی ہجری کے اوائل کے مشائخ متصوفہ میں سے تھے. انہوں نے زبدۃ الطریق کے نام سے ایک کتاب یادگار چھوڑی جسے ۸۰۵ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور لمعات عراقی پر ایک شرح بھی لکھی. اس کے کتابخانہ مدرسہ عالی سپہسالار تہران والے مخطوطہ کا آغاز اس طرح ہے:

"حمد بیحد و شکر بیعد ذات واجب الوجودی راست که وجود جمله موجودات از پر تو ذات اوست......"

مؤلف نے حمد خدا تعالیٰ اور نعت پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد تحریر کیا ہے کہ اُس کے بعض جانی دوست علم توحید کے جویا تھے وہ روز و شب شیخ عراقی کے رسالہ لمعات کے مطالعہ میں

مشغول رہتے تھے اوراس کے رنگین الفاظ اور شیریں عبارات کے عاشق تھے، پھر بھی وہ صعوبت ترکیب ودقتِ معنی کی بابت اس کی تفسیر و تعبیر کے محتاج تھے. انہوں نے اس فقیر سے اس نسخہ شریفہ کی شرح لکھنے کی درخواست کی تو فقیر نے اُن کے حسب ارشارہ لمعات کی شرح لکھنی شروع کردی.

شارح نے لمعات کے متن کی شرح کے دوران شیخ ابن عربی، شیخ صدرالدین قونیوی، شیخ اوحد الدین کرمانی، حکیم سنائی، خواجہ عطار اور مولانا رومی کے اقوال وابیات کو بطور شواہد استعمال کیا ہے. بعض دیگر بزرگصوفیہ کے حوالہ جات بھی ملتے ہیں. مصنفِ لمعات کی عبارات کو" قولہ" اور توضیحات کو "یعنی" کے کلمات سے مشخص کیا گیا ہے. سوال وجواب بھی مرقوم ہیں. شارح نے حقایق ودقائق عرفانی کی وضاحت کے لیے تمثیلات وحکایات کا سہارا بھی لیا ہے. چنانچہ یہ شرح بڑی مفید، سودمند، نغز اور طالبانِ حقیقت کے لیے نہایت ہی قابل استفادہ اور کارآمد ہے.

۲-شیخ یارعلی شیرازی و اللمحات فی شرح اللمعات (۷۴)

شیخ یارعلی بن عبداللہ تبریزی شیرازی آٹھویں نویں صدی ہجری کے عرفا ومشائخ صوفیہ میں سے ہیں. انہوں نے ۸۱۲ھ سے ۸۱۶ھ کے درمیان رحلت فرمائی. آپ کی تصانیف میں سے اللمحات فی شرح اللمعات، شرح فصوص الحکم اور ترجمہ نثر اللآلی کے نام ملتے ہیں. (۷۵)

اصفہان میں محفوظ اللمحات کے قلمی نسخہ کے مطابق اس کی تاریخ تحریر جمادی الاوّل ۸۱۲ھ ہے.

آغاز اس طرح ہے:" سزای ثنای بیحد و لائق سپاس بیقیاس وجود مقدس خدایی است کہ......" مؤلف معظم نے حمدالٰہی ودرودِنبوی کے بعد اولیائے عظام پر بھی صلوٰۃ وسلام پہنچائی اور شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی اور رسالہ اللمعات کو یاد کیا اور مخلص احباب کی طرف سے لمعات کی شرح لکھنے کے اصرار پر روشنی ڈالی اور اللمحات فی شرح اللمعات کے نام سے اس کو موسوم کیا. (۷۶)

شیخ یارعلی شیرازی نے چار لمحہ پر مشتمل مقدمہ لکھ کر لمعات کی شرح کا آغاز فرمایا. درویش علی الکرکری کی مانند" تنبیہ" کے تحت عنوان شیخ اکبر ابن عربی، شیخ کبیر قونیوی، شیخ مطلق اوحدالدین کرمانی، حکیم سنائی غزنوی، خواجہ عطار نیشاپوری اور مولانا بلخی رومی کو خراج تحسین پیش کیا اور تمام کتاب میں مذکورہ اولیا، عرفا وحکما کے اقوال سے استناد کر کے مطالب کے بیان کو تقویت بخشی ہے. ان کے علاوہ بھی سرکردہ عرفا وفضلائے سلوک ومعرفت کی حکیمانہ مؤلفات سے نقل قول کیا ہے جو مؤلف کے وسیع تر مطالعہ کا ثبوت ہے. مؤلف اور شارح نے لمعات کی اصل عبارات کو" قولہ" کے عنوان سے مشخص کیا ہے

اور سارے نسخہ شریفہ میں تنبیہ، لمحہ، سؤال و جواب، تمثیل، تتمیم اور ایضاح کے عناوین بہ تکرار دستیاب ہوتے ہیں. شارح نے بعض مقامات پر بہ روش انتقادی مسائل معنوی کی توضیحات میں نقد ونظر سے بھی کام لیا ہے اس سے آپ کی علمی بصیرت کا پتہ چلتا ہے.

۳-صاین الدین ترکہ اصفہانی ضؤ اللمعات

خواجہ صاین الدین علی بن محمد تُرکہ اصفہانی، شاہ رخ میرزا کے عہد حکومت کے معتبر فضلا، حکما اور عرفا میں سے ہیں. انہوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے برادر بزرگوار سے حاصل کی. پھر انہی کے امر سے علوم عقلی و نقلی کی تحصیل اور بلادِ اسلامی کی سیاحت میں پندرہ سال گزار دیئے. آپ حجاز، شام اور مصر تک گئے، متعدد صلحا و صوفیہ سے اکتسابِ فیض کیا. دو بار خراسان کا سفر کیا. دوسرے سفر میں شاہ رخ کے موردِ التفات ٹھہرے اور یزد کے منصب قضا پر فائز ہوئے لیکن جلد ہی حاسدوں کے حسد کا شکار ہو گئے. بالآخر ۸۳۰ھ یا ۸۳۵ھ میں آپ نے ہرات میں رحلت فرمائی.(۷۷)

خواجہ صاین الدین علوم عقلی و نقلی و عرفانی اور علوم غریبہ مثلاً علم نقطہ وحروف و اعداد میں تبحر کامل رکھتے تھے اور عربی فارسی زبانوں میں صاحب تصانیف تھے. نثر کے علاوہ شعر گوئی سے بھی دلچسپی تھی. آپ کے کلام میں شیوا اور شیریں غزلیات پائی جاتی ہیں.(۷۸) ہم ان کی دوسری تصانیف سے قطع نظر یہاں صرف *ضوء اللمعات* کا تعارف پیش کرتے ہیں.

ضوء اللمعات، رسالہ *لمعات* عراقی کی شرح ہے جو ۸۱۵ھ میں تألیف کی گئی مجموعہ چہاردہ رسالہ فارسی صاین الدین تُرکہ میں شامل تہران سے ۱۳۵۱ھ ش میں شائع ہوئی. مصحح سید ابراہیم دیباجی نے اپنے فاضلانہ مقدمہ میں لکھا ہے:

۱- شیخ عراقی نے *سوانح العشاق* احمد غزالی سے الہام پایا اور شیخ صدرالدین قونوی اور *فصوص الحکم* ابن عربی کی تعلیمات وحدت وجودی سے فہم وادراک حاصل کیا اور *لمعات* جیسا پُر مغز ونغز رسالہ حیطۂ تحریر میں آیا.

۲- اس میں علم عرفان کے موضوع کے بیان اور بعض اصول وقواعد وحقایق ودقایق کے ضمن میں مقدمہ کا اندراج ہے.

۳- کتاب *لمعات* میں ترتیب شدہ ۲۸ لمعوں کی شرح اور ہر لمعہ کی مشکلات کا ازالہ کیا گیا ہے. *لمعات* کے الفاظ وتراکیب کی تشریح باعنوان ''قولہ'' شروع کر کے ''الی آخرہ'' کی

ذیل میں ختم کر کے ممتاز کی گئی ہے. شارح نے فرزانگان عرفانِ اسلامی شیخ ابن عربی، شیخ قونوی اور حضرت عراقی کے افکار و اشارات کو مباحثِ عشق کے پیرا مون میں خاص تعبیرات و ترکیبات کے ساتھ مرقوم فرمایا ہے.(۷۹)

اس شرح کی خاص بات یہ ہے کہ دوسرے شارحین کی مانند اس میں مطالب کو زیادہ طول نہیں دیا گیا بلکہ لـمـعـات سے بھی کمتر الفاظ میں عشق و تصوف کے نکات و معارف باطنیہ کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا گیا ہے.

۴- شاہ نعمت اللہ ولی و شرح لمعات

سید نور الدین معروف بہ شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی ایران کے نامدار مشائخ اور بزرگوار اقطاب میں سے ہیں. انہوں نے ۷۳۱ھ میں میر شاہ عبداللہ کے ہاں حلب (شام) میں ولادت پائی. آپ کا نسب انیس (۱۹) واسطوں سے حضرت پیغمبر ﷺ سے متصل ہوتا ہے. علوم ظاہری و صوری کی تحصیل کے بعد آپ سفر پر روانہ ہوئے اور اکابرِ زمانہ کی روحانی مجالس سے کسب فیض کیا. مکہ مکرمہ میں شیخ عبداللہ یافعی سہروردی (م-۷۶۸ھ) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے اور ان کے برکتِ انفاس سے شاگردی سے استادی اور مریدی سے مرادی کے رتبے تک پہنچ کر سالکانِ طریقت کی دستگیری فرمانے لگے. آپ نے عمر کا بیشتر حصہ مصر، ماوراء النہر، ہرات، یزد اور ماھانِ کرمان میں بسر کیا. انجام کار ماھانِ کرمان میں خانقاہ اور دستگاہ ارشاد قائم کر کے مریدین کی تربیت باطنی میں مصروف ہو گئے اور سلسلہ عالیہ نعمت اللہیہ کے چراغ تصوفِ اسلامی کو نئی تازگی کے ساتھ روشن و منور کیا. ایران اور برصغیر پاکستان و ہند میں آپ کے سلسلۂ طریقت کو بڑا فروغ حاصل ہوا. ۸۳۴ھ میں وصال فرمایا. ماھان کرمان میں خانقاہ نعمت اللہیہ کے اندر آپ کی آخری آرامگاہ سرچشمۂ فیض عام ہے.(۸۰)

آپ علم تصوف و شعر میں کثیر تصانیف کے حامل ہیں. دیوان اشعار بھی مشہور ہے. آپ کے جملہ رسائل و آثار کی تعداد پانچ سو تک بتائی جاتی ہے.(۸۱) ہمارا مطمحِ نظر یہاں فقط شرح لمعاتِ عراقی کا مختصر تعارف ہے. شاہ نعمت اللہ ولی نے متقدم و متاخر شارحین کے برعکس تمہیدات سے صرف نظر کرتے ہوئے حضرت عراقی کے مرقوم شدہ عربی کلمات ''الحمد للہ الذی نور وجہ حبیبہ بتجلیات الجمال...... '' سے اپنی تالیف اور شرح کا آغاز کیا ہے. ابن فارض مصری کے عربی شعر کے بعد شاہ نعمت اللہ نے اپنا ایک فارسی بیت اس طرح سمویا ہے:

بیا چون عارفانِ نعمت الله بگو حمد الہ الحمد لله

شارح معظم نے عربی کے مقدماتی قطعہ کی شرح کے بعد شیخ عراقی و کتاب لمعات کا ذکر جمیل ان لطیف الفاظ میں فرمایا ہے: ''...... بہ التماس محبی محبان محبت قدوة العرفا شیخ فخر الملة والدین عراقی علیہ الرحمہ، ذوقیات بالمعات خواھیم آمیخت.'' (۸۲)

لمعہ ہفتم کی گزارش کے شروع میں شیخ ابن عربی و فصوص الحکم کو یاد فرماتے ہوئے اس طرح لکھا ہے: ''و شیخ علیہ الرحمہ در فص الھیہ در کلمہ آدمیہ فرمود...... ''اسی لمعہ کے آخر میں شاہ نعمت اللہ نے حضرت عراقی کو منظوم خراج تحسین سے اس طرح نوازا ہے:

نہ جام و نہ می، نہ رند و ساقی نہ مغربی ایم و نہ عراقی

یہ ایک عارفانہ شرح لمعات ہے. شارح نے سخنانِ عراقی کو رمز ''ع'' کے ساتھ اور گفتار شاہ نعمت اللہ کو رمز ''ن'' کے ساتھ ضبط تحریر کیا ہے.

۵- امیر عبداللہ برزش آبادی و شرح لمعات (۸۳)

شارح کا نام شرح لمعات کے اختتام پر مخطوطہ کتابخانہ گنج بخش کے کاتب نے ''الشیخ الاجل الکبیر المدعو بہ امیر عبداللہ البرزش آبادی'' لکھا ہے. مطالب کی شرح کے دوران بھی چند جگہوں پر بعنوان مؤلف ''عبداللہ'' (ص ۵، ۹، ۲۴، ۵۳) لکھا ہوا دستیاب ہے. ایک جگہ ''عبداللہ عبدالحیی'' (ص ۱۰) بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے. فہرست نگار احمد منزوی نے قیاس آرائی کی ہے کہ یہ شخص امیر عبداللہ فرزند عبدالحیی بن علی موسیٰ برزش آبادی اپنے زمانے کے مشائخ نامدار میں سے ہے. اس کے صوفیانہ اشعار بھی ملتے ہیں. (۸۴)

سعید نفیسی نے تاریخ نظم و نثر در ایران (۱/۳۲۰) میں یہ روایت اس طرح دُہرائی ہے کہ: ''امیر عبداللہ برزش آبادی مشہدی نویں صدی ہجری کے مشائخ صوفیہ میں سے خواجہ اسحاق ختلانی کا مرید اور سلسلہ ذھبیہ کے پیشواؤں میں شمار ہے...... رسالہ کمالیہ بھی اس کی تألیف ہے. غزل سرائی بھی اس نے کی ہے. عبداللہ تخلص کرتا تھا اور دیوان غزلیات دسترس میں ہے.''

اس شرح لمعات کے شارح نے دیباچہ میں سبب تاریخ و تألیف کتاب کے بارے میں اس طرح اندراج کیا ہے:

''از من خواسته می شد که شرحی نغز بر رساله لمعات برای فهمیدن حقایق مراتب عشق و توحید آن بنویسیم که بعضی ها آن رساله را بیهوده فرسوده می سازند و سخنان الحاد آمیز فساد انگیز را درمیان می اندازند، ولی این معامله تاخیر می یافت تادر سلخ شهر شعبان سنۂ اربع و ستین و ثمانمائه [۸٦٤ / ۱٤٦۰ء] صباح فلاح یکشنبه قلم برداشتم و در اتمام این رساله و انتظام این مقاله اهتمامی از باطنش ظاهر شد.'' (۸۵)

کتاب کے آخری جملہ میں سال ۹۷۴ھ اس طرح مندرج ہے: ''ولقد الفته و صنفته فی اواخر شهر المحرم الحرام سنۂ اربع و سبعین و تسعمانه [۹۷٤ھ] البتہ کاتب محمد امین بن الطالب اخسیکتی نے تاریخ کتابت ۱۰۰۳ھ یوم جمعہ بلدہ کیش میں رقم کی ہے.

ہمارے شارح نے رسالہ لمعات کی شرح سے قبل چودہ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے پھر ۲۸ لمعوں کی عارفانہ اور موحدانہ تفسیر مرقوم فرمائی ہے. لمعات کی عبارات کو ''قولہ'' سے تشخیص دی ہے. شارح عبداللہ نے شرح کے صفحہ ۷ پر اپنی ایک تألیف کشف الحجاب کا نام بھی یاد کیا ہے. یہ کتاب، لمعات کے دوسرے شارح برھان الدین عبداللہ ختلانی کے آثار میں بھی شامل ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا. احمد منزوی (فهرست مشترک ۱۸۴۴/۳) کے مطابق یہ بھی ممکن ہے کہ برش آبادی و ختلانی ایک ہی فرد ہو. یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ اللمحات فی شرح اللمعات بھی اسی سال یعنی ۸۶۴ھ میں حیطۂ تحریر میں آئی تھی.

٦-شارح ناشناس اللمحات فی شرح اللمعات (۸٦)

اللمحات فی شرح اللمعات کے مؤلف نے بزرگوں کی روش کے مطابق اپنے آپ کو فقیر و حقیر لکھا لیکن افسوس کہ اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے. اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ رسالہ کشف الاسرار بھی انہی کی تالیف ہے. (۸۷)

اللمحات کا منفرد نسخہ یزد میں محفوظ ہے. اس کا آغاز و انجام مفقود ہے. لہٰذا نسخہ کی موجودہ وضع قطع کے اعتبار سے یہاں گفتگو کی جائے گی. مؤلف نے کتاب کے سبب تألیف کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے:

"بعد هذا جمعی از اخوان صفا و خلانِ وفا که اعتقاد کرده بود ند که این فقیر حقیر به قدر قابلیت بر اسرار عوارفِ الهیه مطلع کند، و از انوار معارف اولیاء مقتبس شده التماس نمودند که کتاب لمعات را که درة البیضاء رسایل تصوف و شمة الزمراء وسائل تعرف است، شرحی می باید نوشت، و رموز و ارشارات آن را مبیّن و روشن در حیطۂ تحریر در آورد که صغار و کبار را به مطالعۂ این کتاب میلی تمام است." (۸۸)

شارح نے تاریخ نگارش ذی الحجہ ۸۶۴ھ لکھی اور اسے امیر عبدالخالق کے نام سے منسوب کیا ہے" آنحضرت را میل خاطر اشرف به مطالعۂ این کتاب بود "اور کتاب کو اللمحات فی شرح اللمعات کے نام سے موسوم کیا ہے.

اس کے بعد شارح نے مقدمہ میں امام فخر الدین رازی کی طرف سے سوال اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی جانب سے جواب لکھا ہے. پھر "تنبیہ" کے زیرِ عنوان لمعات کی طرح شیخ یار علی شیرازی، شیخ محقق ابن عربی، شیخ کامل صدر الدین قونیوی، شیخ مطلق اوحد الدین کرمانی، حکیم سنائی، خواجہ عطار اور مولوی رومی کو خراج تحسین پیش کیا ہے. اور بعض دوسرے سرکردہ و سر برآوردہ اسلاف کے حوالے سے بھی اقوال تحریر کیے ہیں. مزید برآں شیخ محمود شبستری اور شاہ قاسم انوار تبریزی کے افکار عالیہ کا اضافہ بھی کیا ہے. پھر لمعات کی شرح اور تفسیر کا آغاز کر کے حضرت عراقی کو "مصنف" کے لقب سے یاد کیا ہے.

بظاہر اللمحات کے مصنف نے اللمحات شیخ یار علی سے استفادہ کیا اور بعض پہلوؤں میں اس کی تقلید بھی کی ہے لیکن تصنیف اور شرح کو اپنا علیحدہ رنگ و آہنگ عطا کیا ہے. ماسوائے "تنبیہ" کے کسی دوسرے عنوان کا تکرار نظر نہیں آتا عربی عبارات نسبتاً زیادہ ہیں. کاتب نسخہ نے رسالہ لمعات کے کلمات کے اوپر تشخیص کے لیے خط لگا دیا ہے. نسخہ مذکورہ اللمحات از لحاظِ ترتیب لمعہ ۱۹ کے بعد اصل لمعات سے مطابقت نہیں رکھتا اور لمعہ ۲۰ اور ۲۱ نسخہ سے بالکل غائب ہیں.

۷- سید محمد نور بخش کی شرح لمعات

سید محمد نور بخش کاظمی سلسلہ کبرویہ کے نامور علما، ادبا، عرفا اور روحانی پیشواؤں میں سے ہیں. تصوف اسلامی میں "فرقہ نور بخشیہ" کے مؤسس اور بانی ہیں. ۷۹۵ھ میں ولادت پائی. علوم معقول و منقول کی تکمیل کے بعد خواجہ اسحاق ختلانی سے باطنی تربیت حاصل کی اور مسندِ خلافت و ارشاد پر متمکن ہوئے. علوم تصوف و معرفت کی ذیل میں آپ کے متعدد رسائل و منشآت دستیاب ہیں. شیخ محمد لاھیجی

صاحب شرح گلشن راز شبستری آپ کے معروف خلیفہ شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے ۸۶۹ھ میں وصال پایا۔(۸۹)

راقم نے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں نسخہ خطی شمارہ: ۴۵۵۰ بعنوان شرح لمعات عراقی ملاحظہ کیا، فہرست نگار نے مؤلف کا نام نامعلوم ظاہر کیا ہے۔ مگر راقم دوران مطالعہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ شرح بہ گمانِ غالب، سید محمد نور بخش کے آثار میں سے ہے، جس کی دو دلیلیں ہیں:

۱- لمعات میں درج شعر:

فی الجمله مظهر همه اسماست ذات من　　بل اسم اعظمم به حقیقت چو بنگرم (۹۰)

کی شرح اور تفسیر کے ضمن میں شارح نے انسان کامل کی تعریف و تمجید بیان کرتے ہوئے اسے ''قطب الاقطاب و قطب الارشاد اور قطب عالم'' کے القاب سے نوازا ہے اور لکھا ہے: ''این امامِ زمان وهادی و مهدی افراد انسان باشد ...... '' اور دوسرے مقامات پر بھی ''صاحبِ زمان'' کی ترکیب استعمال کی ہے۔

۲- مؤلف شارح ایک جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول عربی زبان میں نقل کرتا ہے اور اس کے بعد فارسی کے چند اشعار درج کر کے ان میں اپنا نام یوں صریحاً استعمال کرتا ہے:

......نور بخش زمان شدم اکنون　　شد منور ز نورِ ما همه جا

تناسخ نبود این کزروی معنی　　ظهور است در عین تجلی (۹۱)

چنانچہ میرا گمان غالب ہے کہ موجودہ شرح لمعات شاید سید محمد نور بخش کی مصنفات میں سے ہو کیونکہ انہوں نے اپنے زمانۂ حیات میں اپنے افکار و خیالات میں مسئلہ امامت و مہدویت کو بہت اُجاگر کیا تھا، دوسرا وہ شیخ ابن عربی کے فلسفۂ عرفانِ نظری کے بھی فکری لحاظ سے بڑے معتقد تھے۔ اس نسخہ میں بھی شیخ ابن عربی کی مشہور و معروف کتب فصوص اور فتوحات سے بکثرت نقل قول کیا گیا ہے۔

شرح لمعات کے اس مخطوطہ کی کیفیت اس طرح ہے کہ آغاز و انجام مفقود ہیں اور درمیان میں بھی خاصی کمی بیشی محسوس ہوتی ہے۔ فقط لمعہ نمبر ۱، ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۴، ۱۵، ۲۱، ۲۲ محفوظ ہیں جن کی تعداد نو لمعات سے زیادہ نہیں بنتی۔ شرح لمعات کے متن میں عنوان ''بدانکہ'' بہ تکرار ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۸۔مولانا عبدالرحمٰن جامی واشعۃ اللمعات (۹۲)

حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی ہروی نویں صدی ہجری/ پندرھویں صدی عیسوی کے بزرگترین شعرا، ادبا، عرفا، صوفیہ اور اساتذۂ فن میں سے ہیں. علوم و معارف اسلامیہ کی تحصیل کے بعد عالم طریقت میں قدم رکھا اور مولانا سعدالدین کاشغری نقشبندی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر فقر و تصوف میں اعلیٰ مقام حاصل کیا، رتبۂ ارشاد پر متمکن ہوئے اور طریقت نقشبندیہ کے رؤسا میں آپ کا شمار ہوتا ہے. آپ عاشق رسول ﷺ کی حیثیت سے بھی ایک نمایاں شناخت کے حامل ہیں.

مولانا جامی مختلف علوم و فنون اور نظم و نثر میں صاحبِ آثار و تصانیف عدیدہ ہیں. عربی فارسی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا. تذکرہ *مجالس العشاق* کی روایت ہے کہ:

"جامی در تألیف برطریق اهل تصوف تتبع حضرت شیخ محی الدین ابن عربی و شیخ صدر الدین قونیوی کرده است." (۹۳)

ہمارا مقصود یہاں فقط *لمعاتِ عراقی* کی شرح *اشعۃ اللمعات* کا تعارف پیش کرنا ہے. مولانا جامی نے دیگر شروح لمعات کے برعکس *اشعۃ اللمعات* کا آغاز دو عربی اشعار سے کیا ہے. پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضرت رسول اکرم ﷺ پر درود و سلام ارسال کر کے "امابعد" کے زیر عنوان مختصر اور پُر مغز دیباچہ ضبط تحریر فرمایا ہے. جس میں حضرت عراقی اور رسالہ *لمعات* کی تعریف و توصیف، سبب تألیف *اشعۃ اللمعات* نام ممدوح اور شیخین کبیرین ابن عربی و قونیوی کے اسماء گرامی کا اندراج بڑے آداب و اکرام کے ساتھ کیا ہے. ازاں بعد جامی نے اپنے ممدوح اور محرک تألیف شرح امیر علی شیر نوائی کا نام بڑے دلچسپ اور ایہامی انداز میں لکھا ہے. (۹۴)

شارح نے تعارفی دیباچہ کے بعد "تمہید" کے عنوان کے تحت تصوف کے مختلف حقائق و دقائق اور مصطلحات اہل صفا کو سؤال و جواب کے پیرائے میں لکھا ہے. اس کے بعد *لمعات* کے ۲۸ لمعوں کی شرح و تفسیر اور رفعِ مشکلاتِ مطالب کو بطریق احسن انجام دیا ہے. دوسری شروح کی طرح، یہاں بھی شیخین کبیرین کے شواہد اور معتقدات بکثرت دستیاب ہیں. ان کے علاوہ سرار باب ولایت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ، خواجہ عطارؒ، ابن فارضؒ اور امیر حسینی ہروی سہروردیؒ وغیرہ کے اقوال سے بھی عارفانہ، موحدانہ اور عاشقانہ مفاہیم کی گتھیاں سلجھانے کے لیے استفادہ کیا گیا ہے.

شیخ عراقی کو "شیخ مصنف" کہہ کر اکثر و بیشتر یاد کیا ہے. ہر لمعہ کی شرح کا آغاز تقریباً

ضوٗ اللمعات کے طرزِ نگارش سے ملتا جلتا ہے. بعض دیگر شروح کو مولانا جامیؒ نے موردِ تنقید بھی ٹھہرایا ہے. آپ نے *اشعۃ اللمعات* کو ۸۸۶ھ میں تالیف کیا اور سچ یہ ہے کہ باقی تمام شروح متقدم و متاخر کی نسبت اس کی شہرت، اہمیت اور عظمت بدر جہا زیادہ ہے.

۹- برہان الدین عبداللہ ختلانی و شرح لمعات

رضا قلی خاں ہدایت کی روایت کے مطابق برہان الدین عبداللہ ختلانی نویں صدی ہجری کے مشاہیر مشائخ، عرفا اور فضلا میں سے تھے. انہوں نے تصوف میں محققانہ اور موحدانہ طور پر چند کتابیں تصنیف فرمائیں کہ ان میں سے *کشف الحجاب* اور *شرح لمعات* کے نام لیے جاتے ہیں. ۸۹۳ھ میں وصال ہوا.(۹۵) افسوس کہ اس شرح کے کسی خطی نسخہ کی اطلاع تا حال موصول نہیں ہوئی.

۱۰- مولانا خاوری و شرح لمعات

مولانا خاوری کے متعلق تاریخ و تصوف کی کتابوں سے معلومات دستیاب نہیں ہوسکی ہیں. نفیسی کے مطابق ''ظاهراً وی در قرن نهم هجری می زیسته است.''(۹٦) تذکرہ *سیر العارفین* میں ان کی شرح کا ذکر یوں منقول ہے:

> ''اور خاوری نے جو لمعات کا شارح ہے، اپنی شرح میں لکھا ہے کہ شیخ فخر الدین عراقی نے *لمعات*، شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت میں لکھی ہے. چنانچہ خاوری نے اپنی شرح میں یہ شعر لکھا ہے: شعر

چو در سنبل چرد آهوئے تاتار　　نسیمش نافۂ مشک آورد بار (۹۷)

یاد رہے کہ یہ شعر *ضوٗ اللمعات* ترکہ اصفہانیؒ کے دیباچہ میں بھی ہو بہو درج ہے. مولانا خاوری کی شرح کا مخطوطہ تا حال دسترس میں نہیں ہے.

۱۱- مولانا سماء الدین دہلوی و حواشی بر لمعات

مولانا سماء الدین کنبوہ سہروردی دہلویؒ جامعِ علوم ظاہری و باطنی و ورع و تقویٰ تھے. وہ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت بخاریؒ کے نبیرہ سید کبیر الدین اسماعیلؒ (م- ۸۲۵ھ) کے خلفاء میں سے تھے. انہوں نے میر سید شریف جُرجانیؒ (م-۸۱٦ھ) کے شاگرد مولانا ثناء الدینؒ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا تھا. ایک مدت تک مولانا سماء الدینؒ ملتان میں مقیم رہے. پھر بعض حوادث اور

واقعات کے پیش نظر وہاں سے ترک سکونت کر کے دہلی جا کر آباد ہو گئے اور ۶۹۱ھ میں رحلت فرمائی.

اخبار الاخیار اور بعض دیگر کتب کی روایت ہے کہ مولانا سماء الدین سہروردیؒ نے شیخ عراقی کی لمعات پر حواشی تحریر کئے اور اس کے عرفانی مفاہیم و معانی کے حل میں کافی کوشش کی، لیکن افسوس کہ اس ذی قیمت حواشی کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہے. ایک رسالہ مسمی بہ مفتاح الاسرار بھی آپ کی تصنیف ہے.(۹۸)

۱۲۔مولانا عبدالغفور لاریؒ (۹۹) وحاشیۂ اشعۃ اللمعات

حضرت مولانا رضی الدین عبدالغفور لاریؒ، حنفی اور نحوی مشہور ہیں. روایت ہے کہ صحابیٔ رسول حضرت سعد بن عبادہ انصاری کی اولاد سے ہیں. مولانا جامیؒ کے اصحاب اور اجلۂ تلامذہ میں سے ہیں. کتاب رشحات عین الحیات کے مؤلف فخر الدین علی صفی (م:۹۳۹ھ) مولانا لاری کے شاگردوں میں سے ہیں. اُن کے بقول مولانا لاری جملہ علوم عقلی و نقلی میں یگانۂ زماں اور فرزانۂ دوراں تھے علی اصغر حکمت نے اپنی تألیف جامی میں مولانا لاری کی وسعت معلومات اور مباحث و معارف عرفانی کا ذکر کیا ہے. ۹۱۲ھ میں وصال پایا اور ہرات میں مولانا جامیؒ کے مزار کے قریب دفن ہوئے.(۱۰۰) مولانا لاری کی دیگر تصانیف سے قطع نظر حاشیۂ اشعۃ اللمعات کے متعدد قلمی نسخے کتابخانہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی (پنجاب، پاکستان) میں محفوظ ہیں.(۱۰۱)

۱۳۔شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۱۰۲) وشرح لمعات

شیخ عبدالقدوس بن اسماعیل بن صفی الدین حنفی گنگوہیؒ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں. آپ صاحب علم و عمل اور حامل ذوق و حالت تھے. وجد و سماع، اشتیاق اور دلسوزی سے سرشار تھے. شیخ محمد بن شیخ احمد بن شیخ عبدالحق ؒ کے مرید اور خلیفہ تھے. آپ کا زمانۂ حیات ۸۶۰ھ سے ۹۴۴ھ تک ہے.

شیخ گنگوہیؒ کے سارے پسران عالم، عابد، زاہد اور شب بیدار تھے. خصوصاً ''شیخ رکن الدینؒ آپ کے فقر و تصوف چشتیہ صابریہ کے علمبردار تھے.(۱۰۳) خلفا میں سے شیخ جلال الدین تھانیسریؒ معتبر تر تھے کہ انہوں نے اپنے بھتیجے شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کی باطنی تربیت فرمائی.

نظام تھانیسریؒ نے معدن الاسرار اور تجلیات جمال کے نام سے لمعات کی دو شرحیں لکھیں. شیخ گنگوہیؒ کی ایک گرانمایہ تصنیف شرح عوارف المعارف بھی ہے.

شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور اُن کی تعلیمات میں شرح لمعات کا ذکر یوں ملتا ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کی توجہ اپنی تالیف لطیف شرح لمعات کی جانب مبذول کرانے کے لیے ایک مکتوب میں انہیں رقم فرمایا:

"بایدکه شرح لمعات در پیش دارند، تاهزاران و هزاران ذوق و شوق درکار دارند. هرچند مختصر است، شرحی است قدسی، نوری است علوی."
(۱۰۴)

اس شرح لمعات کا مخطوطہ ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر ہندوستان کے ذاتی کتب خانہ دہلی میں محفوظ پڑا ہے.(۱۰۵)

۱۴- شیخ نظام الدین تھانیسریؒ (۱۰۶) و معدن الاسرار

شیخ نظام الدین بن عبدالشکور فاروقی تھانیسری بلخیؒ اپنے چچا شیخ جلال الدین تھانیسریؒ (م:۹۸۹ھ) کے داماد، مرید اور خلیفہ تھے. سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نامور عرفا میں آپ کا شمار ہوتا تھا. شاہان مغل اکبر و جہانگیر آپ کا احترام بجالاتے تھے مگر بعد میں حاسدوں کی بدگوئی کے زیر اثر انہی شاہوں نے دوبار آپ کو ملک بدر کر دیا. پہلے اخراج میں شیخ نظام الدین حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مکہ و مدینہ میں قیام کے دوران آپ نے لمعات عراقی کی دو شرحیں تصنیف فرمائیں.(۱۰۷) ازاں بعد ہند لوٹ آئے. دوسرے اخراج کے موقع پر آپ بلخ چلے گئے اور تا آخرِ حیات وہیں سکونت پذیر رہے. سال وفات ۱۰۲۴ھ اور ۱۰۳۶ھ مرقوم ہے. آپ کی مرقد مبارک بلخ میں واقع ہے.

آپ کے حین حیات میں لکھے گئے تذکرہ ہفت اقلیم میں منقول ہے کہ:

"خواص و عوام به خدمتش لوازم حسن عقیدت و ارادت به جای می آرند و باآنکه تتبع متداولات ننموده و از کتب صوفیه هیچ مطالعه نکرده، چند نسخه در تصوف تصنیف فرموده که جمله پسند اهل عرفانست."(۱۰۸)

''خواص و عوام آپ کی خدمت میں حسن عقیدت و ارادت کو لازمی سمجھتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے مروجات کا اتباع نہیں کیا اور صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا، تصوف کے موضوع پر چند نسخے تصنیف فرمائے کہ سب اہل معرفت کے پسندیدہ ہیں.''

شیخ نظام کی تصانیف میں سے درج ذیل معروف و مشہور ہیں: معدن الاسرار، تجلیات الجمال، بحر التصوف (شرح سوانح احمد غزالی)، تفسیر نظامی، رسالہ وحلات، رسالہ حقیقت، رسالہ بلخیہ اور رسالہ حسانیہ.(۱۰۹)

معدن الاسرار کا قلمی نسخہ مخطوطات شیرانی کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ملاحظہ کیا گیا.(۱۱۰) اگرچہ ناقص الاول و الآخر اور کرم خوردہ ہے لیکن قابل استفادہ ہے.صرف ایک دو ورق آغاز و انجام سے مفقود ہیں.نسخے کا موجودہ آغاز دیباچے کا حصہ ہے جس میں شارح نے معدن الاسرار اور اپنی شرح کا تذکرہ فرمایا ہے اور اپنا نام الہامی انداز میں درج کیا ہے.پھر ۲۸ لمعوں کی ترتیب وار شرح اور تفسیر بیان کی ہے.کاتب نے لمعات کے متن کو "م" اور شرح کے مطالب کو "ش" سے مشخص کیا ہے اور خاتمے پر مولانا جامی کی رباعی نقل کی ہے.

۱۵- شیخ نظام الدین تھانیسری و تجلیات الجمال

احمد منزوی نے فہرست مشترک نسخہ ھائے خطی فارسی پاکستان (۱۸۴۸/۳) میں تجلیات الجمال کے تین مخطوطات کا تعارف پیش کیا ہے.اُن میں سے راقم الحروف نے نسخہ مملوکہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ملاحظہ کیا اور نسخہ مولوی شفیع و خواجہ سلیم تک رسائی ممکن نہ ہو سکی.(۱۱۱) البتہ تجلیات الجمال از مؤلف ناشناس محفوظ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد کا عکس راقم نے حاصل کیا اور دیال سنگھ ٹرسٹ والے نسخہ سے مقابلہ کیا تو دونوں نسخوں کو یکساں پایا.صرف اتنا فرق ہے کہ اسلام آباد والے نسخہ میں شارح اور شرح کا نام کہیں درج نہیں جبکہ دیال سنگھ لاہور والے نسخہ کے آغاز و انجام میں شیخ نظام الدین تھانیسریؒ کا نام با قاعدہ ثبت ہے.شارح نے مباحث عرفانی کی شرح اور تفسیر بڑے احسن طریقے سے تحریر کی ہے.

دیال سنگھ لاہور والا نسخہ ۱۱۱۸ھ میں کتابت شدہ ہے. ہر صفحے پر ۱۷ سطریں اور کاتب کا نام صادق چشتی رقم ہے.کاتب نے لمعات کی عبارات پر سرخ قلم کے ساتھ لکیریں لگائی ہیں اور عنوانات کو مشخص کیا ہے.نسخہ کی حالت اچھی اور قابل استفادہ ہے.

۱۶- شیخ عبدالنبی شطاریؒ (۱۱۲) و شوارق اللمعات

شیخ عبدالنبی عماد الدین محمد عارف عثمانی شطاریؒ گیارھویں صدی ہجری میں سلسلۂ شطاریۂ ہند کے ایک عالم فاضل اور عارف باللہ بزرگ ہوئے ہیں.شریعت میں حنفی مسلک اور طریقت میں شیخ

عبداللہ صوفی شطاریؒ اکبرآبادی کے مرید تھے .(۱۱۳)

شیخ عبدالنبیؒ نے بہ کثرت تصانیف یادگار چھوڑی ہیں .جن کی فہرست *تذکرہ علمائے ہند* میں دیکھی جاسکتی ہے .(۱۱۴) آپ نے *شوارق اللمعات فی شرح اللمعات* کے نام سے *لمعات* کی شرح لکھی ہے .اس کے قلمی نسخہ کے بارے میں بھی تا حال کوئی اطلاع دستیاب نہیں ہوسکی.

۱۷-شاہ حبیب اللہ قنوجیؒ و حاشیۂ لمعات

کتاب *جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار* میں منقول ہے کہ شاہ حبیب اللہ قنوجیؒ علوم ظاہر و باطن میں مہارت تامہ رکھتے تھے .ریاضت و عبادت اور مجاہدہ و تدریس آپ کا مشغلہ تھا. نبی مکرم آنحضرت ﷺ نے اُن کی کشائش علوم کے لیے خصوصی نگاہ کرم فرمائی تھی .شاہ حبیب اللہؒ، شاہ عبدالجلیل الہ آبادیؒ کے مرید، وہ شاہ محمد صادقؒ کے مرید، وہ شیخ ابوسعیدؒ کے مرید تھے .شیخ ابو سعیدؒ، شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے احفاد امجاد میں سے تھے .شاہ قنوجی کی تاریخ وفات ۱۱۴۰ھ ہے اور محلہ مومناں قنوج میں آپ کا مقبرہ ، مسجد اور خانقاہ مرجع خلائق ہے .سیرت نبوی، فقہ اسلامی اور تصوف و سوانح کی ذیل میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں .آپ نے *مناقب الاولیاء*، *نفحات الانس* جامی کی تقلید میں تالیف کی .(۱۱۵)

فارسی زبان میں *لمعات* پر حاشیہ قلمی نسخہ کی صورت میں کتابخانہ راجہ محمود آباد لکھنو میں موجود ہے .یہ نسخہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے .ہر صفحہ پر ۱۹ سطریں اور خط نستعلیق میں کتابت شدہ ہے .(۱۱۶)

۱۸-شیخ محمد حسین عشاق و حاشیہ بر لمعات (۱۱۷)

حضرت شیخ محمد حسین عشاق کے حالات زندگی اور زمانۂ حیات کے متعلق کوئی مصدقہ اطلاع دسترس میں نہیں .صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ان کی قبر اورنگ آباد دکن میں واقع ہے .ہمارے مطمع نظر نسخۂ خطی کے سرورق پر رقم ہے کہ

> :"لمعات شریفه من شیخ فخر الدین عراقی قدس الله سره و حواشی آن از قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد حسین عشاق قدس سره العزیز ......
> که در اورنگ آباد دکن مرقد اوست...... مرقوم است. در مسجد چنها قریب مزار شاه نظام الدین اورنگ آبادی قدس سره (م- ۱۱٤۲ھ) "(۱۱۸)

اس طرح عنوان تالیف ، اسم حواشی نگار اور اس کے مقام مرقد کے بارے میں مختصر معلومات

حاصل ہوئی ہیں. یہ مخطوطہ کتابخانہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ، جمشید روڈ کراچی میں محفوظ ہے. راقم الحروف نے اس کی عکسی کاپی حاصل کر کے اس سے استفادہ کیا ہے. نسخہ میں شامل رسالۂ لمعات کے اطراف پر کہیں کہیں شیخ محمد حسینؒ نے لمعات کے مطالب کی تفہیم کے لیے حواشی کا اندراج کیا ہے. جو نہایت مفید ہے.

۱۹- ملا علی مہائمیؒ و شرح ترجمہ لمعات

شیخ علاء الدین علی بن احمد معروف بہ ملا علی مہائمیؒ اپنے زمانہ کے بڑے عالم، عارف اور وحدت الوجود کے سخت قائل تھے. تفسیر مہائمی کے علاوہ ان کی معتبر تصانیف میں عوارف المعارف کی شرح زوارف شرح عوارف المعارف ، شرح فصوص الحکم اور شرح و ترجمہ لمعات ہیں. ۸۳۵ھ میں اُن کا انتقال ہوا مہائم (دکن) میں دفن ہوئے. (۱۱۹)

خواجہ عبدالحمید یزدانی نے تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند میں ''تصوف'' کی ذیل میں اُن کی شرح و ترجمہ لمعات کی نشان دہی کی ہے. (۱۲۰)

۲۰- علامہ عبدالقادر اربلیؒ و شرح اللمعات

حضرت علامہ شیخ عبدالقادر بن محی الدین الاربلی القادریؒ شرعی، دینی اور عرفانی علوم و معارف پر حاوی تھے. وہ شیخ عبدالرحمٰن طالبانیؒ کے شاگردِ رشید، ایک اجل صوفی اور عارف تھے. انہوں نے زندگی کا بیشتر وقت اورفہ (ترکی) میں بسر کیا اور وہیں ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں واصل بحق ہوئے. ھدیۃ العارفین میں علامہ اربلیؒ کے جملہ عربی آثار کی فہرست موجود ہے. انہی میں سے شرح اللمعات لفخر الدین العراقی ہمارا مدعا و مقصود ہے. (۱۲۱) البتہ اس کے مخطوطہ و نسخہ کی اطلاع ابھی تک دسترس میں نہیں آئی.

۲۱- شیخ محمد زاہد و شرح لمعات

جناب شیخ محمد زاہد کے ترجمہ حال و دورانِ حیات کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا. اُن کی شرح لمعات کا نام مجلہ در اسلام، شمارہ: ۲۱ چاپ برلن ۱۹۲۳ء (ص ۹۶) سے دستیاب ہوا ہے.

۲۲- شارح ناشناس و شرح لمعات

احمد منزوی فہرست نگار کی توضیح کے مطابق لمعات پر کسی نامعلوم مؤلف نے شرح لکھی ہے

جس کا خطی نسخہ بارہویں صدی ہجری کا کتابت شدہ ۹۹ ورق پر مشتمل کتابخانہ امیر المومنین نجف اشرف (عراق) میں شمارہ: ۱۵۱۹ کے تحت موجود ہے۔(۱۲۲)

۴۳۔ شارح ناشناس و شرح لمعات

احمد منزوی نے فہرست مشترک پاکستان ۳/ ۱۸۴۹ شمارہ: ۳۳۸۹ کے تحت اس شرح لمعات ناشناختہ کے دو نسخوں کو متعارف کرایا ہے:

۱۔ نسخہ خطی شرح لمعات، کتابخانہ جی معین الدین لاہور میں بہ حوالۂ ڈاکٹر ظہور الدین احمد درج کیا گیا۔ باوجود کوشش کے راقم الحروف کو نسخہ تک رسائی نہ ہو سکی۔

۲۔ مخطوطہ شرح لمعات، مخطوطات شیرانی کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور میں شمارہ ۳۵۰/ ۳۳۵۴ شامل مجموعہ رسائل پہلے نمبر پر زیر عنوان "ھذا کتاب اللمعات فی علم السلوک الانوار" موجود ہے۔(۱۲۳) اس کے آخر پر "تمت الکتاب اللمعات" مرقوم ہے۔ اس نسخے کا آغاز لمعات مطبوعہ خانقاہ نعمت اللہی تہران کے عین مطابق ہے۔

البتہ خاتمے پر لمعات کے درج ذیل شعر:

کی بود ما ز ما جُدا مانده　　　من و تو رفته و خدا مانده

کے بعد دو بیتی ضبط تحریر ہے:

تا باد مدام باده خوردن بادا　　　با ساقی خویش عیش کردن بادا
بادا عمر مر چنین و چون مرگ رسد　　　با ساقی و با شراب مردن بادا

۴۴۔ مؤلف ناشناس و شرح لمعات

فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ ندوۃ العلما لکھنوص ۲۴۲۔۲۴۳ پر شرح لمعات عراقی شمارہ: ۱۵۳ ردیف ب/ ۸۳ کی نشان دہی کی گئی ہے۔ شارح کا نام معلوم نہیں ہے۔ شرح کا آغاز ناقص ہے۔ کل ۲۸۰ صفحات، ہر صفحہ ۲۱ سطر پر مشتمل خط نستعلیق میں تحریر شدہ ہے۔

۴۵۔ مؤلف ناشناس و شرح لمعات

فہرست فوق الذکر لکھنو ص ۲۴۳ کے مطابق شرح لمعات عراقی کا دوسرا نسخہ از شارح ناشناس شمارہ: ۱۵۴ ردیف ۸۳ محفوظ ہے۔ اس شرح کے ۱۵۴ صفحات، ہر صفحہ ۲۱ سطر خط نستعلیق میں کتابت شدہ

ہے۔اس نسخے کا آغاز درست مگر انجام ناقص ہے۔

۲۶- مشارق اللمعات

۲۷- انعکاس اشعة اللمعات

مجلہ در اسلام شمارہ:۲۱، برلن ۱۹۳۳ء، ص ۹۶-۹۹، ان دونوں شروح کے عناوین، شارحین کے ناموں کے بغیر مذکور ہیں اور ان کے مخطوطات بارے اتنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے کہ خارج از ایران و برصغیر محفوظ ہیں۔

۲۸- فتوحات در شرح لمعات

۲۹- شرح......از سکاکی

۳۰- نشاة العشق

آقائے محمد خواجوی نے رسالہ لمعات کو بہ انضمام سہ شرح از شروح قرن ہشتم ہجری بہ اہتمام انتشارات مولیٰ تہران ۱۳۶۳ھ ش میں شائع کیا ہے اور اپنے مقدمہ مصحح (ص ۱۸) میں ان تینوں شروح کے نام لکھ کر وضاحت کی ہے کہ کتابخانہ ملی ملک تہران میں شمارہ: ۲۰۵۵ کے تحت ہمراہ نسخہ لمعات موجود ہیں اور آقائے بہروز صاحب اختیاری نے بھی اپنے محققانہ مقالہ بعنوان ''شیخ فخر الدین عراقی و رسالۂ لمعات'' مطبوعہ کیہان اندیشہ، شمارہ: ۲۷ مرداد و شہر پور ۱۳۷۰ھ ش، ص ۱۴۴ میں ان کی جانب اشارہ کیا ہے۔

۳۱-ترجمہ انگلش لمعات عراقی (Divine Flashes)

ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے اپنی تالیف ہفت گفتار دربارۂ سنائی و عطار و عراقی میں مقالہ: ''تجلی اندیشہ و آثار عراقی'' کے حواشی (ص ۱۸۷) میں لمعات کے انگلش ترجمہ کا حوالہ دیا ہے بہ ایں الفاظ: بعنوان مثال التفات غربیه اندیشهٔ عراقی، نگاه کنید:

The song of Lovers Translation introduction (عشاقنامه) By Arberry

Divine Flashes (لمعات) Translation and Introduction

by William C. Chittick and Peter L. Wilson, Damsay, N. J; 1982

ہم نے دیکھا کہ لمعات عراقی، عشق الٰہی و حقیقی اور فلسفۂ وحدت الوجود کی ذیل میں ادبیات

عرفانی کا ایک بہترین اور اہم ترین نمونہ ہے۔ *لمعات* کے مطالب ومفاہیم کی تسہیل و تفہیم کے لیے لکھی گئی شروح، حواشی اور تفسیر ناموں کی فراوانی کے مطالعہ اور اُن کی کتاب شناسی سے واضح ہوتا ہے کہ *لمعات*، تصوف اسلامی کی رائج ترین کتابوں میں سے ایک دلکش اور مفید کتاب ہے۔ خانم ڈاکٹر نسرین محتشم خزاعی لکھتی ہیں کہ:

"لمعات از طرفی حلقۂ ارتباط بین آراء ابن عربی و ادبیات عرفانی فارسی شدہ و عرفا و شعرایی چون حافظ و جامی و شمس مغربی و شاہ نعمة الله ولی و شیخ محمود شبستری را تحت تأثیر قرارداد...... از سوئی نیز بعنوان یکی از امهات کتب عرفان نظری مورد مطالعۂ علاقمندان آن و تدریس در خانقاہ ها و حلقه های درس عرفا قرار گرفت...... یقیناً اولین خانقاهی که *لمعات* در آن تدریس شدہ خانقاہ توقات بودہ است۔ کماآینکه یکی از قدیم ترین شروح بنام *ضوء اللمعات* نیز درهمان شهر توقات تدوین شدہ منتهی در تاریخ ۸۱۵ھ۔"(۱۲۴)

"لمعات ایک طرف سے آراء ابن عربی اور ادبیات عرفانی فارسی کے مابین حلقۂ ارتباط کا ذریعہ بن گئی اور حافظ، جامی، شمس مغربی، شاہ نعمت اللہ ولی اور شیخ محمود شبستری جیسے عرفا و شعرا کو اپنے تحت تأثیر سے آئی...... دوسری جانب سے امہات کتب عرفان نظری میں سے ایک اہم کتاب کے ناطے علاقہ مندوں کے لیے موردِ مطالعہ واقع ہوئی اور خانقاہوں اور عرفا کے حوزہ ھائے دروس میں تدریس کا ذریعہ قرار پائی...... یقیناً سب سے پہلی خانقاہ جہاں *لمعات* کا درس ہوا، خانقاہ توقات ہے حتیٰ کہ قدیم ترین شروح میں سے ایک شرح بنام *ضوء اللمعات* بھی وہیں شہر توقات (ترکی) میں ۸۱۵ھ میں تدوین ہوئی۔"

بعض شارحین کرام کے ہاں تأثیر و تأثر کا پہلو نمایاں ہے۔ ظاہراً درویش علی بن یوسف الکرکری کی شرح اولین شرح *لمعات* معلوم ہوتی ہے۔ اور *اللمحات* کے مؤلف نے اس کے طرز نگارش کی تقلید کی ہے۔ امیر عبداللہ برزش آبادی اور مؤلف ناشناس *التنبیہات* نے بھی اُن کے شیوہ و اسلوب

تحریر سے بھر پور استفادہ کیا. صاین الدین ترکہ اصفہانیؒ اور شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے جداگانہ روش اختیار کی. مولانا جامیؒ چونکہ فکری لحاظ سے شیخ ابن عربیؒ وحضرت قونیویؒ کے قریب تر تھے. اس لیے انہوں نے لمعات کی عبارات کی تشریح میں نسبتاً قوی تر اسلوب اختیار کیا اور ان کی اشعة اللمعات شائقین کے ہاں بیشتر موردِ قبول واقع ہوئی. سید محمد نور بخشؒ اور شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے اپنے اپنے مسالک و مکاتب معرفت کے مطابق مطالب کو پیش کیا. شیخ نظام الدین تھانیسریؒ نے اُمّی ہونے کے باوجود اپنی دونوں شروح میں بڑھ چڑھ کر عارفانہ موضوعات کی تفاسیر بیان کی ہیں. مولانا سماء الدین دہلویؒ، عبدالغفور لاریؒ، شاہ حبیب اللہ قنوجیؒ اور شیخ محمد حسین عشاقؒ نے صرف لمعات کے حواشی لکھنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے. علامہ عبدالقادر اربلیؒ نے عربی زبان میں شرح المعات مترجم لکھ کر داد سمیٹنے کی کوشش کی ہے. اسی طرح شارحانِ ناشناس اور مؤلفانِ شروح بے نسخہ کی بھی ایک معتد بہ تعداد پائی جاتی ہے کہ خریدارانِ یوسف کی مانند اُن کو بھی گنتی شمار میں لانا بے حد ضروری ہے.

آٹھویں نویں صدی ہجری میں سرزمین ایران وخراسان اور دسویں گیارھویں صدی ہجری اور مابعد کے ادوار میں برصغیر پاکستان و ہند اور ترکی تک شروح لمعات کی تسوید کی صورت میں آواز سنائی دیتی ہے اور مختلف سلاسل طریقت کے عرفا ومشائخ، لمعات کی تشریح وتوضیح سے شغف فرماتے نظر آتے ہیں. خانم ڈاکٹر نسرین محتشم نے لمعات اور شروحِ لمعات پر تبصرہ کرتے ہوئے اختتامی کلمات میں بڑے دلچسپ پیرائے میں یوں اظہار خیال کیا ہے:

"بدینسان از برکت وجود عراقی آثاری بوجود آمد و نام گویند گان آن در تاریخ ادب صوفیه ثبت شد و تشنه کامانِ معرفت از هر مکتب و مسلك، از چشتیه و نقشبندیه و سهروردیه و شطاریه و نعمة اللهیه، از فیض سخنان در ربار او سیراب گشتند و سر اخلاص برآستانش نهادند." (۱۲۵)

"اس طرح کہ حضرت عراقی کے وجود کی برکت سے ایسے آثار معرض وجود میں آئے اور اُن کے نام تاریخ ادبیات صوفیہ میں ثبت ہوئے اور ہر مکتب اور مسلک از قبیل چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شطاریہ اور نعمت الہیہ کے تشنگانِ معرفت، اُن کے دربار

بیانات کے فیض سے سیراب ہوئے اور انہوں نے اپنے سرِ نیاز و اخلاص اُس (عراقی) کے آستانہ عالیہ پر رکھ دیئے۔''

چنانچہ مشائخ، صوفیہ اور عرفا سے قطع نظر، امیران، شاہان اور شاہزادگان بھی لمعات کے دلپذیر عاشقانہ مضامین اور عارفانہ مطالب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اس کے مطالعہ کا ذوق فرماتے رہے۔ جیسا کہ التنبیہات کی گزارش میں امیر عبدالخالق کا ذکر آیا۔ بادشاہ ظہیرالدین بابر (م: ۹۳۷ھ) بھی لمعات کے شوقِ مطالعہ سے سرشار تھا۔(۱۲۶) اور شاہزادہ دارا شکوہ تک اس صحیفۂ نادرہ سے رغبت رکھتا تھا کہ اُس نے حسنات العارفین اور رسالہ حق نما میں اکثر موارد میں اس سے نقل قول کیا ہے۔(۱۲۷)

خاتمے پر بہ مصداق گفتار بعض شارحانِ عالی مرتبت کہنا چاہئے کہ علما و فضلا، شعرا و عرفا، امیران و شاہان، درویشان و صوفیان، عاشقان و دلسوختگاں، اہل مجاز و اہل حقیقت غرضیکہ سب طبقات اس کتاب لطیف اور تألیف منیف سے فیض یاب ہوئے، ہو رہے ہیں اور انشاءاللہ آیندہ بھی رہتی دنیا تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔ ہم تذکرہ میخانہ کے دلچسپ مقولے پر اپنی تحقیق دلآویز کا اختتام کرتے ہیں:

"لمعات مصدریست از برای راست روی عاشقان و دلیلست به جهت راهبری اهل عرفان."(۱۲۸)

بلاشک و تردید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ تنہا یہ مختصر سا نادر و نایاب رسالہ جمال العارفین حضرت شیخ فخر الدین عراقی سہروردی ہمدانی ؒ کے نام نامی کو تصوف اسلامی اور ادبیات عرفانی فارسی کے میدان میں زندہ محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہے۔

وما علینا الاالبلاغ

☆☆☆

مآخذ وحواشی

(الف) احوال ومقامات

(ب) آثار وتصانیف

(ج) پیروان وشارحان عراقی

☆☆

(الف: احوال ومقامات)

۱- شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ (م: ۶۳۲ھ) کو شیخ شہاب الدین مقتول شیخ اشراق سہروردیؒ (م: ۵۸۷ھ) سے خلط ملط نہ کیا جائے۔ یہ بالکل دو مختلف شخصیات کے نام ہیں۔ البتہ دونوں صاحب تصانیف بزرگ ہیں۔ فارسی تذکروں میں دونوں کے احوال زندگی درج ہیں۔

۲- سعید نفیسی، کلیات عراقی، ص ۲۴۴

۳- سعید نفیسی، کلیات عراقی، ص ۹۴

۴- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ، ص ۵۴/ آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری ص ۱۴

۵- انتشارات زوار، تہران مقدمہ ص ۲۱ اور ملاحظہ کیجئے ص ۲۳ کہ مرقوم ہے: "تاسال ۶۸۱ھ در خانقاہ توقات مریدان و ملا زمانی گرد عراقی را فرا می گیرند۔"

۶- نظام الدین غریب یمنی، لطائف اشرفی، ج ۲، ص ۳۶۵

۷- جامی، نفحات الانس، ص ۶۰۴/ احمد علی خیر آبادی، قصر عارفاں، خطی پنجاب .... ص ۱۲۷

۸- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۶۵

۹- شیروانی، بستان السیاحہ، ص ۳۷۸/ معصوم علی شیرازی، طرایق الحقایق، ج ۲، ص ۳۵۶

۱۰- محمد اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۲۶۰-۲۶۶/ اور ملاحظہ کیجئے: عبدالباقی، مقالہ: "شیخ فخر الدین عراقی اور ان کے ورثا کا ملتان میں فارسی زبان و ادب کے فروغ

میں حصہ ''مطبوعہ پیغام آشنا، مجلّہ ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد، شمارہ: ۲۵، اپریل تا جون ۲۰۰۶ء، ص ۴۲-۵۷

۱۱- محمد اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۴۴ حاشیہ: ۳

۱۲- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۸، ۶۲/ افلاکی، مناقب العارفین: ج ۱، ص ۳۹۹

۱۳- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۸

۱۴- وہی، ص ۵۷-۵۹

۱۵- محمد اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی د رتصوف اسلامی مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۴۵

۱۶- نفیسی، کلیات عراقی، عشاقنامہ، ص ۳۵۸/ آربری، عشاقنامہ، ص ۷۷

۱۷- جامی، نفحات الانس، ص ۴۶۵

۱۸- تذکرۃ الشعرا، ص ۸۸ بہ گمانِ غالب جندی کی بجائے خجندی غلطی سے لکھا گیا ہے۔

۱۹- رسالہ زندگانی، مولانا، ص ۵۱

۲۰- ہدایت، ریاض العارفین، ص ۱۶۳

۲۱- نفیسی، کلیات عراقی، دیباچہ ص ۲۲/ صفا، تاریخ ادبیات ج ۳، ص ۵۷۳

۲۲- مناقب اوحدالدین کرمانی، حکایت ۱۶، ۲۷، ۳۰، ۱۷/ جامی، نفحات الانس، ص ۵۸۸

۲۳- مناقب اوحد الدین کرمانی، مقدمہ فروزانفر، ص ۵۰

۲۴- تذکرہ دولت شاہ، ص ۲۴۶/ سلم السموات ج ۵، ص ۸ ''شیخ اوحد الدین کرمانی صاحب خلوت و خانقاہ بودہ، سید حسینی سادات و شیخ عراقی ہمدانی و شیخ اوحد الدین مراغی بہ صحبت او شتافتہ اند و از مجالست با او تربیت یافتہ اند۔''

۲۵- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۱۶۸

۲۶- نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۶۴/ ملاحظہ کیجئے: آربری عشاقنامہ سوانح عمری ص ۲۵/ فخر الزمانی، میخانہ، ص ۴۷

۲۷- مستوفی، تاریخ گزیدہ، لندن جلد ۱ ص ۷۸۸/ جامی، نفحات الانس، ص ۵۹۰

۲۸- نفحات الانس، ص ۶۰۶

۲۹- ہدایت، ریاض العارفین، ص ۴۱/ ہدایت، مجمع الفصحا، ج ۱ ص ۲۳۶ مرقوم ہے: ''بہ قول بعضی مدتی

اوحدی مراغی و فخر الدین عراقی در چله خانه وی آسوده بودند۔"/براؤن، حکمت از سعدی تا جامی، ص۱۸۳

۳۰- معصوم علی شیرازی، طرایق الحقایق، ۲/۲۶۷

۳۱- نفیسی، کلیات عراقی، قصیدہ۱: ص۶۸-۶۹؛ قصیدہ۲: ص۷۶؛ قصیدہ۳: ص۸۹

۳۲- نفیسی، کلیات عراقی، ص۱۱۶

۳۳- علامہ عبدالحیی، نزہۃ الخواطر، ج۱ص۲۰۹-۲۱۰

۳۴- عبدالحق محدث دہلوی، ص۶۱

۳۵- امیر حسینی، کنز الرموز، خطی مرکزی..................... ص۶

۳۶- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ۲۰۰۶ء، ص۱۵۶

۳۷- نفیسی، کلیات عراقی، ص۷۲

۳۸- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ۲۰۰۶ء، ص۱۵۷-۱۵۸

۳۹- جمالی دہلوی، سیر العارفین، مترجم لاہور ص۱۵۰

۴۰- تالیف نور احمد خاں فریدی، ص۱۶۷-۱۸۶

۴۱- تفصیلی شرح احوال و آثار کے لیے ملاحظہ کیجئے:

(i) خانم دکتر فروغ حکمت، شرح احوال و آثار سید امیر حسینی هروی، تھیسز پی-ایچ-ڈی دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تہران، ۱۳۲۷ھ ش

(ii) نجیب مایل ہروی، شرح حال و آثار امیر حسین غوری هروی، افغانستان ۱۳۴۴ش

(iii) محمد اختر چیمہ، شمه ای از احوال و آثار امیر حسینی هروی

معارف..... نشریہ مرکز نشر دانشگاهی..... تہران، شمارہ:۴۰ فروردین- تیر ۱۳۷۶ش

دانش..... فصلنامہ مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد، شمارہ: ۵۰ پائیز ۱۳۷۶

۴۲- شرح حال و آثار امیر حسینی غوری هروی، ص۱۱

۴۳- نقل از نفحات الانس، ص۵۰۴ اور صدر الدین عارف کی مدح والے اشعار ان کی ذیل میں درج کیے جا چکے ہیں۔

۴۴- از انتشارات دانشگاہ پنجاب لاہور، ج۸، ص۳۴۱

۴۵- نظام الدین غریب یمنی، ج ۲، ص ۳۶۶ اور ملاحظہ کیجئے: نور احمد فریدی، تذکرہ بہاء الدین ذکریا، ص ۳۱۹

۴۶- نظام الدین غریب یمنی، ج ۲، ص ۳۶۷

۴۷- رسالہ فریدون بن احمد سپہسالار، ص ۲۴-۲۵؛ ابراہیم بغدادی، مناقب ابن عربی، ص ۲۵، ۲۹/ شبلی نعمانی سوانح مولوی رومی، ص ۲۵

۴۸- جامی نفحات الانس، ص ۵۴۶/ ابراہیم بغدادی، مناقب ابن عربی، ص ۴۵

۴۹- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۱۹۶

۵۰- ملا عبد النبی قزوینی، باہتمام گلچیں معانی، ص ۲۷

۵۱- مقالہ: احوال و آثار شیخ فخر الدین عراقی، مطبوعہ مجلہ روزگار نو ص ۲۶

۵۲- جمالی دہلوی، سیر العارفین، خطی شیرانی پنجاب یونیورسٹی، ص ۱۶/ سیر العارفین، اردو ترجمہ، ص ۱۵۳/ احمد علی خیر آبادی، قصر عارفاں، خطی پنجاب یونیورسٹی، ص ۱۲۷

۵۳- مناقب اوحد الدین کرمانی، ص ۸۷/ ومطابق روایت حسین کربلائی بروضات الجنان، ج ۱ص ۶۱ "شیخ صدر الدین قونیوی نے وصیت کی تھی کہ اُن کی وفات کے بعد دفناتے وقت خرقۂ شیخ ابن عربی کو اُن کے جسم پر پہنا دیں اور سجادۂ شیخ اوحد الدین کو قبر کا فرش بنا دیں۔"

۵۴- افلاکی، مناقب العارفین، ج ۲، ص ۵۹۳/ جامی، نفحات الانس، ص ۵۵۷

۵۵- جامی، نفحات الانس، ص ۵۵۵-۵۵۶/ ورک: معصوم علی شیرازی، طرایق الحقایق، ج ۲ص ۳۵۹/ فروزانفر، رسالہ زندگانی مولانا، ص ۱۱۸-۱۱۹

۵۶- کلیات عراقی، مقدمہ دیوان، ص ۵۵

۵۷- فروزانفر، رسالہ زندگانی مولانا، ص ۴۹/ ورک: مجلہ آریانا، شمارہ ۵، ۶، سال ۲۳، ص ۳۳۱ "مولانا بلخی و شمس تبریزی" کے زیر عنوان مقالہ میں درج ہے: "از مطالعہ و بررسی اقوال پیشین بدین نتیجہ می رسیم کہ شمس تبریزی و پدرش ہندی الاصل بودہ اند۔"

۵۸- جامی، نفحات الانس، ص ۴۶۴-۴۶۵/ معصوم شیرازی، طرایق الحقایق ج ۲ص ۳۱۷

۵۹- افلاکی، مناقب العارفین ج ۲، ص ۶۹۳

۶۰- ہمائی، تفسیر مثنوی مولوی، ص ۵۶

۶۱- جامی، نفحات الانس، ص ۴۶۵

۶۲- برائے تفصیلی شرح احوال مولانا روم ملاحظہ کیجئے:

(i) رسالہ فریدون بن احمد سپہ سالار

(ii) افلاکی، مناقب العارفین، فصل سوم

(iii) فروزانفر، رسالہ در تحقیق احوال و زندگانی مولانا جلال الدین مولوی

(iv) شبلی نعمانی، سوانح مولوی رومی (اردو)

۶۳- جامی، نفحات الانس، ص ۴۵۷

۶۴- تذکرۂ دولت شاہ، ص ۲۱۴/ اور ملاحظہ کیجئے: جامی، نفحات الانس، ص ۴۶۰

۶۵- افلاکی، مناقب العارفین: ج ۱ ص ۳۲

۶۶- رسالہ فریدون بن احمد سپہسالار، ص ۲۴-۲۵

۶۷- دکتر زرین کوب، ارزش میراث صوفیہ، ص ۱۶۷-۲۰۷/ اختر چیمہ، مقام شیخ فخر الدین عراقی در تصوف اسلامی، ۱۳۷۲ھ، ص ۲۰۴-۲۰۷/ ۱۳۸۵ھ، ص ۱۷۵-۱۷۷

۶۸- فروزانفر، شرح مثنوی شریف ج ۱ ص ۱۲/ ملاحظہ کیجئے افلاکی، مناقب العارفین ج ۱ ص ۴۰۰

۶۹- علی دشتی، سیری در دیوانِ شمس، ص ۸۷

۷۰- کلیات شمس، ج ۱، ص ۲۵۵

۷۱- کلیات عراقی، ص ۱۵۷

۷۲- کلیات شمس، ص ۳، ۱۲

۷۳- کلیات عراقی، ص ۲۰۹

۷۴- کلیات شمس، ج ۶ ص ۲۱۱

۷۵- کلیات عراقی، ص ۲۷۷

۷۶- کلیات شمس، ج ۶ ص ۲۹۵

۷۷- کلیات عراقی، ص ۲۹۵

۷۸- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۱۰۷

۷۹- مناقب العارفین، ج ۱ ص ۳۶۰

۸۰- سیر العارفین، خطی پنجاب............، ص ۱۵ اہو الدین جندی کی بجائے نور الدین جندی ضبط تحریر ہے۔ بظاہر یہ کاتب نسخہ کی اشتباہ معلوم ہوتی ہے۔

۸۱- مجالس العشاق، خطی دانشکدۂ ادبیات، ص ۷۱

۸۲- افلاکی، ج۱ص ۳۹۹

۸۳- افلاکی، مناقب العارفین، ج۲ص ۵۹۴

۸۴- جامی، نفحات الانس، ص ۵۵۹/کلیات عراقی، لمعات ص ۳۸۰

۸۵- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۵۴، حاشیہ ۱

۸۶- کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۳

۸۷- کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۳/عشاقنامہ، سوانح عمری، ص ۱۲ اور ترجمہ انگریزی ص ۱۸/فخر الزمانی، میخانہ ص ۳۵-۳۶

۸۸- فروزانفر، رسالہ زندگانی مولانا، ص ۱۳۷-۱۳۸/شبلی نعمانی، سوانح مولانائے رومی، ص ۳۵ اور ملاحظہ کیجئے: عبدالحی الحنبلی، شذرات الذهب، ج۵، ص ۳۵۲/ کلیات عراقی، دیباچہ نفیسی، ص ۲۹

۸۹- سید کاظم امام، حقایق الحدایق، تعلیقات ص ۲۰۸ کہ بہ عنوان ''بزم پروانہ'' مرقوم ہے، اس مجلس مشاعرہ و مناظرہ کو ''پنج تن از فحول شعرا واستادان سخن پارسی ''منعقد کرتے تھے یعنی خواجہ شمس الدین محمد صاحبدیوان، ملک معین الدین محمد پروانہ، رومی، مولانا نور الدین اسدی، ملک افتخار الدین زوزنی اور مجد الدین همگر۔

۹۰- افلاکی، مناقب العارفین، ۱/۴۰۰

۹۱- کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۵-۵۷/عشاقنامہ، آربری، سوانح عمری، ص ۱۴-۱۶/فخر الزمانی، میخانہ ۳۷-۴۰

۹۲- کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۹/عشاقنامہ، آربری، سوانح عمری ص ۱۹/فخر الزمانی، میخانہ ۴۱

۹۳- براؤن، تاریخ ادبیات ایران (انگلیسی) ج۳ص ۲۷/حکمت، از سعدی تا جامی، ص ۳۸

۹۴- آیتی، تاریخ وصاف، ص ۳۲، ۸۳/خوانی، مجمل فصیحی، ج۲ص ۳۵۴-۳۵۵

۹۵- رازی، هفت اقلیم، ج۲ص ۳۰۴

۹۶- کلیات عراقی، مقدمہ، ص ۶۰/آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری، ص ۲۱/فخر الزمانی، میخانہ، ص ۴۳

۹۷- آربری، عشاقنامہ، ص ۳۸ ''سعد الدین'' درج ہے۔

۹۸- کلیات عراقی، عشاقنامہ، ص ۳۳۳/آربری، عشاقنامہ، ص ۳۸

۹۹- خوانی، مجمل فصیحی، ج۲ص۲۵۵/ براؤن، تاریخ ادبیات ایران (انگلیسی) ص۲۸/حکمت، از سعدی تا جامی ص۳۹

۱۰۰- عبدالحیی، شذرات الذهب، ج۵ص۳۵۰

۱۰۱- خواندامیر، حبیب السیر، ج۳ص۲۵۳/عبدالحیی، شذرات الذهب، ج۵ص۳۴۹-۳۵۰

۱۰۲- کلیات عراقی، دیباچہ نفیسی، ص۳۲

۱۰۳- جامی، نفحات الانس، ص۶۰۴

۱۰۴- کلیات عراقی، مقدمہ، ص۶۲/آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری، ص۲۳/فخر الزمانی، میخانہ، ص۴۵

۱۰۵- صلاح الدین الصفدی، امراءِ دمشق فی الاسلام، ص۲۱۶-۲۱۷

۱۰۶- الصفدی، امراءِ دمشق فی الاسلام، ص۱۵، ۱۱۵/عبدالحیی، شذرات الذهب، ج۵ص۴۵۶/محمد بن محمد ابن صصری، الدرہ المفینہ فی الدولہ الظاهریہ (عربی) ج۲ص۱۸۱؛ انگلش ۱/۲۲۷-۲۲۸

۱۰۷- الصفدی، امراءِ دمشق فی الاسلام، ص۷۲، ۱۵۵-۱۵۶/محمد بن محمد ابن صصری، الدرہ المفینہ فی الدولہ الظاهریہ (عربی) ج۲ص۱۸۱؛ انگلش ج۱ص۲۲۸

۱۰۸- کلیات عراقی، مقدمہ ص۶۴-۶۵/آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری ص۲۵-۲۶

☆☆☆☆

(ب: آثار وتصنیفات)

۱- لمعات مع شرح جامی، ص۳

۲- سیر العارفین، خطی پنجاب، ص۳/احمد علی خیر آبادی، قصر عارفان، خطی پنجاب ص۱۲۷

۳- کلیات عراقی، مقدمہ، ص۴۷/آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری، ص۴

۴- وہی، وہی ص۵

۵- تذکرۃ الشعرا، ص۲۲۸

۶- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۳۷۲ش ص۷۲-۱۱۸، مطبوعہ ۱۳۸۵ش، ص ۶۱-۱۰۱

۷- نفیسی، کلیات عراقی، ص۲۹۱

۸- تاریخ گزیده ص ۷۸/۳غریب یمنی، لطایف اشرفی، ج۲ ص۳۶۴/ جامی، نفحات الانس، ص۶۰۱

۹- تذکرہ دولت شاہ، ص۲۳۸

۱۰- فخر الزمانی، میخانہ، ص۴۸

۱۱- شبلی نعمانی، سوانح مولوی رومی، ص۳۸-۳۹

۱۲- علی دشتی، قلمرو سعدی، ص۲۱۹/ سیری در دیوان شمس، ص۸۷

۱۳- صفا، گنج سخن، ج۲، ص۱۷۵

۱۴- براؤن، تاریخ ادبیات (انگلش)، ج۳ ص۱۲۴/حکمت، از سعدی تا جامی، ص۱۷۰-۱۷۱/فہرست کتابخانہ اودہ، ج۱ ص۴۴۰

۱۵- عشاقنامہ کے بارے میں معلومات کی غرض سے راقم الحروف کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے:

(۱) اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ۱۹۹۴ء ذیل عشاقنامہ ص ۷۷-۸۱/ تحت عنوان "پیروان عشاقنامہ یادہ فصل عراقی" ص ۲۸۹-۳۰۳

(۲) فارسی مضمون: اختر چیمہ، "نگاہی بہ عشاقنامۂ عراقی" دانش اسلام آباد شمارہ (۳۵) ص۳۱-۴۳

(۳) فارسی مضمون: اختر چیمہ، "عشاقنامۂ عراقی"، نامہ پارسی، تہران سال ا شمارہ: ۳ ص۱۲۲-۱۲۹

۱۶- کلیات عراقی، عشاقنامہ، ص۳۳۶ بہ قول شیخ عراقی:

تا توانی ز عشق آغازم   وین چنین تحفہ ھا بپردازم

کلما نیست از مخارج اصل   اندر و ہست مندرج دہ فصل

۱۷- ابن یوسف شیرازی، فہرست کتابخانہ مجلس، ج۳ ص۲۵۵/ احمد منزوی، فہرست نسخہ ھائے خطی فارسی، ۴/۳۰۰۳

۱۸- فخر الزمانی، میخانہ، ص۴۵

۱۹- براؤن، حکمت، از سعدی تا جامی، ص۱۷۷

۲۰- اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء صفحہ ۸۰، حاشیہ ۲

۲۱- ارزش میراث صوفیہ، ص۱۸۱

۲۲- اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص۸۱

۲۳- اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۷۷؛ مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۶۵

۲۴- اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۸۲-۸۳ اور ملاحظہ کیجئے: ابن یوسف شیرازی، فہرست کتابخانہ مجلس، ج ۹، ۱/ ۲۲۷

۲۵- دیوان عراقی، نسخہ عکسی کتابخانہ مرکزی، شمارہ: ۱۱۰۹، ۱/ ۴۰ و شمارہ: ۲۰۷۲، ۲/ ۱۲۹؛ مزید برآں: کلیات عراقی چاپ لاہور ص ۳۱؛ و چاپ لکھنؤ ص ۳۳

۲۶- کلیات عراقی، دیباچہ سعید نفیسی، ص ۳۸

۲۷- راقم الحروف اختر چیمہ نے "مقام عراقی در تصوف اسلامی" میں لمعات کا مختصر تعارف پیش کرنے کے علاوہ مختلف فارسی مجلات میں بھی دوبار اس کے خصائص پر روشنی ڈالی ہے ملاحظہ کیجئے:

(i) نگاہی بہ لمعات عراقی، رشد آموزشِ ادب فارسی..... نشریہ گروہ ادب فارسی..... تہران جمہوری اسلامی ایران، شمارہ مسلسل ۱۳، سال چہارم بہار و تابستان ۱۳۶۷ھ ش، صفحات ۸-۱۱

(ii) معرفیٔ لمعات عراقی، اقبالیات شمارہ فارسی، مجلہ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۳۷۰ھ ش، ۱۹۹۲ء صفحات ۱۳۹-۱۵۲

۲۸- تاریخ ادبیات در ایران، انتشارات دانشگاہ تہران، ج ۳، ص ۱۷۰

۲۹- کلیات عراقی، سعید نفیسی، لمعات ص ۳۷۶

۳۰- کلیات عراقی، سعید نفیسی، مقدمہ دیوان ص ۵۵/ آربری عشاقنامہ، سوانح عمری ص ۱۴

۳۱- دولت شاہ ص ۲۴۶

۳۲- سیر العارفین، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، ص ۱۵

۳۳- مجلہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، جلد ۳، شمارہ ۲، ص ۱۰۴

۳۴- ملاحظہ کیجئے: اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، ۱۹۹۴ء، ص ۹۱-۹۲

۳۵- ارزش میراث صوفیہ، ص ۱۵۹-۱۶۰

۳۶- شیخ یار علی شیرازی، نسخہ عکسی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ ۱۳ ۵۷، ص ۲

۳۷- بہ تصحیح محمد عباسی، ص ۲۳۸

۳۸- تالیف شیخ نظام الدین تھانیسری، قلمی کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی، شیرانی کولیکشن، ص ۱

۳۹- ملا عبد النبی فخر الزمانی، تہران ص ۲۷

۴۰- شروح لمعات سے بیشتر آگاہی کی خاطر راقم الحروف نے ''بررسی شروح لمعات عراقی'' کے عنوان سے فارسی میں کاوش کی اور مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۲۶۰-۲۸۴ کے علاوہ دو مجلات علمی میں مقالہ چھپوایا:

(i) فصلنامہ دانش (۴۳)، اسلام آباد، سرما ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۴-۱۴۶

(ii) معارف...... نشریہ مرکز نشر دانشگاہی...... تہران، سال ۱۳، شمارہ: ۲، ص ۴۸-۷۹

۴۱- احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، تہران، جلد ۲، ا ص ۱۳۴۵-۱۳۴۷

۴۲- مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح، ص ۷۱-۷۲

۴۳- احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، تہران جلد ۲، ا ص ۱۰۳۵-۱۰۳۸

۴۴- کلیات عراقی، دیباچہ ص ۳۶

۴۵- مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح، ص ۲۷/ ڈاکٹر محمد ریاض نے اپنے اردو مضمون بعنوان ''شاہ ہمدان'' مطبوعہ ایران نامہ، ص ۷۳ اپر رسالہ اصطلاحات صوفیہ کو حضرت سید علی ہمدانی کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔

۴۶- معارف...... نشریہ مرکز نشر دانشگاہی، تہران...... سال ۲، شمارہ ۳، ص ۴

۴۷- مولانا حسین بن حسن سبزواری، جواہر الاسرار، ص ۵۱؛ جامی، نفحات الانس، ص ۴۶۵

۴۸- احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، ج ۲، ا/ ص ۱۰۳۴، ۱۱۷۶

۴۹- اس رسالے کا نام فہرس المخطوطات الفارسیہ قاہرہ، ج ا، ص ۲۶۵ میں ''رسالہ لطیفہ در ذوقیات'' مذکور ہے اور اس کا مخطوطہ دار الکتب والوثائق القومیہ قاہرہ میں محفوظ مجموعہ رسائل شمارہ: ۱۱۸۰ ص ۲۳-۲۵ شامل ہے اور اس کی قلم کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں شمارہ: ۳۹۴۴ اور عکسی نسخہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ دوسرا قلمی نسخہ بغیر عنوان کے مجموعہ رسائل عرفانی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران شمارہ: ۳۲۹۹ ص ۱۴۳-۱۴۷ محفوظ ہے اور فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران ج ۱۱ ص ۲۲۷۹ پر اس کا عنوان ''سلوک'' ثبت ہے جو نویں صدی ہجری کا کتابت شدہ ہے۔

۵۰- کلیات عراقی، نفیسی، لمعات ص ۳۹۰/ مجموعہ آثار عراقی، نسرین محتشم، لمعہ ۱۳، ص ۴۸۸

۵۱- اس رسالے کا یگانہ قلمی نسخہ دار الکتب والوثائق القومیہ قاہرہ میں مجموعہ رسائل شمارہ: ۱۰۴۲ میں ص ۲۵ سے ۲۷ تاریخ کتابت کے بغیر محفوظ ہے (فہرس المخطوطات قاہرہ، ج ا ص ۲۳۸)؛ اور ملاحظہ کیجئے: احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، ج ا ص ۴۴

راقم الحروف کی درخواست پر ۷۳-۱۹۷۲ء میں رسالہ حمد لہ اور لطیفہ فی الذوقیات کی فلم مصر سے کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں منگوائی گئی اور راقم نے اس سے عکسی نسخہ حاصل کیا۔ پھر ہر دو رسالے کا تعارف پہلے اپنے پی ایچ ڈی تھیسز میں پیش کیا، جسے "مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوف اسلامی" کے نام سے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے ۱۹۹۴ء اور ۲۰۰۶ء میں دوبار شائع کیا۔ بعد ازاں ان کو "دو رسالہ از عراقی" کے عنوان سے تصحیح و حواشی کے ساتھ مجلہ معارف ......نشریہ مرکز نشر دانشگاہی...... تہران، سال ۸، شمارہ: ۱، ص ۱۱۴-۱۲۸ از یور طباعت سے آراستہ کیا۔

۵۲- کلیات عراقی، ص ۲۱۷

۵۳- کتابخانہ ملی، عجائب گھر ایران باستان، تہران، مجموعہ رسائل جدید شمارہ: ۴ میں منشآت و مکاتیب عراقی صفحات ۴۶ پ، ۵۱ ر شامل ہیں۔

۵۴- کتاب الفکوک، انتشارات مولی تہران ۱۳۷۱ ش، ص ۱۹-۲۰

مکتوب کا عنوان یوں درج ہے: "ھذا کتاب کتب الشیخ فخر الدین العراقی الی الشیخ المحقق صدر الدین رضی اللہ عنہ و عنہ"۔ البتہ آقائے محمد خواجوی نے مکتوب کے مخطوطہ کا حوالہ درج نہیں کیا کہ انہوں نے یہ مکتوب کہاں سے اخذ کیا ہے۔

۵۵- ملاحظہ کیجئے: اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، ۱۳۷۲ھ، ۱۹۹۴ء، ص ۹۶-۹۷، ۱۳۸۵ھ، ۲۰۰۶ء ص ۸۱-۸۵/ دکتر نسرین محتشم، مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح، ص ۷۰-۷۱

۵۶- سیر العارفین، مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، ص ۱۵

۵۷- شیخ محمد اکرام، آب کوثر ص ۲۶۲

۵۸- سعید نفیسی، کلیات عراقی، ص ۱۰۵-۱۰۶

۵۹- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۵۹-۶۰؛ آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری ص ۲۰-۲۱

۶۰- قرآن حکیم، سورۃ النساء (۴)، آیہ ۷۷

۶۱- سعید نفیسی، کلیات عراقی، مقدمہ ص ۶۱-۶۲؛ آربری، عشاقنامہ، سوانح عمری ص ۲۲

۶۲- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۱۰۵؛ مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۹۰

۶۳- اختر چیمہ، مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۲-۱۱۴؛ مزید برآں یہ کہ راقم الحروف نے مہر ماہ ۱۳۵۱ ش میں کتاب فردوس العارفین کو ملاحظہ کرنے اور اس سے استفادہ کی غرض سے یزد کا سفر کیا۔ یہ ایک مجموعہ رسائل میں شامل ہے جو ۴۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلے ۱۵۶ صفحات کی کیفیت کچھ بہتر

ہے. بقیہ مجموعہ کا تقریبا نچلا نصف حصہ کرم خوردہ اور نہایت فرسودہ ہے. اس طرح نسخہ کوئی اتنا قابل استفادہ نہیں ہے.

۶۴- آقا بزرگ الطہرانی، *الذریعہ*، ۱۶/۱۶۶؛ احمد منزوی، *فہرست نسخہ ہائی خطی فارسی*، تہران، ج ۱،۲/۱۲۹۷

۶۵- *مجمع البحرین* ص ۱۹۹پ-۲۰۰پ میں درج شدہ اصطلاحات، *رسالہ اصطلاحات تصوف عراقی*، مطبوعہ *کلیات عراقی*، سعید نفیسی ۱۳۳۸ش، صفحات ۴۱۱، ۴۱۵، ۴۲۲ سے قابل مقایسہ ہیں. دکتر اکیموشکین کو ان اصطلاحات کے اندراج نے بھی مغالطہ میں ڈالا. سال ۱۳۵۰ش میں کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں آئے ہوئے دکتر اکیموشکین سے راقم الحروف کی اتفاقا بالمشافہہ ملاقات ہوئی. اس بابت ان سے استفسار کیا گیا تو وہ *مجمع البحرین* کو حضرت عراقی کے نام منسوب کرنے والے موقف کی تسلی بخش وضاحت نہ کر سکے.

۶۶- *لمعات مع شرح جامی*، ص ۴

۶۷- *مجموعہ آثار فخر الدین عراقی*، مقدمہ مصحح ص ۶۲

۶۸- اختر چیمہ، *مقام شیخ عراقی در تصوف اسلامی*، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۶-۱۱۸

☆☆☆☆

(ج: پیروان و شارحان)

۱- *کلیات عراقی*، *لمعات*، ص ۳۸۳

۲- *کلیات عراقی*، دیباچہ نفیسی ص ۴۱/ ڈاکٹر صفا، *تاریخ ادبیات ایران*، ج ۳، ۱، ص ۵۷۷

۳- مؤتمن، *تحول شعر فارسی*، ص ۲۲۴-۲۲۵، ۲۳۸، ۲۷۰

۴- صفا، ذبیح اللہ، *گنج سخن*، مقدمہ ۱/۷۰

۵- حکمت، *از سعدی تا جامی*، ص ۲۴۶ بہ قول مترجم براؤن: "شیخ مغربی سلسلۂ طریقتش به صوفی بزرگ شیخ محی الدین ابن عربی منتهی می شود که تأثیر و نفوذ افکار آن بزرگ تا زمان حاضر در ایران باقی است و مابین ایرانیان بسیاری از شعرای صوفیه از پیروان اوبوده اند مانند شیخ عراقی، اوحد الدین مراغی و مغربی و آخرین آنها جامی است."

۶- فارسی ادبیات ایران کے درجہ اوّل کے ان پانچ اساتذہ کے نام بہ ترتیب ذیل اس طرح منقول و مذکور ہیں: (۱) فردوسی طوسی (م-۴۰۰ھ)، (۲) نظامی گنجوی (م-۵۹۹ھ)، (۳) مولوی بلخی (م-۶۷۲ھ)، (۴) سعدی شیرازی (م-۶۹۱ھ)، (۵) حافظ شیرازی (م-۷۹۲ھ). ملاحظہ کیجئے: محمد ناصر، مطالعہ تطبیقی اخوان و فیض، مطبوعہ سفینہ، شمارہ: ۷، ص ۵۵

۷- نفحات الانس: ص ۶۱۴

۸- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، مقدمہ جامع دیوان

۹- راقم الحروف اختر چیمہ کو اب تک دو بار:

(i) جنوری ۱۹۷۰ء میں حج پر جاتے ہوئے شیراز سے جدہ کے لئے فلائی کرتے وقت

(ii) دسمبر ۱۹۹۸ء میں ایرانی اور غیر ملکی دوستوں کے ہمراہ ہمایش بین المللی زبان و فرہنگ ایرانی کے موقع پر حافظ و سعدی کے مزارات پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۰- بعض متعلقہ حوالہ جات کے لئے ملاحظہ کیجئے: اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۱۹۹۴ء، ص ۲۷۵-۲۷۷؛ مطبوعہ ۲۰۰۶ء، ص ۲۳۶-۲۳۸

۱۱- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۹۸

۱۲- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۱۴۵

۱۳- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۱۳

۱۴- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۱۴۷

۱۵- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۲۰

۱۶- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۰۷

۱۷- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۱۶۷

۱۸- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۶۲

۱۹- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۲۸۴

۲۰- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۷۷

۲۱- دیوان خواجہ حافظ، قزوینی، ص ۳۰۹

۲۲- مولانا جامی کے شرح احوال و آثار و افکار عالیہ سے آگاہی کی خاطر ملاحظہ کیجئے:

(i) خمسۃ المتحیرین (بہ زبان ترکی چغتائی) تالیف امیر نظام الدین علی شیر نوائی

(ii) جامی (بہ زبان فارسی)، علی اصغر حکمت، تہران ۱۳۲۰ھ ش

(iii) جامی تالیف حکمت، ترجمہ اردو از سید عارف نوشاہی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء

۲۳- شفق، تاریخ ادبیات ایران، ص ۳۴۳

۲۴- جامی، نفحات الانس، مقدمہ توحیدی پور، ص ۱۵۹

۲۵- علی صفی کاشفی رشحات عین الحیات، ص ۱۶۲

۲۶- تذکرہ دولت شاہ، ص ۵۴۷

۲۷- دیوانِ کامل جامی، ص ۸۰۲

۲۸- مجلہ انڈو ایرانیکا ۱۷،۳/۳۰-۳۱؛ آریانا ۲۳، ۳-۴، ص ۲۰۱-۲۰۷

۲۹- تذکرہ مجالس العشاق، خطی دانشکدۂ ادبیات، ص ۱۶۸

۳۰- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۱۵۶

۳۱- دیوانِ کامل جامی، ص ۲۳۵

۳۲- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۴۹

۳۳- دیوانِ کامل جامی، ص ۵۶۸

۳۴- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۸۷

۳۵- دیوانِ کامل جامی، ص ۷۴۷

۳۶- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۲۳

۳۷- دیوانِ کامل جامی، ص ۴۹۷

۳۸- کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۹۹

۳۹- دیوانِ کامل جامی، ص ۷۳۸

۴۰- احوال و آثار فارسی شیخ بہائی، ص ۱۲۵؛ شیخ بہائی نے حضرت عراقی کی ایک غزل کے معروف شعر کو تضمین کر کے ایک نہایت خوبصورت مخمس نظم کی ہے جو مختلف کتابوں میں درج ہے۔ مخمس کا بند ملاحظہ کیجئے:

ز حدوث پاک گشتم به قدم رهم ندادند　　زوجودهم گذشتم به عدم رهم ندادند

به کنشت سجده بردم به صنم رهم ندادند　　"به طواف کعبه رفتم به حرم رهم ندادند

که برون در چه کردی که درون خانه آئی؟"

(کلیات عراقی، نفیسی، ص ۲۹۶ و دیباچہ نفیسی ص ۴۱-۴۲)

۴۱- عباس مہرین سنوشتری، تاریخ زبان ادبیات ایران در خارج، ص ۱۲۹

۴۲- کلیات اقبال، ارمغان حجاز، ص ۴۴۰

۴۳- اکرام، سید محمد اکرم، اقبال در راه مولوی، ص ۱۱۴-۱۱۵؛ اور ملاحظہ کیجئے کہ اقبال، شیخ عراقی کی غزل کے پہلے مصرع کو ایک دوبیتی میں یوں تضمین کرتے ہیں:

گناهِ عشق و مستی عام کردند　　دلیل پختگان را خام کردند

به آهنگ حجازی می سرایم　　"نخستین باده کاندر جام کردند"

(کلیات اقبال، ارمغان حجاز، ص ۴۳۹)

اور عراقی کی اس غزل کے دوسرے مصرع کو دوسری دوبیتی میں یوں سموتے ہیں:

بخود باز آورد رند کهن را　　می بُرنا که من در جام کردم

من این می چون مغان دورِ پیشین　　"ز چشم مست ساقی وام کردم"

(کلیات اقبال، پیام مشرق، ص ۱۹۷)

۴۴- سفینه سخن، مطبوعہ رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد ۱۹۹۲ء، ص ۳۶؛ اور ملاحظہ کیجئے ص ۲۱۱ کہ تحت عنوان ''زبان فارسی'' حضرت عراقی کو یوں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

چون عراقی گفت از اسرارِ عشق　　مولتان شد اصفهان فارسی

۴۵- برائے ده نامه خواجہ عماد فقیہ کرمانی ملاحظہ کیجئے: نسخہ عکسی دیوان و مثنویات عماد فقیه کرمانی، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران شمارہ: ۱۰۱۳، ص ۱۳۵-۱۵۵؛ وبرائے ده باب کاتبی ترشیزی ملاحظہ کیجئے: نسخہ خطی دیوان کاتبی، کتابخانہ مرکزی شمارہ ۳۶۸۳، ص ۴۳-۷۶

۴۶- تذکرہ دولت شاہ، ص ۴۷۰-۴۹۶، ۵۳۳؛ اور ملاحظہ کیجئے: گنج سخن، مقدمہ ۱/۸۹ مثنوی ھائے خواجو

کرمانی کے ذیل میں دہ نامہ کا نام اس طرح مرقوم ہے: ''خواجو کرمانی صاحب مصباح الهدایه و مونس الابرار و محبت نامه و صحبت نامه و ده نامه و روضة المحبین''۔

۴۷- آربری، مجلّہ روزگار نو، جلد ۱، ۳/۲۷؛ مجلّہ در اسلام، شمارہ: ۲۱ (۱۹۴۳) ص ۱۰۶

۴۸- دیوان شاہ داعی شیرازی، ۱/۲۸۱

۴۹- مثنوی دہ نامہ منسوب بہ خواجہ ہمام الدین تبریزی، دیوان ہمام کے عکسی نسخہ شمارہ: ۱۹۵۰ کے آخر پر کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں محفوظ ہے۔

۵۰- تذکرہ دولت شاہ، ص ۲۴۱-۲۴۲؛ دیوان ہمام، ترجمہ حال، ص ۴۱

۵۱- کلیات عراقی، مقدمہ دیوان ص ۵۹-۶۰؛ فخر الزمانی، میخانہ: ص ۴۱-۴۲

۵۲- رشید عیوضی، دیوان ہمام، سرآغاز، ص ۱۴

۵۳- مثنوی منطق العشاق، شیخ اوحدی مراغی کے دیگر آثار کے ہمراہ ایک بار باہتمام محمود فرخ مشہد سے ۱۳۳۵ش میں شائع ہوئی اور دوسری بار کلیات اوحدی مراغی بہ تصحیح سعید نفیسی میں شامل تہران سے ۱۳۴۰ش میں طبع ہوئی۔ مؤخر الذکر کا حوالہ درج ہے۔

۵۴- نفیسی، کلیات اوحدی، منطق العشاق، ص ۴۵۵

۵۵- ایضاً ص ۴۷۹

۵۶- اختر چیمہ، مقام عراقی در تصوف اسلامی، مطبوعہ ۲۰۰۶، ص ۲۵۱-۲۵۳

۵۷- راقم الحروف نے تحفة العشاق یا دہ نامہ کے نسخہ خطی موجود در کتابخانہ ملی ملک تہران شمارہ: ۴۷۵۱ سے استفادہ کیا۔ اور یہ مثنوی، دیوان رکن صاین سمنانی کے ہمراہ بہ تصحیح پروفیسر سید حسن ۱۹۵۹ء میں ہندوستان سے شائع بھی ہو چکی ہے۔

۵۸- تذکرہ دولت شاہ، ص ۲۶۲-۲۶۳؛ منزوی، فہرست نسخه ہائے خطی فارسی، تہران ۴/ ۲۸۲۹

۵۹- انڈوایرانیکا (مجلّہ انگریزی) ۱۶/۴، ص ۱۱-۱۲

۶۰- رکن صاین، تحفة العشاق، مخطوطہ کتابخانہ ملک، ص ۲۵۵ پ

۶۱- مثنوی عشاقنامہ عبید زاکانی ایک بار علیحدہ تہران میں ۱۳۱۴ش میں طبع ہوئی۔ علاوہ ازیں کلیات عبید زاکانی کے ضمیمہ میں متعدد بار تہران سے شائع ہو چکی ہے۔

۶۲- تذکرہ دولت شاہ، ص۳۲۲؛ صفا، گنج سخن، ۲/۲۷۲

۶۳- جلد۳، ۱/ ۵۷۷

۶۴- رازی، امین احمد، ہفت اقلیم، ۱/ ۲۱۰

۶۵- تذکرہ دولت شاہ، ص۲۵۰

۶۶- محبت نامہ، نسخہ خطی ملی ملک، ص۱۹۵پ

۶۷- مشار، خانبابا، فہرست کتابہائے چاپی فارسی، ۱/ ۸۵۹ کے حوالے سے مثنوی روضۃ المحبین تہران سے ۱۳۱۴ش میں چھپ چکی ہے۔ لیکن راقم نے اس کے قلمی نسخہ مملوکہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران شمارہ: ۱۹۵۵، ۴۳۲۳ سے استفادہ کیا ہے۔

۶۸- تذکرہ دولت شاہ ص۳۵۱/ صبا، مولوی مظفر بروز روشن، ص۱۸

۶۹- خراسانی، ابن عماد بروضۃ المحبین، قلمی نسخہ کتابخانہ مرکزی تہران، شمارہ: ۱۹۵۵، ص۱۴۱پ

۷۰- اقبال در راہ مولوی، ص۹۸

۷۱- راقم الحروف نے چند سال پیشتر "بررسی شروح لمعات عراقی" کے عنوان سے ایک تحقیقی اور علمی مضمون لکھ کر شائقین تصوف کی معلومات میں اضافہ کی خاطر، درج ذیل مجلات اور تصانیف میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے:

(۱) دانــــــش... فصلنامہ رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، شمارہ: ۴۳، زمستان ۱۳۷۴ھ ش؛ ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۲۴-۱۴۶

(۲) معارف... نشریہ مرکز نشر دانشگاہی، تہران، دورہ: ۱۳، شمارہ: ۲، ۱۳۷۵ھ ش، صفحات ۴۸-۷۶

(۳) مقام شیخ فخر الدین عراقی در تصوف اسلامی، طبع دوم، صفحات ۲۶۰-۲۸۴

۷۲- انتشارات دانشگاہ تہران، ج ۲، ۱/ ۱۷۰

۷۳- حموی، یاقوت، معجم البلدان ۷/ ۲۴۰ بہ استناد "کرکر" نسبت "کرکری" قرین مصلحت ہے۔

(۱) نسخہ خطی شرح لمعات عراقی، کتابخانہ مدرسہ عالی سپہسالار، تہران شمارہ: ۶۴۰۹، ص۱

(۲) نسخہ خطی شرح لمعات عراقی، کتابخانہ ڈاکٹر ذاکر حسین دہلی (بحوالہ مجلہ وحید شمارہ: ۱۲۰، ۱۳۵۲ش، ص ۹۴۴) میں بھی مؤلف کی نسبت درویش علی الکرکری ضبط تحریر ہے۔ البتہ سعید نفیسی نے کلیات عراقی، دیباچہ ص

۳۹، تاریخ نظم ونثر درایران ۱/۲۸۴ اورڈاکٹر صفا نے تاریخ ادبیات در ایران، ج ۳، ۲/۹۸، امیں نسبت ''کوکھری'' لکھی ہے۔ اور احمد منزوی نے فہرست مشترک پاکستان ۳/۱۸۴۳ میں مختلف نسبتیں لکھی ہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ شرح لمعات درویش علی کا ایک مخطوطہ کتابخانہ موزہ ملی پاکستان کراچی میں محفوظ ہے (حوالہ فہرست نسخہ ھائے خطی فارسی، نوشاھی، ص ۲۶۱)

۷۴- اللمحات فی شرح اللمعات کے متعدد قلمی نسخے مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ ایک بار اشعۃ اللمعات جامی کے حاشیہ پر منسوب بہ مولانا جامی، ان کے دیگر رسائل کے ہمراہ تہران سے ۱۳۵۲ اق میں طباعت کے مراحل سے گزر چکی ہے۔

۷۵- منزوی، فہرست نسخہ ھائے خطی فارسی، ۲/۱۳۴۴، ۱۵۷۸

۷۶- شیرازی، شیخ یار علی، اللمحات، عکسی مرکزی شمارہ: ۵۷۱۳، ص ۳

۷۷- مہدی محقق وہرمان لندلت مجموعہ سخنزاینها، ص ۱۰۳-۱۰۵؛ اور ملاحظہ کیجئے: خواندمیر، حبیب السیر ۴/۹-۱۰؛ شوشتری، مجالس المومنین ۲/۴۱-۴۲

۷۸- چھاردہ رسالہ فارسی از صاین الدین ترکہ، مقدمہ دیباچی ح-ط

۷۹- چھاردہ رسالہ فارسی از صاین الدین ترکہ، مقدمہ دیباجی، تج

۸۰- تذکرہ دولت شاہ، ص ۳۷۲؛ ہدایت، ریاض العارفین، چاپ محمودی، ص ۲۳۲؛ حکمت از سعدی تا جامی، ص ۶۸۴؛ صفا، گنج سخن ۲/۳۲۴؛ کلیات اشعار شاہ نعمت اللہ، مقدمہ دکتر جواد نور بخش۔

۸۱- حکمت، از سعدی تا جامی، ص ۶۸۶؛ اور ملاحظہ کیجئے: ہدایت، ریاض العارفین، چاپ محمودی ص ۲۳۴ ''عدۂ رسایل شاہ نعمت اللہ سیصد نوشتہ است''۔

۸۲- شاہ نعمت اللہ، شرح لمعات، خطی مرکزی، ص ۵۸ پ

۸۳- اس شرح لمعات کا یگانہ اور منفرد مخطوطہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد میں شمارہ: ۵۲۵۰ کے تحت ص ا سے ۱۰۱ تک محفوظ ہے (منزوی، فہرست نسخہ ھائے خطی فارسی، کتابخانہ گنج بخش ۲/۷۷۴)۔

۸۴- فہرست نسخہ ھائے خطی فارسی، ۳/۱۸۴۴

۸۵- بزرش آبادی، شرح لمعات، خطی گنج بخش، ۵۲۵۰، ص ۳-۴

۸۶- کتاب التنبیهات فی شرح اللمعات کا یگانہ مخطوطہ یزد (اسلامی جمہوریہ ایران) میں محفوظ ہے۔ اس کی قلم شمارہ: ۲۴۸۶ اور نسخہ عکسی شمارہ: ۵۸۲۰ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران میں موجود ہے۔ اسی عکسی نسخہ سے راقم الحروف نے

استفادہ کیا۔

۸۷- التنبیہات، عکسی مرکزی، دانشگاہ، ص ۲۳

۸۸- التنبیہات، عکسی مرکزی، ص ۳

۸۹- شوشتری، مجالس المومنین، ۲/۱۴۳-۱۴۸؛ ہدایت، ریاض العارفین، چاپ محمودی، ص ۲۵۱؛ معصوم شیرازی، طرایق الحقایق ۱/۳۸۵-۳۸۶؛ نفیسی، تاریخ نظم و نثر در ایران، ۱/۳۱۸-۳۱۹

۹۰- شرح لمعات عراقی، خطی مرکزی، شمارہ: ۴۵۵۰، ص ۱۴

۹۱- شرح لمعات عراقی، ایضاً، ص ۳۱

۹۲- اشعۃ اللمعات کے مخطوطات اور قلمی نسخہ جات، دنیا جہان کے کتابخانوں میں محفوظ پڑے ہیں۔ راقم الحروف نے اس کی درج ذیل اشاعتیں بھی ملاحظہ کی ہیں:

(i) لمعات حضرت مولانا فخر الدین عراقی مع شرح حضرت مولانا عبدالرحمن جامی، مطبع بشیر دکن (ہند)

(ii) مجموعہ بنام شرح اشعۃ اللمعات مولانا جامی تہران میں سال ۱۳۵۳ھ ق میں طبع سنگی پائی۔

(iii) گنجینہ عرفان ... شامل اشعۃ اللمعات جامی، سوانح غزالی وغیرہ، بہ تصحیح حامد ربانی تہران سے بغیر تاریخ کے شائع ہوئی۔

۹۳- نسخہ خطی، دانشکدۂ ادبیات، دانشگاہ تہران، ص ۱۶۸

۹۴- اشعۃ اللمعات، چاپ سنگی، ص ۴۰۳؛ اور ملاحظہ کیجئے: حکمت، جامی، ص ۱۸۱

۹۵- ریاض العارفین، چاپ محمودی، ص ۱۷۲؛ مجمع الفصحا، دکتر مظاہر مصفا، ۲/۸۶۷؛ سعید نفیسی، تاریخ نظم و نثر در ایران، ۱/۲۸۴، ۳۲۹

۹۶- تاریخ نظم و نثر در ایران، ۱/۲۸۴

۹۷- جمالی دہلوی، خطی پنجاب، ص ۱۱۵؛ جمالی دہلوی، اردو ترجمہ ایوب قادری، ص ۱۵۶؛ خیر آبادی، قصر عارفان، خطی، ص ۱۲۶-۱۲۷

۹۸- شیخ عبدالحق محدث، ص ۲۰۵؛ سیر العارفین، اردو ترجمہ مقدمہ ص ۳۰-۳۷، متن ص ۲۵۱-۲۶۹؛ خزینۃ الاصفیا، نولکشور ۲/۴۷؛ تذکرہ علمائے ہند، ص ۸۰؛ تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ ص ۲۲۴؛ حدائق الحنفیہ، ص ۳۵۵؛ تذکرہ اولیائے برصغیر، مرزا اختر دہلوی، ۳/۱۸۰

۹۹- برائے شرح حال عبدالغفور لاری ملاحظہ کیجئے: رشحات، نولکشور ص ۱۶۳؛ رشحات عین الحیات، تہران ۱/ ۲۸۶-۳۰۲؛ طرایق الحقایق ۳/ ۱۱۳؛ حدائق حنفیہ، ص ۳۶۰-۳۶۱؛ ہدیۃ العارفین، ص ۵۸۸؛ تکملہ حواشی نفحات الانس، مقدمہ مصحح، ص ۲-۴

۱۰۰- رشحات عین الحیات، تہران ۱/ ۲۸۶، ۳۰۱؛ از سعدی تا جامی، ص ۷۴۸

۱۰۱- منزوی، فہرست مشترک پاکستان ۳/ ۴۷-۱۸۴۶

۱۰۲- شیخ گنگوہی کے احوال و مقامات کے لئے ملاحظہ کیجئے: اخبار الاخیار، ص ۲۱۵-۲۱۸؛ سفینۃ الاولیا، ص ۱۰۱؛ اقتباس الانوار (فارسی)، ص ۲۲۵-۲۵۲؛ اقتباس الانوار (اردو ترجمہ)، ص ۶۰۲-۶۷۲؛ انیس العاشقین، ص ۳۵-۳۹؛ خزینۃ الاصفیا، ثمر ہند، ۱/ ۴۱۶-۴۱۸؛ تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، ص ۱۳۰؛ مکتوبات قدوسیہ، مقدمہ مترجم ص ۲۱-۵۴؛ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات۔

۱۰۳- شیخ رکن الدین نے ایک ممتاز خلیفہ شیخ عبدالاحد کی تربیت فرمائی (رود کوثر، ص ۲۲۳) جن کے بیٹے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے توسط سے دین اسلام کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

۱۰۴- اعجاز الحق قدوسی، ص ۴۲۳

۱۰۵- مجلہ وحید، تہران، شمارہ: ۱۲۰، آذر ماہ ۱۳۵۲ش، ص ۹۴۴؛ وملاحظہ کیجئے: تجلی اندیشہ و آثار عراقی، مقالہ دکتر سلیم اختر، مطبوعہ ہفت گفتار در بارۂ سنائی و عطار و عراقی، ص ۱۹۵، ح ۱۰۰

۱۰۶- برائے حیات و خدمات شیخ نظام الدین ملاحظہ کیجئے: توزک جہانگیری، اردو ترجمہ ۱/ ۱۴۰، ۱۷۲؛ انیس العاشقین، خطی پنجاب، ص ۴۰-۴۲؛ نزہۃ الخواطر، ۵/ ۴۱۸-۴۱۹؛ تذکرہ علمائے ہند، ص ۲۴۱؛ شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور اُن کی تعلیمات، ص ۵۳۰-۵۴۲؛ شیخ نظام الدین تھانیسری، مقالہ از محمد اختر چیمہ، مطبوعہ فصلنامہ دانش شمارہ: ۲۳، ص ۲۰۱-۲۳۲

۱۰۷- بعض تذکرہ نویسوں اور فہرست نگاروں نے شیخ نظام الدین کی دو شرح لمعات کو مکی و مدنی کے اضافہ کے ساتھ اس طرح یاد کیا ہے:

(i) اقتباس الانوار (فارسی)، ص ۱۶۲؛ اقتباس الانوار (اردو ترجمہ)، ص ۶۹۹ ''شرح لمعات مکی و مدنی'' لکھا ہے۔

(ii) خزینۃ الاصفیا، ثمر ہند ۱/ ۴۶۳ ''دو شرح لمعات مکی و مدنی قدیم جدید'' ضبط تحریر ہے۔

(iii) حدائق الحنفیہ، ص ۴۰۲ فقط ''شرح لمعات قدیم و جدید'' مرقوم ہے۔

(iv) اسٹوری (فہرست مخطوطات بزبان انگریزی ۱/ ۱۸ ''شرح لمعات کی یادمنی'' ثبت ہے۔

۱۰۸- امین احمد رازی، ۱/ ۳۵۱

۱۰۹- کتابہائے تصوف بزبان فارسی (غیر مطبوعہ)، ۲/ ۲۰۴-۲۰۹

۱۱۰- شمارہ: ۴۷۶/ ۳۵۰۰؛ ملاحظہ کیجئے: فہرست مخطوطات شیرانی ۲/ ۲۵۲

۱۱۱- (۱) مخطوطہ دیال سنگھ ٹرسٹ، شمارہ: ف ۶/ ۲۹۷-۲۵۰

(۲) فہرست مخطوطات مولوی شفیع، ڈاکٹر بشیر حسین، ص ۲۸۶

(۳) کتابخانہ خواجہ سلیم والی شرح لمعات کا ذکر مجلہ سہرورد شمارہ: ۹ ص ۹۹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۲- نامۂ مینوی، مقالہ جلال ہمائی، ص ۴۹۹ پر مرقوم ہے: ''شطاریہ یکی از سلاسل معروف تصوف است کہ بہ نام سلسلہ طیفوریہ و بایزیدیہ (منسوب بہ بایزید بسطامی) و خاندان عشقیہ نیز نامیدہ می شوند۔''

۱۱۳- بہ روایت اخبار الاخیار، ص ۱۷۱ ''شیخ عبداللہ شطاری از اولاد شیخ بزرگوار شہاب الدین سہروردی است۔''

۱۱۴- تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۳۴-۱۳۵؛ تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ ص ۳۲۷-۳۲۸ کہ شیخ عبدالنبی شطاری کی ۴۸ تصانیف کی فہرست درج ہے۔

۱۱۵- تألیف نواب صدیق حسن خان بہادر، بھوپال ۱۲۹۸ھ، ص ۱۹۰-۱۹۱

۱۱۶- فہرست نسخہ ہائے خطی، کتابخانہ راجو محمود آباد، لکھنؤ ص ۱۶۳

۱۱۷- فہرست مشترک پاکستان، احمد منزوی، ۳/ ۱۸۴۸

۱۱۸- حضرت نظام الدین اورنگ آبادی ''سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے عارف نامدار ہیں۔ ملاحظہ کیجئے: مناقب المحبوبین، ص ۴۷؛ مخزن چشت، ص ۲۹۷؛ تاریخ مشائخ چشت، خلیق نظامی، ص ۴۲۷

۱۱۹- تذکرہ علمائے ہند، اردو ترجمہ، ص ۳۴۹-۳۵۰

۱۲۰- جلد ۳، فارسی ادب (اوّل)، لاہور ۱۹۷۱ء

۱۲۱- اسماعیل پاشا بغدادی، ۱/ ۶۰۵؛ ملاحظہ کیجئے: معجم المؤلفین، ۵/ ۳۰۴؛ نام و نسب غوثیہ، ص ۹۲۲

۱۲۲- فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، تہران ۲/ ۱۲۵۴

۱۲۳- فہرست مخطوطات شیرانی، بشیر حسین ۲/۲۳۳

۱۲۴- مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح، ص ۶۴

۱۲۵- مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، مقدمہ مصحح، ص ۷۰

۱۲۶- مجالس النفائس، ص ۱۲۶، ۳۱۵ منقول ہے: "بابر مرزا پادشاهی درویش مشرب مؤدب بود و درکرم قدم بر قدم حاتم داشته بلکه از و اقدام و اکرم بود، و به علم تصوف اشتغالی به کمال داشته، و لمعات شیخ عراقی را مطالعه می نموده۔"

۱۲۷- اوپانیشاد، پیشگفتار، جلالی نائینی، ص ۲۱۳-۲۱۶

۱۲۸- فخر الزمانی قزوینی، ص ۲۷
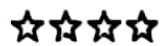
رسائل

۱- رسالة لطیفة فی الذوقیات

۲- رسالة فی الحمد له و معناها فی التّصوف

فارسی متن

①

[۲۳پ] رسالة لطیفة فی الذّوقیات

من کلام الشّیخ المحقّق
قطب السّالکین فخر الملّة والدّین عراقی قُدّس سره.(۱)

بسم الله الرّحمٰن الرّحیم(۲)

بدان وفّقك الله و ایّانا(۳) که مرید این راه و متوجّه این بارگاه را منازل و مقامات مختلف، و درجات و مشاهدات متنوّع، در پیش است. وهر مقامی رالایق حال او اسمی نهاده اند مناسب و مطابق چنانك انمود جی ذکر رود.

اوّل سالك راکه دغدغهٔ طلب و داعیهٔ مطلوب، که محبوب حقیقی است، در دل پدید آید. سبب این داعیه واردات حضور نوری بود که(٤) از نسیم عنایت ازلی و از وادی ایمن لایزالی بر مهبّ قلوب مستعدّان و طالبان بوزد(٥) و ایشان را(٦) از تعسّفات (۷) و مالوفات طبعی (۸) خلاص کند (۹). قال علیه السلام(۱۰): انّ النّور اذا دخل القلب انشرح(۱۱). وقال تعالی(۱۲): هُوَ الَّذی اَنزَلَ السَّکینَةَ فی قُلوبِ المُؤمِنین(۱۳)، آن را(۱٤) ذوق و هدایت گویند. و بعد از آن که مباشر انواع اسباب و اشغال سلوك گردد، چون

مجاهده و تزکیهٔ نفس و تصفیهٔ دل و تخلیهٔ روح (۱۵)، آن را شوق گویند. و مشاهده که آنرا ابتهاج ذاتی گویند (۱۶) که بعد از طلب سیر و سلوك شوقی حاصل (۱۷) کند [۲٤ ر] وکلّی سعی و تمام همت برآن جمال با کمال معشوق (۱۸) صرف کند، آنرا عشق گویند. وچون (۱۹) از صفات بشری منسلخ شود و تجرید معنوی اورا حاصل گردد، آنرا وصول گویند. وچون از انانیت (۲۰) مضمحل گردد و از نعوت حدوث منفرد شود و به فناء مَن لَم یَکُن (۲۱) و بقاء من لم یزل رسد آن را فنا گویند. وچون جملهٔ وجود مجازی را مثال (۲۲) پروانه بر وجود شمع که مطلوب حقیقی و موجود یقینی است ترك کند (۲۳) و باز اگر بهر تکمیل ناقصان و ارشاد مستعدّان بدین عالم رجوع کند و به لباس لاهوتی منخلع شود و به حکم یُحِبّهُم و یُحِبّونه (۲٤) بر مسند خلافت نشیند و عدل و قسط کلی نوی دهد (۲۵) کما قال الله تعالی (۲٦): إِنّا (۲۷) جَعَلناكَ خَلیفَةً فِی الأرضِ. (۲۸)

شعر (۲۹)

هرچه گیرد ازو بدو گیرد   هرچه بخشد ازو بدو بخشد (۳۰)

چه (۳۱) درین مرتبه آلت ادراك او حق شده است (۳۲) که فبی یسمع وبی یبصر و در مرتبهٔ دیگر قال علیه السّلام (۳۳) الحق ینطق علی لسان عمر (۳٤) که آلت ادراك بنده حق شده است که انّ الله تعالی قال علی لسان عبده (۳۵) سمع الله لمن حمده آنرا بقا گویند. ولیس وراء عبّادان قریة. فَأینَ تَذهبون. (۳٦)

پس لازم آید که در شش شات (۳۷) سلوك واحد عین عشره شود که لا یصدر من الواحد الاّ الواحد والواحد لا غیر العشرة ولا عین العشرة (۳۸)،

پس در جمله مراتب واحد بوده است که سیر کرده است و هیچ مرتبه مقیّد نشده و همگی همه او بود.(۳۹)

شعر(۴۰)

فـانـت اذا فـرد لك الـکـلّ سـاجـد ولاکـلّ الا انـت بـاکـل صفوه(۴۱)

سبحان من لطّف نفسه فسمّاه حقّا ومن(۴۲) کشف نفسه فسمّاه خلقاً استغفر الله من کلّ قول و فعل(۴۳) اللهم ارزقنا ذوقا ثم شوقا ثم عشقا ثم وصلا ثم فناء ثم بقاء. لانّ الفناء الفناء(۴۴) بقاء و عدم العدم وجود.

والسّلام علی من اتّبع الهدی. تمت(۴۵)

☆☆☆

مآخذ و حواشی

۱- در نسخهٔ کتابخانهٔ مرکزی دانشگاه تهران (ب)، عنوان رساله و اسم مؤلّف درج نگردیده است.

۲- ب: پس از بسمله "وبه نستعین" را نیز اضافه نموده، و آغازش چنین است: "الحمدلله وسلام علی عباده الذین اصطفی وصلّی الله علی محمّد وآله".

۳- الله تعالی تو را و ما را توفیق [خیر] عطا فرماید.

۴- ب: "چنانك نمودجی...... حضور نوری بود که" را ندارد و به جای آن فقط یك کلمهٔ "حون" آمده است.

۵- ب: پس از "بوزد" افزوده است "نوری پیدا شود و در دلهای ایشان که همواره ارادت و طلب محبوب حقیقی کنند و دغدغه و داعیهٔ مطلوب یقینی پدید آید که ایشانرا".

٦- ب: که ایشانرا.

٧- ب: تعشّقات.

٨- ب: طبیعی.

٩- ب: خلاص دهد و از تنعمات دنیاوی منقطع گرداند.

١٠- ب: قال النبّی صلی الله علیه وسلم.

١١- ب: ...... انشرح یعنی نور الهی چون در دل شخصی که منظور نظر ربّانیست در آید دل اورا گشوده و منشرح گرداند (و رجوع شود به: اتحاف السّادة المتّقین، ٣٢٧/٩).

١٢- ب: قوله تعالی.

١٣- الفتح: ٤

١٤- ب: این حالت را.

١٥- ب: وبعد از آن چون به سلوك مشغول شود و مجاهده و ریاضات کشد و تزکیهٔ نفس و تحلیهٔ روح حاصل کند.

١٦- ب: خوانند.

١٧- ب: "شوقی حاصل" را ندارد.

١٨- ب: کلمهٔ "معشوق" را ندارد.

١٩- ب: و چون سالك.

٢٠- ب: انانیت خود.

٢١- ب: بقره، ١٩٦؛ نساء، ١١، ١٢، ١٣٧، ١٦٨، ١٧٤؛ انعام، ١٣١؛ اعراف، ١١؛ اسراء، ١١١؛ مریم، ١٤؛ نور، ٦؛ فرقان، ٢؛ شعراء، ١٩٧؛ روم، ١٣؛ انسان، ١؛ بیّنه، ١؛ اخلاص، ٤.

٢٢- ب: بر مثال.

٢٣- ب: نزول کند.

٢٤- مائده، ٥٤.

٢٥- ب: بوی دهد.

۲۶- ب: ندارد.

۲۷- ب: که و.

۲۸- ب: ص ۲۶.

۲۹- ب: ندارد.

۳۰- ب: این بیت در رسالهٔ "لمعات" چاپ در کلیات عراقی، کتابخانه سنائی تهران، بار چهارم، صفحهٔ ۳۹۰، می توان ملاحظه کرد.

۳۱- ب: چون.

۳۲- ب: شده باشد آنست.

۳۳- ب: رسول علیه السلام فرمود.

۳۴- ب: مشکوة المصابیح، باب مناقب عمر، ص۵۵۷.

۳۵- ب: لسان العبد.

۳٦- ب: قال الله تعالی: فَأَینَ تَذهَبون (تکویر ۲٦).

۳۷- ب: در نشأت.

۳۸- ترجمه: لایصدر...... از واحد صدور نمی شود بجز واحد و واحد نه غیر از ده است و نه عین ده.

۳۹- ب: بوده.

٤۰- ب: ندارد.

٤۱- ب: این بیت را ندارد.

٤۲- ب: "من" ساقط شده است.

٤۳- ب: "استغفر الله من کل قول و فعل" ساقط شده است.

٤٤- اللّهمّ الذّوق، ثمّ الشوق، ثمّ الوصل، ثمّ الفناء، ثم البقاء، لانّ فناء الفناء.

٤۵- تمّت الرّساله، وبعد زیر آن کاتب نسخه نوشته است "فرزند عزیز نور دیده و سرور سلیمه انبته الله نباتاً حسنا نعمه الله در پنجم ماه ربیع الآخر روز جمعه در وقتِ چاشت متولد شد، سنهٔ احدی و ثلثین و ثمانمائه من هجر خیر البریّة".

اردو ترجمہ

①

اردو ترجمہ

[۲۳پ] رسالہ لطیفہ در ذوقیات

جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہمیں توفیق خیر عطا فرمائے کہ اِس راہِ طریقت کے مرید اور اِس بارگاہِ حقیقت کے متوجہ کو مختلف منازل اور مقامات اور طرح طرح کے درجات اور مشاہدات درپیش ہیں اور ہر مقام کے لیے اُس (سالک) کے حال کے لائق اور اُس کے احوال کے مطابق مناسب نام رکھا گیا ہے، جیسا کہ بہ طورِ نمونہ ذکر کیا جائے گا۔

پہلے یہ کہ سالک کے لیے طلب کا اندیشہ اور مطلوب...... جو کہ حقیقی محبوب ہے...... کی خواہش دل میں نمودار ہو۔ اس خواہش اور منشا کا سبب نوری حضور کی قلبی واردات ہوں جو ازلی عنایت کی ٹھنڈی ہوا اور لازوال امن وسکون کی وادی سے پیدا ہوں، اور وہ ٹھنڈی ہوا مستعد اور اہل طلب سالکوں کے عین قلوب پر چلے، اور اُن کو عاشق ہونے اور طبعی الفت کا موجب بننے سے رہا کردے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک نورِ الٰہی جب ربّ تعالیٰ کے کسی مقبول بندے کے دل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کو شرحِ صدر کی کیفیت نصیب ہو جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہی ہے جس نے مومنین کے قلوب میں نوری تسکین اتاری تاکہ وہ اس کے وسیلہ سے معرفت کی شان والے ہو جائیں، اس کو ذوق و ہدایت کہتے ہیں۔ اس کے بعد سالکِ طریقت کو چاہیے کہ وہ سلوک کے مختلف اسباب اور اذکار میں مشغول ہو جائے مثلاً مجاہدہ، تزکیۂ نفس، تصفیۂ دل اور خلوتِ روح جیسے امور میں، اس کو شوق کہتے ہیں اور مشاہدہ...... کہ جسے ذاتی مسرّت کے نام سے یاد کرتے ہیں...... یہ ہے کہ سالک سیر وسلوک کی طلب کے بعد اس کا شوق حاصل کرے

[۲۴ر]اور اپنی پوری کوشش اور ساری ہمت معشوقِ حقیقی کے جمال باکمال کے نظارے پر صرف کر دے، اس کو عشق کہتے ہیں. اور جب سالک بشری صفات سے باہر آ جائے اور باطنی جدائی اور روحانی تنہائی اس کو حاصل ہو جائے تو اس حالت کو وصول کہتے ہیں. اور جب سالک اپنی خودی کو مٹا دے اور عدم سے وجود میں آنے کے اوصاف سے متصف ہو کر منفرد حیثیت اختیار کر لے، اور جس کا وجود نہیں اس کی فنا اور جو باقی ہے اس کی بقا تک رسائی حاصل کر لے تو اس کو فنا کہتے ہیں. اور جب وہ اپنے سارے مجازی وجود کو پروانہ کی مانند شمع کے وجود پر...... جو اس کی حقیقی مطلوب اور اس کے لیے یقینی موجود ہے..... قربان کر دے، اور پھر اگر ناقصوں کی تکمیل اور مستعد لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے اس جہان (معرفت) کی طرف رجوع کرے اور لاہوتی لباس میں ملبوس ہو جائے اور ''پیار کرتا ہے وہ اُن کو اور پیار کرتے ہیں وہ اُس کو'' کے مصداق خلافت اور نیابت کی مسند پر بیٹھ جائے اور اس کے ساتھ پورا عدل وانصاف کرے. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ اور نائب مقرر کیا ہے.''

ہرچہ گیرد از وبدو گیرد　　　ہرچہ بخشد از وبدو بخشد

ترجمہ: وہ جو کچھ اس سے لیتا ہے اُسی کی خاطر لیتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے بخشتا ہے اُسی کو بخشتا ہے.

چنانچہ اس مرتبہ کے حصول میں اُس کی قوتِ ادراک رام ہو کر حق ثابت ہو گئی ہے. پس وہ میرے ذریعے سنتا ہے اور میرے ذریعے دیکھتا ہے. اور دوسرے مرتبہ کے ضمن میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حق عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر جاری ہے'' تو بندہ کی قوتِ ادراک رام ہو کر حق ثابت ہو گئی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) کی زبانی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اُس کی بات سُن لی جس نے اُس کی حمد بیان کی'' اس کو بقا کہتے ہیں. اور عبادان کے اُس پار کوئی بستی نہیں ہے، (اللہ تعالیٰ نے کہا) پھر تم کہاں جا رہے ہو؟

پس لازم ہے کہ سلوک کے چھ مراتب میں واحد عین دس ہو جائے اس لیے کہ واحد سے صدور

نہیں ہوتا مگر واحد ہی کا. اور واحد دس کا غیر نہیں ہے اور نہ ہی عین دس ہے. پس جملہ مراتب میں واحد کارفرما ہے کہ اُس نے سیر کی ہے اور وہ کسی مرتبہ میں مقیّد نہیں ہوا اور سب کا سب کچھ وہی تھا.

فانت اذا فرد لك الكلّ ساجد ولاكلّ الا انت بالكل صفو

ترجمہ: اے کُلِ حقیقی جب کہ تیرے سوا ہر فرد تیرے سامنے سجدہ ریز ہے (تیرے حکم کا تابع ہے) اور تیرے سوا کوئی اور چیز کُل نہیں ہے ایک خالص کُل (کُلِ حقیقی).

پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے اپنی ذات بابرکات کو لطیف بنایا اور پھر اپنے آپ کو حق کا نام دیا، پھر اس نے اپنی ذات کا انکشاف کیا (اپنے آپ کو ظاہر کیا) اور اُس کو مخلوق کا نام دیا. میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں ہر قول و فعل سے.

اے اللہ! ہمیں عطا فرما ذوق، پھر شوق، پھر عشق، پھر وصل، پھر فنا اور پھر بقا. اس لیے کہ فانی کی فناء اصل میں بقاء ہے، اور معدوم کا عدم باعث وجود ہے.

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت (کے واضح طریق) کی پیروی کرے.

☆☆☆

فارسی متن

۲

رسالة فی الحمد له و معناها فی التّصوف(۱)

[۲۵ر] بسم الله الرّحمن الرحیم

بدان وفّقك الله و ایّاناکه الحمدلله ذکر و ثناء حق است علی وجه تصوّر التّفصیل وعلی وجه التّفصیل احترازاً عن السّرّ بلسان الشّرع، اما در طریق به عبارت دیگر است. حمد عبارت از تعریف حامد است محمود را به کمالات محمود. وکمالات محمود برسه قسم است چنانکه گفته (۲) شود: کمال ذاتی و کمال صفاتی و کمال فعلی. کمال ذاتی آن است که تعقّل او متوقّف نباشد بر تصوّر غیر، چنانکه گفتی حیّ مَیتی لازم نیاید، وچنانك گفتی قیّوم هادمی لازم نیاید. وکمال صفاتی آن است که تعقّل او متوقف است بر تصوّر غیر، چنانك خالق گفتی مخلوق لازم آید، و چون رازق گفتی مرزوق لازم آید. وکمال فعلی چنانك حق سبحانه و تعالی می فرماید و می نماید که یَخلُقُکُمْ فی بُطونِ اُمَّهاتِکُمْ.(۳)

وآن تعریفات بر پنج (٤) قسم است: یا تعریف حقّ است مرحقّ را در حقّ؛ یا تعریف حقّ است مرخلق را در حقّ؛ یا تعریف حقّ است مرحقّ را در خلق؛ یا تعریف حقّ است مر خلق را در خلق؛ یا تعریف حقّ است مرحقّ را بدین مجموع؛ و برعکس این پنج پنج دیگر: یا تعریف خلق است

مرخلق را در خلق؛ یا تعریف خلق است مرحقّ را در خلق؛ یا تعریف خلق است مرخلق را در حقّ؛ یا تعریف خلق است مرحقّ را در حق؛ یا تعریف خلق است مرحقّ را [۲۵پ] بدین مجموع.

(۱)

۱- تعریف حق مرحق را [در حق][۵] چیست؟ ذاتی است که حق تعالی و تقدّس می دید ذات خود را به ذات خود، در ذات خود مشاهده که زاید نبود بر ذات. شعر

بی بود شما یُحِبُّهُم من گفتم — وین درّ یُحِبّونِ[۶] شما من سُفتم

چون من دگری نبود کس بشنودی — من بودم و من شنیدم و من گفتم

۲- تعریف حق مر خلق را در حق چیست؟ آنست که حق تعالی می فرماید که وَکُنتُم ازواجاً ثلثة[۷] فی سابق. علمی لطیفه: آن وقت که نبودیم چنین درخواست حق بودیم که چنین شویم. وچون چنین شدیم، فرمود: وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ.[۸] شعر

و غنّا لی من قلبی و غنیت کما غنّا — وکنّا حیث ماکانوا و کانوا حیث ماکنّا

پس حق تعالی را تعریف می کند که ای خلق در ازل آزال شما در علم من بودیت چنانك اوّل الفکر آخر العمل.

۳- تعریف حق مر خلق[۹] را در خلق چیست؟ آنست که حق تعالی می فرماید: وَنَحنُ اَقرَبُ اِلَیهِ مِنکُم وَلکن لا تُبصِرون[۱۰]. پس حق تعالی تعریف می کند خود را در تو که خلقی. شعر

من یك جانم که صد هزارست تنم — چه جان و چه تن که هر دو هم خویشتنم

خود را بــه تکلّف دگری ساختـه ام　　تا خوش باشد آن دگری راکه [منم] (۱۱)

انــدر ره فــقــر اگــر شــوی لایق تـو　　مـعشـوق تـو و عشـق تو و عاشق تو

٤ - تـعریف حقّ مر خلق را در خلق چیست؟ آنست [که] حق تبارك و تعالی فرمود: یخلقکم فی بطون [۲٦ ر] امّهاتکم (۱۲). حق تعریف می کند تراکه خلقی آفریدم در شکم مادر تو که خلق بود. شعر

حیوان ز نباتست و نبات از ارکان (۱۳)　　ارکان اثـر جنبش (۱٤) چـرخ گردان

چرخ است به نفس قایم و نفس به عقل　　عـقـلـست فـروغ نـور ذات یـزدان

٥ - تـعریف حقّ مر حقّ را بـدیـن مـجموع چیست؟ آنست که حق تـعالی می فرماید: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِب فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۱٥) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۱٦) شعر

هــرجـا کــه نـگــه کنم تـرا مـی بینم　　سبـحـان الله مـگـر تـویی دیدهٔ من

(۲)

اما برعکس این پنج که ذکر رفت:

٦ - تـعـریف خـلـق مـر خـلـق را در خـلق چیست؟ آنست که مصطفی صلوات الله علیه می فرماید: آنا مدینة العلم و علیٌّ بابها. (۱۷) شعر

در دوزخـم ار زلف تـو در چـنگ آیـد　　از حـــال بهشتیـــان مــرا نـنگ آیـد

ور بـی تـو بـه صـحـرای بهشتـم خوانند　　صحرای بهشت [بر] (۱۸) دلم تنگ آید

مـصـطفی علیه السّلام خلق است. تعریف کرد که علی بود مر خلق را که صحابه بودند.

۷ - تعریف خلق مر حق را در خلق قال النّبی علیه السّلام حکایة عن

الله تعالی انا عند ظنّ عبدی بی.[۱۹] رسول علیه السّلام خلق است تعریف می کند حق را تبارک و تعالی در تو که خلقی که انا عند ظن عبدی بی.

ای جان جهان ترا بجان می طلبم — پیوسته ترا گرد جهان می طلبم

تو در دل من نشسته و من شب و روز — از نور جهانیان نشان می طلبم[۲۰]

۸- تعریف خلق مر خلق را در حق و این بر دو طریق است بقول یا بفعل [۲۶پ]، امّا بقول انبیا می گویند که لا اِلهَ اِلاّ انا فاعْبُدْنی.[۲۱] اما بفعل قوله تعالی فَانْظُرْ اِلی آثارِ رَحمةِ اللهِ کَیفَ یُحیِي الاَرض بَعدَ مَوتِها.[۲۲] شعر

تو از عطار بشنو آنچه اصلست — برون نی از تو و هم سایهٔ تست[۲۳]

اکنون پیغمبران خلق آمدند، تعریف می کنند ما را که خلقیم در خدا که حق است تبارک و تعالی.

۹- تعریف خلق مر حق در حق چیست؟ آنست که مصطفی علیه السّلام فرمود که انّ الله تعالی حیّ قیّوم.[۲۴] موجود ازلی ابدی، مصطفی علیه السّلام، که خلقست تعریف می کند[۲۵] حق را در حق، چنانکه گفتم. شعر

که خردم در خور اثبات تو نیست[۲۶] — آسایش جان جز بمناجات تو نیست

من ذات ترا بواجبی کی دانم[۲۷] — دانندهٔ ذات تو بجز ذات تو نیست

۱۰- تعریف خلق[۲۸] مر حق را درین مجموع چیست؟ آنست که نبی علیه السّلام فرمود: لاتسبّوا الدهر فانّ الدّهر هوالله.[۲۹] وقوله تعالی:

قُل لِمَنِ الأرضُ وَمَن فیها اِن کُنتُم تعلمون. سَیَقولونَ لِلّٰهِ.(۳۰) شعر

ای عین بقا در چه بقایی که نه ای　　　برجای نه کدام جایی که نه ای

ای ذات تو از جا و جهت مستغنی　　　آخر تو کجایی و کجایی که نه ای(۳۱)

واللّٰه اعلم بالصّواب. تمّت

☆☆☆

مآخذ و حواشی

۱- این عنوان رساله در فهرست المخطوطات الفارسیّه، قاهره، ج۱، ص۲۳۸ مندرج گردیده و نسخهٔ خطی بدون عنوان کتابت شده است. این نسخه ای است منحصر به فرد در تفسیر الحمد للّٰه.

۲- در نسخهٔ خطی: ((حامد است و محمود را))، چنانکه پیداست "و" زاید است.

۳- زمر ۶؛ در نسخهٔ خطی "خلقکم......" آمده است.

٤- در نسخه نگاشته "سه" سهو کاتب است، "پنج" صحیح است.

٥- "درحق" در نسخهٔ خطی نگاشته نشده و در اینجا افزودهٔ مصحّح است، به دلیل تعریفات سابق.

٦- اشاره به یُحِبُّهُم و یُحبّونه، مائده: ٥٤.

۷- واقعه: ۷.

۸- ق: ۱٦.

۹- در نسخهٔ خطی به جای "حق" اینجا کلمهٔ خلق، نگاشته شده، لکن به دلیل تعریفات سابق "حق" صحیح است.

۱۰- واقعه: ۸٥.

۱۱- در نسخۂ خطی "دیگری" آمدہ است و "منم" ساقط گردیدہ است۔

۱۲- زمر: ٦، در نسخۂ خطی "خلقکم......" نگاشته است۔

۱۳- ارکان: عناصر، قوای نامیه۔

۱٤- در نسخۂ خطی: "جنس"؛ ولی حدس مصحّح این است که "جنبش" درست است.

۱۵- بقرہ: ۱۱۵۔

۱٦- رحمن: ۲٦ و ۲۷۔

۱۷- زبیدی، اتحاف السّادۃ المتّقین، ٦ / ۲٤٤؛ ابن عساکر، تهذیب تاریخ دمشق، ۳۸/۳، فروز انفر، احادیث مثنوی، ص۳۷، تحلیل اشعار ناصر خسرو، ص۵۰، نیز رجوع شود به: مخزن چشت (فارسی)، نسخۂ خطی و عکسی، ص۲۵ و اردو ترجمۂ کامل، ص ۷٦ به این طرز مرقوم گردیدہ است: "وهم قال النّبی صلّی الله علیه وسلّم انا مدینة العلم و اساسها ابوبکر رضی الله عنه و جدارها عمر رضی الله عنه و سقفها عثمان رضی الله عنه و بابها علی رضی الله عنه".

۱۸- کلمۂ "بر" در نسخۂ اصل محذوف است.

۱۹- صحیح البخاری، "کتاب التّوحید"، ۲۳ / ۱۹۳؛ مسند امام احمد بن حنبل، ۲ / ۳۱۵، ۳۹۱، ٤۱۳، ٤٤۵، ٤۸۲، ۵۱٦، ۵۱۷، ۵۲٤، ۵۳٤، در نسخۂ خطی "...... عبدبی" نگاشته است که صحیح نیست.

۲۰- رجوع شود به کلّیات عراقی، رباعیّات، ص ۳۱۷ که به این طریق آمدہ است:

ای جان و جهان، ترا ز جان می طلبم   سرگشته ترا گرد جهان می طلبم
تو در دل من نشستهٔ ای فارغ و من   از توز جهانیان نشان می طلبم

۲۱- طه، ۱٤؛ در نسخۂ خطی "لا اله الاّ الله انا فا عبدونی" نوشته است.

۲۲- روم، ۵۰.

۲۳- غزلیّات و قصاید عطّار، ص ۲۹، در نسخۂ خطی "برون نیست" آمدہ است که سهو کاتب است.

۲٤- ابن عساکر، تهذیب تاریخ دمشق، ۱ / ۳۷٦.

۲۵- در نسخۂ خطی: ((می کنند)) نگاشته که سهو است.

۲۶- احتمال می رود که این مصرع چنین باشد: "گفتم خردم در خور اثبات تو نیست".

۲۷- در نسخۂ خطی: "دانیم".

۲۸- در نسخۂ خطی "حق" نوشته، ولی به دلیل تعریفات سابق "خلق" صحیح است.

۲۹- السّنن الکبری مع الجوهر النّقی، ۳/ ۳٦۵؛ تاریخ بغداد، ۳/ ۳۰۸؛ تحلیل اشعار ناصر خسرو، ص ٤٦ که در هر سه ماخذ این حدیث چنین آمده است: "لاتسبوا الدهر فان الله هوا الدّهر".

۳۰- مؤمنون، ۸٤ و ۸۵؛ در نسخۂ خطی "سیقولون الله" نگاشته است.

۳۱- مصرع آخر در نسخه به این طرز امده است: "آخر موکجابی و کجا که نۂ".

☆☆☆

اردو ترجمہ

②

[۲۵ر] حمدلہ......رسالہ ای در تفسیر

جان لو، اللہ تعالیٰ تمھیں اور ہمیں (بھی سمجھنے کی) توفیق عطا فرمائے کہ "الحمدللہ" دراصل حق تعالیٰ شانہ کا ذکر اور اُس کی تعریف ہے (اس حالت میں کہ ذکر و تعریف کے) اس تصوّر میں تمام تفاصیل کا لحاظ رکھا گیا ہو، اور پھر اس کی تمام تفاصیل حقیقۃً بھی مراد ہوں، اس طور پر کہ شریعت کی زبان میں اس کی واضح ادائیگی ہو اور اس میں کوئی مخفی مفہوم مراد لینے سے احتراز کیا گیا ہو. لیکن طریقت میں اس سے مراد کچھ اور ہے. حمد محمود کے لیے کمالات محمود کے مطابق حامد کی طرف سے کی گئی تعریف سے عبارت ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کمالاتِ محمود تین قسم کے ہیں: کمال ذاتی، کمال صفاتی اور کمال فعلی.

کمالِ ذاتی یہ ہے کہ اس (سالک) کی عقلی صلاحیت غیر کے تصوّر پر ایک ہی مقام پر نہ ٹھہر جائے، چنانچہ وہ حیّ (زندہ) کہے تو اس کے لیے موت لازم نہ آئے اور وہ قیّوم (ہمیشہ قائم رہنے والا) پکارے تو اس کی خاطر ہادم اللذات (موت) لازم نہ آئے. اور کمالِ صفاتی یہ ہے کہ اس کی عقلی استعداد غیر کے تصوّر پر مستقر ہے، چنانچہ وہ خالق کہے تو مخلوق لازم آئے، اور جب وہ رازق کا ذکر کرے تو مرزوق کا تذکرہ لازم آئے. اور کمالِ فعلی جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ (قرآن کریم میں) فرماتا ہے اور دکھاتا ہے کہ "وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تمھیں پیدا کرتا ہے."

اور وہ تعریفات پانچ قسم کی ہیں:

(۱) یا حق کی تعریف ہے حق کے لیے حق میں. یا حق کی تعریف ہے خلق کے لیے حق میں. یا حق کی تعریف ہے حق کے لیے خلق میں. یا حق کی تعریف ہے خلق کے لیے خلق میں اور یا حق کی تعریف ہے حق کے لیے ان سب میں.

(۲) اِن پانچ کے برخلاف دوسری پانچ تعریفیں اس طرح ہیں:

یا خلق کی تعریف ہے خلق کے لیے خلق میں. یا خلق کی تعریف ہے حق کے لیے خلق میں. یا خلق کی تعریف ہے خلق کے لیے حق میں. یا خلق کی تعریف حق کے لیے حق میں. اور یا خلق کی تعریف ہے حق کے لیے ان سب میں.

(۱)

۱- حق کی تعریف حق کے لیے حق میں کیا ہے؟

وہ ذات ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنی ذات کے لیے اپنی ذات میں دیکھتی تھی اور وہ اپنی ذات میں ایسا مشاہدہ کرتی تھی جو ذات پر زاید نہیں تھا.

بی بود شما یُحبُّھُم من گفتم — وین درِّ یُحِبّونِ شما من سُفتم

چون من دگری نبود کس بشنودی — من بودم و من شنیدم و من گفتم

ترجمہ شعر: تمہارے ہونے کے بغیر میں نے یُحبّہم (پیار کرتا ہے وہ اُن کو) کہا اور تمہارے اِس یُحبّون (پیار کرتے ہیں وہ) کے موتی کو میں نے پرویا. میری طرح کا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا، تو نے سُنا، وہ میں تھا، میں نے سُنا اور میں نے ہی کہا.

۲- حق کی تعریف خلق کے لیے حق میں کیا ہے؟

یہ ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تم تین قسمیں ہو جاؤ گے'' پہلے کی طرح.

علمی لطیفہ: جس وقت ہم اس طرح نہیں تھے، حق کی خواہش تھی کہ ہم اس طرح ہو جائیں. جب ہم اس طرح ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں.''

وغنّا لی من قلبی و غنیت کما غنّا — وکنّا حیث ما کانوا وکانوا حیث ما کنّا

ترجمہ شعر: میرے دل کی تمنا نے میرے لیے نغمہ الاپا اور میں نے بھی وہی نغمہ گایا جیسے اُس نے گایا تھا. اور ہم تھے جس طرح دوسرے لوگ تھے، اور دوسرے لوگ اس طرح تھے جیسے ہم تھے.

پس وہ حق تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے کہ اے خلق: آپ کا وجود ابتدائے زمانہ سے بھی پہلے میرے

علم میں تھا، جیسا کہ پہلے سوچ والی بات پر آخر میں عملدرآمد کی صورت ہوتی ہے.

۳- حق کی تعریف خلق کے لیے خلق میں کیا ہے؟

یہ ہے جو حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''اور ہم بہت نزدیک ہیں اس کی طرف تمہاری نسبت، لیکن تم نہیں دیکھتے ہو.'' پس حق تعالیٰ تعریف کرتا ہے اپنے آپ کی تجھ میں کہ تو خلق ہے.

من یك جانم که صد هزارست تنم   چه جان و چه تن که هر دو هم خویشتنم

خود را به تکلف دگری ساخته ام   تا خوش باشد آن دگری را که [منم]

اندر ره فقر اگر شوی لایق تو   معشوق تو و عشق تو و عاشق تو

ترجمہ شعر: میں ایک جان ہوں مگر میرے تن بدن لاکھوں ہیں، کیا جان اور کیا تن بدن کہ دونو مَیں خود ہی تو ہوں. میں نے اپنے آپ کو محض تکلّف میں دوسرا بنالیا تا کہ اُس دوسرے کے لیے بظاہر خوشی اور مسرّت کا باعث ہو جو درحقیقت مَیں ہی ہوں.

فقر کی راہ میں اگر تو اس بات کا اہل ہو جائے، تو معشوق بھی تُو، عشق بھی تُو اور عاشق بھی تُو ہی ہے.

۴- حق کی تعریف خلق کے لیے خلق میں کیا ہے؟

یہ ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، حق تعریف کرتا ہے کہ میں نے تمہاری ماں جو کہ خلق تھی، کے پیٹ میں تجھے خلق کے طور پر پیدا کیا.

حیوان ز نباتست و نبات از ارکان   ارکان اثر جنبش چرخ گردان

چرخ است به نفس قلیم و نفس به عقل   عقلست فروغ نور ذات یزدان

ترجمہ شعر: جاندار کی زندگی سبزے کی بدولت ہے اور سبزہ عناصر اربعہ کی وجہ سے، عناصر اور اجزائے ترکیبی کو آسمان کی حرکت کی علامت جان. آسمان ذات کی بابت قائم ہے اور ذات عقل سے، اور عقل خدا تعالیٰ کی ذات کے نور کے فروغ کی مظہر ہے.

۵- حق کی تعریف حق کے لیے ان سب کی جامعیت میں کیا ہے؟

وہ ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے: اور مشرق اور مغرب اللہ کے واسطے ہے، پس تم جدھر کو منہ کرو پس وہیں اللہ کا منہ ہے. زمین کے اوپر جو کچھ ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی والا اور انعام والا ہے.

هرجا که نگه کنم ترا می بینم　　سبحان الله مگر تویی دیدهٔ من

ترجمہ شعر: میں جہاں کہیں نگاہ کرتا ہوں تجھے ہی دیکھتا ہوں. اے اللہ پاک شاید تو ہی میری آنکھ ہے.

(۲)

لیکن اِن پانچ تعریفوں کے برعکس کہ جن کا ذکر ہوا، دوسری پانچ درج ذیل ہیں:

۶۔ خلق کی تعریف خلق کے لیے خلق میں کیا ہے؟

وہ ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں: میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ ہے

در دوزخم ار زلف تو در چنگ آید　　از حال بهشتیان مرا ننگ آید

ور بی تو به صحرای بهشتم خوانند　　صحرای بهشت [بر] دلم تنگ آید

ترجمہ شعر: دوزخ میں بھی اگر تیری زلف میرے ہاتھ آجائے تو مجھے اہل بہشت کے حال سے شرم آئے گی اور اگر تیرے بغیر مجھے بہشت کے صحرا میں بلائیں تو بہشت کا صحرا میرے دل پر تنگی کا باعث ہوگا.

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خلق ہیں، آپ ﷺ نے تعریف کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلق کے لیے تھے کہ وہ صحابہ میں سے تھے.

۷۔ خلق کی تعریف حق کے لیے خلق میں کیا ہے؟

جناب نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے.''

حضرت رسول اللہ ﷺ خلق ہیں، تعریف کرتے ہیں حق تبارک وتعالیٰ کی تجھ میں کہ تو خلق ہے چنانچہ فرمان ہے: ''میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے.''

ای جان جهان ترا بجان می طلبم　　پیوسته ترا گرد جهان می طلبم

تو در دل من نشسته و من شب و روز　　از نور جهانیان نشان می طلبم

ترجمہ شعر: اے جان جہاں (نبی اُمّی ﷺ) میں تجھے دل و جان سے چاہتا ہوں، ہمیشہ تجھے دنیا جہان کے ارد گرد تلاش کرتا ہوں. تو میرے دل میں بیٹھا ہے اور میں شب و روز دنیاوالوں کے نور سے تیرا نشان اور پتہ دریافت کرتا ہوں.

۸- خلق کی تعریف خلق کے لیے حق میں کیا ہے؟

اور یہ دو طرح سے ہے: قول سے یا فعل سے.

لیکن قول سے تو انبیاء کہتے ہیں کہ ''نہیں کوئی معبود میرے سو اپس عبادت کر میری.'' لیکن فعل کی صورت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کرتا ہے؟''

تو از عطار بشنو آنچه اصلست　　برون نی از تو و هم سایه تست

ترجمہ شعر: تو خواجہ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سن جو کچھ اصل ہے، کہ یہ چیز تجھ سے اور تیرے سایہ سے بھی باہر نہیں ہے.

اب یہ کہ پیغمبر مخلوق میں سے آئے، وہ ہماری تعریف کرتے ہیں کہ ہم جو حق تبارک وتعالیٰ ہے، کے فعل میں خلق ہیں.

۹- خلق کی تعریف حق کے لیے حق میں کیا ہے؟

یہ ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے'' موجود ازلی ابدی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو خلق ہیں، آپ ﷺ تعریف کرتے ہیں حق کی حق

ہیں، جیسا کہ میں نے کہا.

کہ خردم در خور اثبات تو نیست آسایش جان جز بمناجات تو نیست

من ذات ترا بواجبی کی دانم داننده ذات تو بجز ذات تو نیست

ترجمہ شعر: کہ میری عقل کی حقیقت تیرے اثبات کے لائق نہیں ہے اور جان کا آرام و آسائش تیری مناجات کے سوا نہیں ہے. میں تیری ذات کو واجبی طور پر کب جانتا ہوں، تیری ذات کا جاننے والا تیری ذات کے سوا کوئی نہیں ہے.

۱۰- خلق کی تعریف حق کے لیے اِن سب کی جامعیت میں کیا ہے؟

یہ ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''زمانے کو گالی نہ دو بیشک زمانہ تو اللہ ہے.'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو، اب کہیں گے کہ اللہ کا.''

ای عین بقا در چہ بقایی کہ نہ ای بر جای نہ کدام جایی کہ نہ ای

ای ذات تو از جا و جہت مستغنی آخر تو کجایی و کجایی کہ نہ ای

ترجمہ شعر: اے ہمیشہ کی بقا والے! وہ کونسی بقا ہے کہ جس میں تو نہیں سمایا ہے؟ بظاہر تو کسی جگہ نہیں ہے لیکن وہ کونسی جگہ ہے کہ جہاں تو نہیں ہے؟ اے کہ تیری ذات مکان اور طرف سے مستغنی اور لاپرواہ ہے، آخر تو کہاں ہے اور وہ کونسا مقام ہے کہ جہاں تو نہیں ہے

واللہ اعلم بالصواب.

☆☆☆

مکاتیب ومنشآت

فارسی متن

پنج مکتوب

①

[۴۵ پ] هذه رسالة کتبها سلطان المحققین فخر الدین عراقی قدس الله روحَهُ العزیز

چون آینهٔ جمال معشوق هر آینه می نماید پس جست و جوی عاشق بر چه می آید؟ بیت:

من این و آن ندانم، دانم که می برآید　　جانم زآرزویت ای آرزوی جانم

اشتیاق دل به مشاهدهٔ عزیز برادر اَعَزّ اَمجّد قاضی احمد، آرانِیَ اللهُ [۱] سریعاً جَمیلَ مُحَیّاهُ و مَتّعنی بلطیف منادِمّتِهِ وکریم لَقیاهُ،[۲] نه چند انست که در بیان گنجد، بنابر شهادت ضمیر این صاحب شهود در شرح اشواقی که لایمکن شرحها بکتب و رسول اطناب نمی رود.[۳] بیت:

جاوید شبی باید و خوش مهتابی　　تا با تو غم تو گویم از هر بابی

یا اَخی، طالَ العهدُ وامتدّت ایامُ الفِراق و جَلبَةَ الاشواق فهل من سبیل الی التلاق الی کم فرقةٍ والی کم اغتراب فما اشکو لغیر الله.[۴]

یُجَدّدُ لِی الحوادِث کُل یَومٍ　　رَحیلاً قسط لَم یَخطُر ببالی

وما هذا التَغَربُ باختیاری　　ولا قلبی عنِ الاوطانِ سالی[۵]

سالهاست که این مهجور برگ وصال می سازد و تقدیر آنرادر تأخیر می اندازد. واللهُ غالبُ علی امرِهِ.[۶] جزآن چاره نیست که: فاترك ما ارید

لما ترید.[۷] با این همه او میدگاه لا تَیاسوا مِن روحِ الله[۸] است. شعر:

عَسی و عَسی من بُعدِ طولِ التَّفَرُق   علی خیرِ ما نَرجُو مِنَ العیش نَلتَقی[۹]

هذا مضی،[۱۰] امّا حکایت حال:

این غریب چون از بغداد رخت بربست، بعد از شدّت بسیار، به خدمت عمّ بزرگوار [٤٦ ر] شَرف الدین عبدالسلام خصّه الله بالسلام،[۱۱] چون او را مشغول منصب و جاه و مستغرق درس و افادت یافت و در آن وقت دل این شکسته اندك مایه ذوق حریّت چشیده بود و لذت فراغت یافته، سر غوغا نداشت قرب بیست روز بیش آنجا مقام نکرد، قصد شام کرده باز از آنجا به جانب عراق آمد و علی هذا: بیت:

اندر خَم چوگان قضا گوی صفت   می خور دم زخم و سو به سو می گشتم

نه در دین قدمی راسخ، نه در دنیا قلمی ناسخ، نه علمی به عمل مقرون، نه عملی به اخلاص معجون، در غایت بی ذوقی و دشمن کامی در بیابان عجز و فرو ماندگی و نایافت یك دو سال متردد مانده بودم تا عنایت ازلی این افتاده را دست گرفت و این گم شده را به حضرت والی، شیخ رٰبانی بهاء الحق والدین ذکریا، قدس الله رُوحَه العزیز راه نمود. هفده سال در خدمت او ملازم بودم. شعر

وکان ما کان مـمّا لَستُ اذکره   فَظن خَیراً و تَسئل عَن الخبرِ[۱۲]

بعد از نقل او رضی الله عنه به نیّت دریافت خدمت پدر مرحوم رضی الله عنه [......] و از ترك و تجریدش خبر نداشت، بیت:

گرچه غمگین شدم زفوت پدر   شاد گشتم برادرم برجاست

حَمِدتُ الله اَلّذی حَرّرَكَ عن رِقّ الاسبابِ و خَیرَكَ من بین الاتراب و وفّقكَ لایثارِ الخمولِ ورَزَقكَ طَرحَ حَظّ القَبولِ واَرجُو مِنَ اللهِ الکریم اَنْ

یُقَوّیكَ عَلَی التّجریدِ مَعَهُ والتّفرید لهُ حتّی لا تشتَغِلَ بغیرِه ولاَ ترکنَ إلی سِواهُ.[١٣]

[٤٦ پ] غرض آنکه این درویش را حق تعالی به واسطهٔ التماس و استیناس فقرای بلاد روم در این دیار مقید گردانید. طالبان حق تعالی رغبت می نمایند و سر می تراشند و خرقه می پوشند و ذکر تلقین می یابند و خلوت اختیار می کنند. حالی مفارقت این جماعت متعذر می نماید تا خود چه پیش آید.

امید دارم که این اجتماع به جمعیت پیوندد و در این دیار طریقت شیوخ(٢) ممهّد شود و سنت سلف احیاء پذیرد. شعر:

و ها أنَا (٣) أرجو خُطوَةً لودعیَّةً تُجیبُ بَنا داعی العُلا و المکارمِ[١٤]

توقع از کرم آن کریم آ که بعد از استخارت قدم رنجه کند و این بلاد را به قدوم خود متبرك گرداند و این برادر را پیش از وفات دریابد. در خبر است که من زار اخاهُ المؤمن خاضَ فی ریاضِ الجَنَّةِ حتّیٰ یَرجع(٤).[١٥] تماشای چنین مرغزاری غنیمت شمرد و این غم زده را به وصال خود شاد گرداند. یا اخی اِصْحَب اَخاً یتوبُ عَنكَ اِذا اَذْنَبْتَ ویَعْتَذِرُ اِلَیْكَ اذا اَسَاتَ ویَحمِلُ عنكَ مئونة نَفسِكَ وَیکفیكَ مئونةَ نفسِهِ وهوَ اخوكَ[١٦] ابراهیمُ بن بزرجمهر بن عبدالغفار العراقی تعریفاً. پانزدهم صفر سنهَ إحدیٰ وسبعینَ وستمائه این تحیتَ در قلم آمد.(٥)

از شهر توقات(٦)

☆☆☆

۲

وایضاً من انشائه طاب ثراه

اشتیاق دل به منظر دلگشا و مخبر جان افزای برادر بزرگوار، یگانهٔ روزگار، منبع علم وجود، مجمع معرفت و شهود، باقی به بقای حقّ ابد، قاضی احمد، حَمَدہ اللہ بِحَمْدٍ یلتوی [۴۷ر] علی جمیع المحامد و جمعنی وایّاهُ فی اشرف المواطن والمشاهد،[۱۷] بیش از آن است که آن رابه قلم یا زبان شرح توان داد. وظیفهٔ وقت این است که:

شوقی الیك شدید لیس یَعْرفه الاّ الجوانِحُ والاحشاءُ والکبدُ[۱۸]

"عشقی نه به اندازهٔ مادر سر ماست" هرچند ملاقات روحانی منقطع نیست اما ظاهر طالب حظّ خوذ می طلبد. "اسود العین یشتهی ان یراکا"[۱۹] نهضت این مشتاق از هند با روم بر صحّت دعوی برهان واضح تواند بود و عجب تر آنکه از این جانب چندین کشش و کوشش و از آن طرف چندان اظهار بی ارادتی و فراغت. آری چه توان کرد؟ مصراع:

"زین سر همه عذر است، وزان سرهمه ناز" هر جزوی(۷) از اجزاء وجود (۸) این ضعیف زمزمهٔ درد انگیز عتاب آمیز می کند، بیت:

عیسی دم است یار دم از من دریغ داشت بیمار او شدم قدم از من دریغ داشت

من ز آب دیده ام (۹) بنوشتم هزار فصل او زآب دوده یك [۲۰] رقم از من دریغ داشت

با اینهمه بربوی تو سالی نه که عمری بر بستر تیمار تو بیمار توان بود

چند مکتوب در طلب آن مطلوب ارسال رفت و سعادت جواب نیز مساعدت ننمود. مستجلب[۲۱] این حرمان هم بی دولتی این محروم

تواند بود. مصراع: "این بی نمکی ز شور بختی من است".

آخر ای دوست! "اِن لم یکُنْ وَبِلَ فطل".(۱۰) [۲۲] مصراع: "گر عین نباشد به اثر خرسندم" هیهات کجا افتادم؟ نه نه

وإنْ اِکتفیٰ غَیری بطیفِ خَیالِهِ وانا الّذی لا اَکتفی بِوِصالِهِ [۲۳]

[۴۷ پ] از عین به اثر قناعت کردن کار خامان سوداپی عشق است. چون عشق به کمال برسد(۱۱) اجزا و قوا همگی(۱۲) عاشق فراگیرد: زبان حالش همه این بود.(۱۳) شعر:

ولو انّ روحی مازَجَتْ رَوْحَهُ لقُلْتُ اَذن منّی ایها المتباعد[۲۴]

وچون شرح عشق و عاشقی در نامه نمی گنجید در جزوی جمع کرده آمد (۱۴) پیش از آنکه به مطالعۀ صاحب کشفی پیوندد به خدمت فرستاد تا تذکره ای باشد اگر خللی یا زللی در نظر آید و آن را به هیچ وجه مصرفی نیابد تصحیح فرماید والاّ اینجا باز نماید شاید که اشکال از عدم اطلاع بر اصطلاح بود، "لانَّ الحقیقة کالکُرةِ" (۱۵) بر هر طرف که انگشت برآن نهی حاق[۲۵] وسط او باشد. استماع افتاد که آن عزیز، زاده الله تجریداً و تفریداً، در بیان کیفیّت سیر و سلوك تصنیفی غریب و تالیفی عجیب فرموده است، از راه کرم آن را و اعتقاد مولانا شرف الدین عبدالجبار(۱۶)، رحمة الله علیه، با خود همراه کند و بدین ماجرا خرده نگیرد، فانّ العشاق لایُوا خَذونَ قولاً وفعلاً.[۲۶] در مدارج سیر و معارج (۱۷) طیر مُجَلّی و مُصَلّی باد. والسلام علی من اتّبع الهدیٰ.(۱۸)

☆☆☆

۳

ایضاً من انشائہ رحمۃ اللہ علیه

اول که ز هر دو کون آثار نبود — بر لوح وجود نقش اغیار نبود

معشوقه و عشق و مابه هم می بودیم — در گوشهٔ خلوتی که دیّار نبود(۱۹)

ناگاه عشق بیقرار پرده از روی کار بگشود. آن جمع به تفرقه پیوست و آن خلوت به جلوت انجامید. لاجرم هر روز به منزلی [۴۸ر] و هر شب جایی می باید گذرانید و رنج فراق اهل منزلی می باید کشید. آری با این همه چه توان کرد؟ شعر:

موی کشان می کشدم سو به سوی
زانست که یك جای ندارم قرار

تنها نه منم که "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلاَّ هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا" (۲۰) مسکین محبّ را چه گناه است؟ شعر:

رای البرقَ شرقیّا فَحَنَّ الی شرق(۲۱)
ولو لاحَ غربیاً یَحُنّ (۲۲) الی غرِب[۲۷]

کس به اختیار از اوطان و دوستان و یاران دور نشود، خصوصاً از برادر اعزّ افضل کاشف دقایق، واصف حقایق، المتّصف بصفات الصّمد، والمتجلّی(۲۳) باخلاق الواحد الاحد، المعروف بالقاضی احمد، حَمِدهٔ الله(۲۴) بحَمْدٍ یلتوی علی جمیع المحامد ومَدَحَهُ بماً به نفع المدح من کلّ مادح و حامدٍ. هرچند که پرتو مهر آن آسمان معرفت در ساحت سینهٔ

جان تابان است که دیدهٔ دل بواسطه ای است که دائم در شهود جمال برادری جان می پرورد اما دیدهٔ ظاهر نیز نصیب خود می طلبد و اگر نه این طلب بودی نه معنی به حروف پیوستی و نه موصوف به صفت و نه روح را بدن در بایستی و نه سرّرا علن. فی الجمله تاهمگی ازهمگی محفوظ نگردد شفای علیل و ارواى غلیل[۲۸] حاصل نمی آید. چه می گویم بل که علّت تضاعف پذیرد. چه، اشتیاق عبارت از آن است، پس لا جرم: "غمگینم از آن که با تو در پوست نیم" وظیفهٔ وقت همه این است، بیت:

گر باز بیابم آن چنانت(۲۵) گیرم

کاندر رگ و مغز و استخوانت گیرم

[۴۸ پ] القصه، احادیث الاشواق اطول من زمان الفراق،[۲۹] درین چند سال که این احوال سی ساله بارها نوشت و استدعای حضور آن برادر کرد نه تشریف حضور یافت نه جواب مکتوب. آخر ای دوست "اِنْ لَمْ یکُنْ وَبل فَطَلَ" (۲۶) مصراع: "گر عین نباشد به اثر خرسندم" چه افتاد:

عَزَّ البیاضَ بِاَرضِکُم اَمْ قد(۲۷) بَخَلتُم بالمداد

اَمْ طال عهدُکُم بنا فنسیتُمْ حَقَّ الوَدادِ؟[۳۰]

موصّل این خدمت احوال این طرف به تفصیل عرض خواهد داشت. متقبّل شده است که اگر آن عزیز را عزم این طرف جزم شود خرج راه آنچه درباید استادگی نماید.[۳۱]

والخیر فیما اختاره الله وأُفَوِّضُ امری الی الله انّ الله بصیر بالعباد وهو یجمعُ بَیننا والیه المصیر.

☆☆☆

(۴)

ایضاً من انشائهٖ رحمة الله علیه

غریبی با دل حزین خود در شبی که پهنای آن سی واند سال تواند بود رازی می گفت، نیازی می نمود، شکایتی تقدیم می داشت که:

أَنَسِيْتَ يَا مسكينُ عَهْدَ الْمَرْبَعِ
وَسَلَوتَ عَن سُكَّانِ ذاتِ الارجع
لا، لاَمعاذ الله اَنْ تَنسى اللّوى
وعهودَه فَلَدَيْهِ كلُّ تَمَنَّعُ
العيشُ صافٍ و الاليفُ مؤالف
والماءُ جارٍ فيه من يستنقع[۳۲](۳۰)

از این نمط هرگونه سخی برمی گرفت با آنکه درنمی گرفت پیوسته در این گفت و گوی و جست و جوی می بود. ناگاه سحر گاهی نسیم ریاض انس آن دیار و زیدن گرفت شمّه ای از آن نفحات به مشام دل رسید حیران بماند که، بیت:

یا رب این(۳۱) بوی چنین خوش زگلستان آمد
یا ز باغ ارم و روضهٔ رضوان آمد(۳۲)

الی آخره.

[۴۹ ر] مشرّفهٔ مهر آمیز فرح انگیز که در تسوید آن ید بیضا نموده بود و در تحریر آن سحر حلال به کار برده رسید، به اعزاز و اکرام متلقی(۳۳) گشت و چون با چنان عذوبت و حلاوت معانی، چندان جزالت الفاظ و

لطافت خط مطالعه کردم گفتم: "اَقَرَّ اللهُ بِكَ العیونَ وحقّق فیك الظنون و نَظَمَكَ فی سلكِ اَهلِهِ ولا قَطَع عَنْكَ مادّةَ فَضلِهِ". [۳۳] وچون استماع افتاد که آن عزیز در علم فکر و نظر نظری می فرماید عجب داشتم که با کمال دیانت و وفور حصانت بروی چگونه پوشیده ماند که حاصل علوم فکری کسبی جزئی حاصلی نتیجه ندهد؟

غایت تحقیق آن نوع علوم بل که هر علم که بواسطۀ در است[۳٤] حاصل آید جز اثبات تعّینات نبود، باعین، لایعین کار ندارد. حدیث الهی است: (۳٤)لا تقولو العلمُ فی السماء مَنْ ینزلُ بِهِ ولا فی تخومِ الارضِ مَنْ یُصعَدَبِهِ ولا من وراءِ البحارِ مَنْ یَعْبُرُ وَیاتی (۳٥)به، العلم مجعولُ فی قلوبکم تادَبوا بین یدیَّ بآدابِ الروحانیین وتَخَلّقوا باخلاق الصدّیقین اظهرُ العلمَ فی قلوبِکم حتّی یُغَطّیکم و یُغمّرکُم.[۳٥] تادب به آداب روحانیان به کسب علوم اینجایی حاصل نیاید. حصول آن مشروط است به تفریغ دل.
ای عزیز! در تفریغ دل کوش نه در تحصیل علم، فإنَّ العلمَ یَغْمُرمنك ماطَلَبْتَ اَن تخلیه وتَفْرَغَهُ لاِطّلاع الحقّ علیه ولا تتعلّم لانكّ اذا عَلِمْتَ فُمتعلقُ عِلْمِكَ الحقُّ او غَیْرُهُ تعلّقُهُ بالحقّ محالَ وتعلّقُه بالغیرِ حجابُ فانْتَ بعید علی کلّ حالٍ فمالك والعلم.[۳٦] در تزکیۀ نفس و تخلیۀ دل سعی کن واتّقوالله (۳٦)ویعلمکم الله.[۳۷] به چنین علم آنجا (۳۷) راه بتوان یافت والاّ علم اینجابی آنجا پیدا نیابد. [٤۹ پ] از جنید، رحمة الله علیه، پرسیدند بعد از وفات او: "ما فَعَلَ اللهُ بِكَ" گفت: "طاحَتْ تلك الاشاراتُ وفُنِیَت تلك (۳۸)العباراتُ وما نَفَعنی الاّ رکیعاتُ کنتُ اَرْکَعُها قبلَ السَّحَر. (۳۹)[۳۸] جایی که حال چنان اشارات راثمره این بود حال دیگر علوم می بین، فَانْظُر ماذا تَریٰ.(٤٠)

ای دوست! "الحقُّ اَبلَجُ و دینُ اللهِ بین حفيّ ظاهر و باطن، عظیمُ الوِجدان کَثیرُ الفِقدانِ الاَّ لِمَنْ عَبَرَ البحار (٤١)ونعمةُ الله بمتابعة المصطفٰی صلوات الله علیه (٤٢) اتمّ نِعْمَةٍ وَاَسْنیٰ نورٍ ولا یطَّلِعُ علی الاسرارِ المصطفٰی(٤٣) الآمن ذاقَ مِنْ مشربِ مَتابَعتهِ.[٣٩] قُلْ اِنْ کُنْتم تُحبّونَ اللهَ فاتّبعونی.[٤٠] جعلنا اللهُ فی متابِعتهِ و افنانا فی مَحَبّتهِ وفیه، صلواتُ اللهِ وسلامُهُ عَلیه.[٤١] برین بی خردگی[٤٢] خرده نگیرد که محض شفقتم برین حامل. بوك نصحیت بی غرض مؤثر آید انشاء الله.

۵

هذه رسالة من انشائه الی القاضی بهاء الدین

هر شمال آمال که بوی وصال سوی مشتاقان آن جمال برد و هر صبای صفاکه از مهبّ وفا بر چمن اهل هوا گذرد بر جناب عالی و قدوهٔ اماجد الامم، حمید الشمایل والشیم، المستعد لقبول فیضان القدم، المؤید من الله به انوار تجلیّات القدسیه، الموفق منه باقتناء کمالات الانسیّه، صدر الافاضل المتاخرین، سیّد المتبخرین، بهاء الحقّ والدّین، شرف الاسلام والمسلمین، لا زالت نفسه الکاملة مستغرقةً فی بحار دقایق العلوم مستخرجةً منها دُرر رقایق (٤٤) المکشوف و المعلوم، وزان باد. [٥٠ ر] وقوافل عواطف الهی که حواصل فضایل نامتناهی اند وفد بارگاه جلال و متوجه حضرت فلك مثال آن جان جهان و جهان جان باد، عرضه داشته می آید که چون اطناب در شرح اشتیاق به نوعی از تکلّف و تعسّف، [٤٣] چنانکه بر رای منیر مخفی نماند مشوب است، لاجرم ازین معنی عنان قلم کشیده آمد و برین کلمه اختصار رفت، بیت:

تجاوَزَ حدّالوصفِ شوقی الیکم
فمضمونُ مکتوبی سلامٌ علیکم[٤٤]

چون شمّه ای از ذکر شمایل و نشر فضایل آن بزرگ از عاشقانی که در بحر عشقش چون این شکسته منغمس اند [٤٥] و از انوار فضلی چون حامل این مکتوب، اَسبَغَ اللهُ علیه نعمةَ الا سعادِ (٤٥) بالنّظرِ الی مُحَیّاهُ وسَعّر (٤٦) فی احشائه من الحبّ حمّاه، [٤٦] مقتبس افتدبه حکم آنکه

شعر:

یـا قـومِ اُذُنـی لبَـعْـضِ الـحّـيِ عـاشقةٌ

والاذُنُ تـعشقُ قبـلَ الـعيـن احيـانـا[٤٧]

مريد صادق بل كه محبّ عاشق گشت، شعر:

هـذا وقـد سَـمِـعَـتْ اُذنـاهُ عـن عَـرَضٍ

فـكيف لـو مُـلِـئـت عيناه بـالـنّظرِ[٤٨]

نـی، نـی کـجـا افتـادم! بــه نـظر صـائب و فـکر ثـاقب و خلوص طویّت(٤٧)[٤٩] و صفای رویّت معلوم تو ان کرد که جاذبۀ عشق ازلی است که سلسلۀ شوق می جنباند و محبّ مشتاق را بر سر آتش طلب می نشاند و اگر، نـه این طلب بودی نه معنی به حرف پیوستی و نه موصوف به صفت و نه روح را بدن دربایستی و نه سرّ را علن.

هـذا مـضـی، فـانَّ الاِعـرَاضَ عَنِ الاَعْـرَاضِ مِنَ امثـالِ [٥٠پ] هـذه الـکـلـماتِ اَلیَقُ بحالِ من انتظموا فی سلكِ الواحدةِ من اصحابِ الكمالاتِ و اربـابِ الحالات.[٥٠] بـر رای غیـب نـمـای جناب معظّم پوشیده نیست که طلب مواصلت و تأسیس قواعد الفت و محبّت با اهل فضل سنّتی معهود و مـألوف است سیّـمـا بـزرگـواری که حق تعالی او را به مزید اجتباء و اختیار مـخـصـوص گـردانیـده بـاشـد و بـر اهـل عـصـر خـود در انواع علوم و فضایل رجـحـان داده. بـنـا بـرایـن مـعنی، این مخلص خواهان فتح باب مواصلت گشت و چون الـتـقـاء مـن حیث الـصورة حالیا موقوف بود و تا این زمان از حـضرت عزّت مأمور بود(٤٨) بـه عـمارت مناهج مکاتبت و سلوك مدارج مـراسـلـت تـاگـره گشـای "مـا یفتح الله للنّاس من رحمةٍ" (٤٩) بـه اشارت "وَلَـقَـدْ اَرْسَـلْـنَـا رُسُلَنا بالبّيناتِ وَاَنزلنا مَعَهم الكتاب" (٥٠) عـقـدۀ فرقت به

انگشت قدرت بگشود و به بشارت تواصلوا بالمکتوب وتقاربوا الی حضرت المحبوب، اجازت مطلق فرمود این اُمنیت از مقام فکر به مقام فعل رسید واز چنان تقصیر به چنین تطویل انجامید. اما معذور فرماید، "فان العشاق لا یُواخذون قولا و فعلاً" (۵۱) و نخواست که از فواید اقلام مولوی(۵۲) که برالسنهٔ ادانی و اقاصی و ذوالاقدام (۵۳) والنواصی دایرست وامروز هر که هستند از نقلهٔ نوادر عرب و جملهٔ جواهر ادب از ثمار فضایل او مقتطف اند و از بحار فواضل او مغترف،[۵۱] محروم ماند، والآهر منادی شهود از راه فعل و وجود ندا می دهد که، بیت:

وعادِ دواعی القیلِ والقالِ وانج من
عوادی دعا وصدقها قصد سمعة
[۵۱ر] وما عنه لم تفصح فانّك اهلُهُ
وانت غریب عنه ان قلت فاصمت (۵٤)[۵۲]

ایزد عزّ شانه، یافت دولت مشاهدهٔ حیات بخش روح پرورش بر وجهی که شامل صلاح جانبین باشد کرامت کناد و جناب همایون و ذات میمون را(۵۵) که مقصد آمال افاضل و مطلع انوار فضایل است به کمالات لایزالی و کرامات ذوالجلالی محفوف و موصوف دار اد و دست تصرف زمان و عنان تقلّب حدثان از ساحت با راحتش مردود و مصروف، بحق محمد و آله.

وقد فرغ من تحریره العبد الضعیف النحیف الرّاجی الی رحمة ربه الغفور "علی بن محمد بن شرفشاه الدامغانی" فی الثانی والعشرین شهر ربیع الاخر سنة عشر و سبعمانه حامداً لربّه ومصلّیا علی نبیّه محمّد وآله و اصحابه اجمعین.

☆☆☆

زیرنویس ہا: از خانم دکتر نسرین محتشم......مصحح اوّلین پنج مکتوب

علامت حواشی [ ]

مکتوب (۱)

۱- قاضی احمد: چنانکه از این نامه و دو نامۂ دیگر برمی آید قاضی احمد برادر بزرگ فخر الدین عراقی رحمة الله علیه است که وی برای او احترامی خاص قایل است.

۲- ارنی......: خداوند بزودی چهرۂ زیبانیش را به من بنمایاند و مرا از همنشینی پر لطف و دیدار پر کرامت، او بر خوردار کند.

۳- لایمکن......: که شرح آن با نامه و فرستادہ امکان پذیر نیست.

٤- یا اخی طال......: ای برادر از آخرین دیدار زمان زیادی گذشت و ایام فراق و کشش دل طولانی شد. آیا راهی برای بهم رسیدن (ملاقات) هست؟ فراق تاکی و دوری تا چند؟ وجز خدا بر کسی شکوہ نمی برم.

۵- که هر روز حوادث را بر من نومی کند وکوچی که هرگز بر قلبم خطور نمی کرد و این دوری به اختیار من نیست و دل از وطن کندہ نمی شد.

٦- والله غالب علی امرہ: خداوند برکار خود مسلط است (قسمتی از آیه ۲۱ سورہ یوسف)

۷- فاترك......: بس ترك می کنم آنچه راکه می خواهم برای آنچه که تو اراده می کنی.

۸- لاتیأسوا......: از رحمت خدا مایوس نباشید (از آیه ۸۷ سورۂ یوسف).

۹- عسی و......: شاید و شاید بعد از جدایی طولانی به بهترین زندگانی که امید آن را داریم برسیم.

۱۰- هذا مضی......: این گذشت.

۱۱- خصّه الله......: خداوند او را به سلام خویش مخصوص دارد.

۱۲- وکان ما......: بود آنچه بود که آنرا ذکر نمی کنم، گمان نیکو ببر و از خبر مپرس، شعر

از ابن معتز است.

۱۳- حمدت الله......: شکر کردم خدا بی را که ترا از بندگی اسباب نجات داد و از میان همگنان ترا برگزید و ترا به برگزیدن گمنامی توفیق داد و صرف نظر کردن از بهرهٔ قبول مردم را روزی تو ساخت و از خداوند بزرگ امید دارم که ترا برتجرید با خویش و یگانه شدن با او توانا سازد تا به دیگری سرگرم نباشی و روی دل بر غیر او نداشته باشی.

۱٤- وها آنا......: واینک من امیدوار گامی زیرکانه هستم که با آن دعوت کننده به سوی بلندی و بزرگواری مرا پاسخ گوید.

۱۵- من زار......: هر که به دیدار بردار مؤمن خود برود تا هنگام باز گشت در باغهای بهشت درآمده است.

۱٦- یا اخی اصحب......: ای برادر همنشین برادری شو که وقتی تو گناه کنی او به جای تو توبه می کند و اگر بدی کردی از تو عذر می خواهد و بار تو را به دوش می کشد و بار خود را هم خود می کشدو او برادر تو......

مکتوب (۲)

۱۷- حمده الله......: سپاس خدا بر او، سپاسی که تمام محامد رادر بر گیرد. ومن او را در بهترین وطنها و دیدار گاهها به یکدیگر برساند.

۱۸- شوقی...... شوق من به تو شدید است و شدّت این شوق راجز اندرون من نمی شناسد.

۱۹- اسود العین...... سیاهی چشم خواهان دیدار تست.

۲۰- آب دوده: مرکّب.

۲۱- مستجلب: کشندهٔ چیزی (اسم فاعل از استجلاب).

۲۲- ان لم یکن...... اگر باران شدید نیست پس نم نم بارانی باشد.

۲۳- وان اکتفی...... اگر دیگری جز من با خیال او بسنده می کند من آنچنانم که به وصال او هم اکتفانمی کنم، اگر در مصراع دوم "الا" حذف شده باشد یعنی در اصل

"الاّ بوصاله" بوده باشد در این صورت معنی مصراع دوّم این است: "من آنچنانم که جز به وصال او اکتفا نمی کنم" و این وجه بهتر به نظر می رسد.

۲۴- ولو انّ...... اگر روحم با روحش در آمیخته شد، گفتم ای دور به من نزدیك شو.

۲۵- حاقّ: وسط چیزی، حقیقت امر و مغز آن (اسم فاعل از حقّ).

۲۶- فانّ العشاق: عاشقان از نظر گفتار و کردار مؤاخذه نمی شوند.

مکتوب (۳)

۲۷- رأی البرق...... برق را از جانب شرق دید و بدان جانب نالید و اگر برق از غرب لایح می گشت به سوی غرب می نالید.

۲۸- شفای علیل...... درمان درد مند و سیراب کردن جگر تشنه.

۲۹- احادیث...... باری داستان اشتیاقها طولانی تر از زمان فراق است.

۳۰- عزّ البیاض...... کاغذ در شهر شما پیدا نمی شود یا بر مَرکّب بخل می ورزید یا فاصلۀ دیدار طولانی شد و شما حق دوستی را فراموش کردید؟

۳۱- استادگی نمودن: متقبّل شدن، به عهده گرفتن.

مکتوب (۴)

۳۲- انسیت یا مسکین...... ای بینوا: آیا پیمانی را که در آن مسکن مألوف با یکدگر بستیم فراموش کردی و دل از ساکنان ذات الا رجع برداشتی؟ نه، نه، دور باد و پناه بر خدا که تولوی و روز گاران لوی را فرموش کنی، چراکه هر آنچه کام جویی بود در نزد لوی بود. زندگی باصفا و پاك و روشن بود و یار یکدل بود و آب از چشمه ای جوشان روان بود.

۳۳- خداوند به وسیلۀ تو چشهارا (خنك) روشن گرداند و گمانهای نیك را دربارۀ تو محقق گرداند و تورا در رشته اهل نیکی کشد و مادّه فضل خود را از تو نبرد.

۳۴- دراست: درس دادن.

۳۵- لاتقولوا...... نگویید که علم در آسمان است، چه کسی آن را فرود می آورد و یادر

نهاد زمین است چه کسی آن را فراز می آورد و یادر آن سوی دریاهاست کیست که از دریاها بگذرد. علم در دلهای شما نهاده شده است. در پیشگاه من به آداب روحانیان متأدب گردید و به اخلاق صدّیقان خوگر شوید تا علم را در دلهای شما ظاهر گردانم تا به آنجا که شما را بپوشاند. و در خود فرو گیرد.

٣٦- فانّ العلم...... چون علم هر جای دلت را که بخواهی برای سر بر زدن حق خالی کنی فرا می گیرد. پس علم نیاموز زیراکه توهرگاه چیزی دانستی معلوم تو و متعلق دانش تو باخداست یا جز خدا، اینکه متعلق علم و معلوم تو خدا باشد محال است و اگر معلوم و متعلق علم تو غیر خدا باشد آن علم پرده و حجاب بین تو وخدا خواهد شد. پس ترا با علم چه کار؟

٣٧- اتّقو الله......: از خدا بپرهیزید و خداوند شمارا می آموزد (سورهٔ بقره، آیة ٢٨٢)

٣٨- طاحت......: آن اشارات به باد رفت و آن عبارات نابود شد و بهره نداد مرا مگر یکی دو رکعتی که قبل از سحر به جای می آوردم.

٣٩- الحق......: حق روشن است و دین خداوند، آشکار نهان، پیدای نهفته، بسیار یافت شونده و بسیار گم گردنده است. مگر برای کسی که از دریاها گذشته باشد. همانا نعمت خدا که متابعت مصطفٰی علیه السلام است کاملترین نعمتها و در خشنده ترین نورهاست و اگاه نمی شود بر راز های حضرت مصطفٰی صلی الله علیه وسلم مگر آن کسی که از آبشخور متابعت او چشیده باشد.

٤٠- قُلْ......: بگو ای پیغمبر اگر خدا را دوست می دارید مرا پیروی کنید (قسمتی از آیه ٣١ سورهٔ آل عمران)

٤١- جعلنا الله......: خدا مارا در پیروی او قرار دهد و مارا در دوستی و راه او فانی گرداند و سلام و درود خدا بر او باد.

٤٢- بی خردگی: گستاخی، فضولی.

مکتوب (٥)

٤٣- تعسّف: بیراهه رفتن و منحرف شدن از راه.

٤٤- تجاوز......: اشتیاق من به شما از حدّ وصف در گذشت مضمون نامه ام: "سلام بر شماست".

٤٥- منغمس: غریق، به آب فرو رونده.

٤٦- اسبّغ......: خداوند نعمت نگاه به صورت او را ارزانی دارد و تب عشق او را پیوسته در درونش قرار دهد.

٤٧- ای قوم اگوش من شیفتهٔ یکی از زیبا رویان قبیله است و گاه اتفاق می افتد که گوش قبل از چشم عاشق می شود. (شعر از بشار برد است).

٤٨- هذا وقد......: این در حالی است که گوشهای او چیز هایی شنیده است، حال چگونه خواهد بود اگر چشمان به دیدار پُر شود.

٤٩- طویّت: اندیشه، نیت.

٥٠- فَانّ الاعراض: روی گرداندن از چنین عرضهایی در امثال چنین کلماتی به حال کسانی که در رشتهٔ وحدت در میان ارباب کمال منتظم شده اند سزا وارتر است.

٥١- مغترف: آب به مشت برگیرنده، آنکه به مشت آب گیرد برای خوردن.

٥٢- وعاد دواعی......: وبا آنچه ترا به قیل و قال می کشاند بستیز، و از ادعاهایی که همواره بر سرت باز می گردد و گیرم که راست هم باشد فقط به قصد خودنمایی است بپرهیز و خود را از آن برهان، تو سزاوار و در خور آنچه به زبان نمی آوری هستی و اگر آن را بگویی و بر زبان بیاوری تو از آن بیگانه ای. پس همواره خاموش باش. (این شعر از تائیه ابن فارض است) و یاد آور این شعر سعدی است:

ای مرغ سحر عشق ز پروانه بیاموز
کان سوخته را جان شد و آواز نیامد

این مدعیان در طلبش بی خبرانند
کانرا که خبر شد خبری باز نیامد

(دکتر نسرین محتشم، مجموعه آثار فخر الدین عراقی، ص ٥٤٩)

☆☆☆

مآخذ و حواشی از دکتر محمد اختر چیمہ...... مصحح دوّمین و مترجم پنج مکتوب

علامت حواشی ( )

مکتوب(۱)

(۱)- ب: ارِنی الله (رشد ادب، ص۱۳ / ۳)

(۲)- ب: منسوخ (رشد ادب، ص۱٤ / ۲)

(۳)- الف: وَآنا متن مطابق "ب" است

(٤)- *المعجم الکبیر*، حافظ طبرانی، ۸ / ۸۰، و مقایسه شودبا: *الترغیب والترهیب* ، ۳٦۵/۳

(۵)- ب: در قلم درآمد (رشد ادب، ص۱٤ / ۳)

(٦)- ب: فقط "شهر توقات" طبع شده است۔

مکتوب(۲)

(۷)- ب: جزئی (رشد ادب، ص ۲۸ / ۱)

(۸)- ب: کلمه "وجود" حذف شده

(۹)- الف: "دیده ای" دارد، متن مطابق "ب" است

(۱۰)- قرآن کریم: ان لم یکن، النسا ٤ / ۱۱، ۱۲، ۱۷٦- انعام ٦ / ۱۳۱؛ وابلٌ فطلٌ، البقره ۲ / ۲٦۵

(۱۱)- ب: عشق جمال (رشد ادب، ص ۲۸ / ۲)

(۱۲)- ب: وهمگی (رشد ادب، ص ۲۸ / ۲)

(۱۳)- ب: زبان حال این بود (رشد ادب، ص ۲۸ / ۲)

(۱٤)- ظاهراً این اشاره به تألیف *رساله لمعات* (خود شیخ عراقی رحمة الله علیه) است۔

(۱۵)- مقالیسه شود با: *رساله لمعات* چاپ در کلیات عراقی رحمة الله علیه باهتمام

سعید نفیسی، ص ۳۹۳؛ *رساله لمعات و رساله اصطلاحات عراقی*، به سعی دکتر جواد نور بخش، ص ۲۹؛ *اشعة اللمعات جامی*، ص ۱۰۳

(۱۶)- ب: فقط "مولانا عبدالجبار" دارد (*رشد ادب*، ص ۱/۲۹)

(۱۷)- ب: مدارج (*رشد ادب*، ص ۱/۲۹)

(۱۸)- حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم: *مسند الامام احمد بن حنبل*، ۱/۲۶۳، ۵۸/۶

مکتوب (۳)

(۱۹)- ب: مصراع دو و چهار را بهم دیگر تغییر داده است (*رشد ادب*، ص ۱/۲۹)

(۲۰)- قرآن حکیم، سوره هود ۵۶/۱۱

(۲۱)- ب: الی الشرق (*رشد ادب*، ص ۱/۲۹)

(۲۲)- الف: مَحَنٌ: متن مطابق "ب" است.

(۲۳)- الف: الصَّمَدا لمُتَحَلِّی: متن مطابق "ب" است

(۲۴)- الف: حَمَد اللّٰه، متن مطابق "ب" است

(۲۵)- ب: چنانست (*رشد ادب*، ص ۲/۲۹)

(۲۶)- رجوع شود به: حاشیه ۱۰ (مکتوب ۲)

(۲۷)- الف: لفظ "قد" را ندارد، و متن مطابق "ب" است

(۲۸)- *قرآن حکیم*، المومن ۴۴/۴۰

(۲۹)- *قرآن حکیم*، الشوریٰ ۱۵/۴۲

مکتوب (۴)

(۳۰)- ب: من مستنقع

(۳۱)- ب: یا ربّا (*رشد ادب*، ص ۲/۲۹)

(۳۲)- رجوع شود به: *کلیات عراقی*، لاهور ص ۲۳، *کلیات عراقی*، نفیسی، ص ۷۸ که

این بیت مطلع قصیده ایست که در هر دو کتاب با ردیف "آید" طبع گردیده است و شیخ عراقی رحمة الله علیه این را برای برادر کوچك خویش شمس الدین سروده و همراه نامه ای که در پا سخ نامۀ برادر عزیز نگاشته، به وی ارسال کرده و در بیتی اسمش را چنین گنجا نیده است:

شمس دین آنکه به دو دیدۀ من روشن شد
نور او در همه آفاق درخشان آید

(۳۳)- ب: ملتقی (رشد/ادب، ص ۲۹/۲)

(۳٤)- مراد از حدیثِ الهی، حدیثِ قدسی میباشد.

(۳۵)- الف: "وَیأتی" را ندارد، متن مطابق "ب" است

(۳٦)- الف: فَاتَّقواالله، متن مطابق "ب" است

(۳۷)- ب: "آنجا" را محذوف ساخته (رشد/ادب، ص ۳۰/۱)

(۳۸)- الف: وَفِینَت: متن مطابق "ب" است

(۳۹)- شیخ عطار رحمة الله علیه در *تذکرة الاولیا*، ص ٤۵۱ این قولِ جنید رحمة الله علیه را چنین نقل نموده است:

" جُرَیری رحمة الله علیه گفت: جنید رحمة الله علیه را بخواب دیدم، گفتم: "خدای عزّوجلّ با توچه کرد؟" گفت: "رحمت کرد، وآن همه اشارات و عبارات باد بود، مگر آن دو سه رکعت نماز که در نیم شبان می کردم."

(٤۰)- *قرآن حکیم*، الصافات، ۳۷/۱۰۲

(٤۱)- الف: بجای "و" - "لا" دارد، متن مطابق "ب" است

(٤۲)- ب: بمتابعة النبی صلی الله علیه وسلم

(٤۳)- ب: المصطفی

مکتوب(۵)

(٤٤)- ب: دقایق (رشد/ادب، ص ۳۰/۱)

(٤٥)- الف: نعمة الاستسعاد، متن مطابق "ب" است

(٤٦)- ب: وسنهر (رشد/ادب، ص ٢/٣٠)

(٤٧)- الف: صَوبّت، متن مطابق "ب" است

(٤٨)- ب: بود (رشد/ادب، ص ٢/٣٠)

(٤٩)- *قرآن حکیم*، فاطر ٢/٣٥

(٥٠)- *قرآن حکیم*، الحدید ٢٥/٥٧

(٥١)- این قول عیناً در اختتام مکتوب دوم نیز مذکور افتاده است

(٥٢)- به ظن غالب "مولوی" عبارت از مولانا جلال الدین مولوی رومی رحمة الله علیه (٦٠٤-٦٧٢ه،ق) صاحب *مثنوی معنوی* است که شیخ عراقی رحمة الله علیه قطع نظر از اشتراك طریقه و ذدق شاعری با وی روابط دوستانه ای داشته و در مجالس سماع وی شرکت جُسته است، در *مناقب العارفین* افلاکی سه حکایت در این مورد نقل گردیده است

رك: *مناقب العارفین*، ١/٣٦٠، ١/٣٩٩-٤٠٠، ٢/٥٩٤-٥٩٦، *رساله زندگانی مولانا*، فروز النفر، ص ١٢٣-١٢٥، *مقام شیخ فخر الدین عراقی*، ٢٥١-258 بروایت افلاکی، ١/٤٠٠ "...... باجازت آنحضرت (مولانا جلال الدین مولوی) معین الدین پروانه، شیخ فخر الدین عراقی رحمة الله علیه را بجانب توقات روانه کرده خانقاهی عالی، جهت او عمارت فرمود و شیخ خانقاه شد و پیوسته شیخ فخر الدین در سماع مدرسه حاضر شدی و دائماً از عظمت مولانا باز گفتی......"

(٥٣)- الف: ذوی الاقلام، متن مطابق "ب" است

(٥٤)- رك: دیوان ابن الفارض، ص ٦٤-٦٥

(٥٥)- ب: میمون

☆☆☆

اردو ترجمہ

①

[۴۵پ] بنام قاضی احمد...... برادرِ بزرگوار

یہ وہ خط ہے جو سلطان المحققین حضرت فخر الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا
اللہ تعالیٰ اُن کی روحِ عزیز کو پاک کرے

جب جمال معشوق کا آئینہ ظاہر و باطن دکھا دیتا ہے، تو پھر عاشق کی جستجو کس مقصد کے لیے ہوتی ہے؟

من این و آن ندانم، دانم که می برآید
جانم ز آرزویت ای آرزوی جانم

ترجمہ بیت: ''اے میری جان کی آرزو! میں یہ اور وہ نہیں جانتا، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تیری آرزو کی وجہ سے میری جان نکلی جارہی ہے۔''

عزیز برادر قاضی احمد...... اس کی عزت اور بزرگی میں اضافہ ہو اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مجھے اس کا خوبصورت چہرہ دکھائے اور اس کی پُر لطف ہمنشینی اور پُر کرامت دیدار سے سرفراز فرمائے...... کے مشاہدہ کے لیے دلی اشتیاق اس قدر نہیں ہے جو بیان میں سما سکے۔ اس صاحب شہود کے ضمیر کی شہادت کی بنا پر اس کے شوق کی تشریح میں کہ جس کی شرح مکتوب اور پیغام کی بدولت ممکن نہیں ہے، طول دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

جاوید شبی باید و خوش مهتابی
تا با تو غم تو گویم از هر بابی

ترجمہ بیت: ''ہمیشہ رہنے والی اور خوشگوار چاندنی والی رات چاہیے، تا کہ تیرے ساتھ تیرے غم

کے ہر عنوان سے بات کرسکوں۔"

اے برادر! آخری دیدار کو بہت زمانہ گزر گیا۔اب فراق کے ایام اور شوق کی کشش طولانی ہوگئی۔ کیا آپ سے ملاقات کی کوئی سبیل ہوسکتی ہے؟ یہ فراق اور دوری کب تک رہے گی؟ میں اللہ کے سوا کسی سے شکوہ نہیں کرتا۔

یُجَدِّدُ لِی الحوادِث کُل یَومٍ
رَحیلاً قسط لَم یَخطُر ببالی
وما ھذا التَغربُ باختیاری
ولا قلبی عنِ الاوطانِ سالی

ترجمہ بیت: "جو ہر روز حوادث کو مجھ پر تازہ وارد کرتا ہے اور ہجرت جو ہرگز میرے قلب پر خطرہ کا موجب نہیں بنتی اور یہ دوری میرے اختیار میں نہیں ہے اور میرا دل اپنے وطنوں سے ایک سال کے لیے بھی کٹنے والا نہیں ہے۔

لیکن اب کئی سال ہوگئے ہیں کہ یہ مہجور وصال کا سامان کرتا ہے اور تقدیر اس کو تاخیر میں ڈال دیتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ: پس میں ترک کرتا ہوں جس کو میں چاہتا ہوں اس لیے کہ تو ارادہ کرتا ہے۔ان سب امیدوں کے باوجود اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

عَسی وعَسی من بُعدِ طولِ التَّفَرُقِ
علی خیرِ ما نَرجُو مِنَ العیش نَلتَقی

ترجمہ شعر: "شاید کہ لمبی جدائی کے بعد بہترین زندگانی تک پہنچ جائیں کہ جس کی ہم امید رکھتے ہیں۔"

اس طرح وقت گزر گیا، لیکن حکایت حال یوں ہے کہ:

اس مسافر نے جب بغداد سے سامانِ سفر باندھا، بہت دشواری کے بعد عمِ بزرگوار [۴۶ر] شیخ شرف الدین عبدالسلام...... اللہ تعالیٰ اُن کو سلامتی کے ساتھ مخصوص رکھے...... کی خدمت میں [پہنچا]، تو

اُن کو منصب و مرتبہ میں مشغول اور درس و افادہ میں مستغرق پایا. اور اس وقت اس شکستہ دل اور رنجیدہ خاطر نے قدرے آزادی کا مزہ چکھ لیا اور فراغت کی لذّت پالی تھی، دماغ میں شور و غل نہیں رہا تھا، تقریباً بیس روز سے زیادہ وہاں قیام نہ کیا اور شام کا قصد کر لیا. پھر وہاں سے عراق کی جانب آ گیا اور اس پر:

اندر خم چوگان قضا گوی صفت

می خور دم زخم و سو بہ سو می گشتم

ترجمہ بیت: ''چنانچہ چوگان کے خم میں تقدیر کی گیند کی طرح میں بار بار زخم کھاتا تھا اور اِدھر اُدھر گھومتا رہتا تھا.''

دراصل نہ دین میں قدم پائدار ہیں، نہ دنیا میں لکھنے والا قلم میسّر ہے، نہ ایسا علم پاس ہے جو عمل کے ساتھ ہم آہنگ ہو، نہ ایسا عمل پلّے ہے جس میں اخلاص شامل ہو، انتہائی بے ذوقی اور سیاہ بختی کے عالم میں عاجزی، بیچارگی اور نایابی کے بیابان میں ایک دو سال تک تردّد کی حالت میں تھا کہ عنایت ازلی نے اس عاجز کا ہاتھ پکڑا اور اس گمراہ کو حضرت والی شیخ ربانی حضرت بہاء الحق والدین ذکریا...... اللہ تعالیٰ اُن کی روح عزیز کو پاک کرے...... [کی درگاہ] کا راستہ دکھایا. پھر سترہ سال اُن کی خدمت میں ملازم رہا.

وکان ما کان ممّا لستُ اذکرہ

فَظن خیراً و تَسئل عَن الخبر

ترجمہ شعر عربی: ''اور تھا جو کچھ تھا کہ میں اس کا ذکر نہیں کرتا. تو نیک گمان رکھ اور خبر کے بارے میں مت پوچھ.''

حضرت مرشد رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد والد مرحوم رضی اللہ عنہ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کی نیت سے [روانہ ہوا] اور بندہ اُن کے ترکِ دنیا اور تجرّد پسندی سے بے خبر تھا.

گرچہ غمگین شدم ز فوت پدر

شاد گشتم برادرم برجاست

ترجمہ بیت: ''اگرچہ میں والد بزرگوار کی وفات سے غمگین ہوا مگر اس بات سے خوش تھا کہ میرا بھائی اُن کا جانشین ہے۔''

میں نے اللہ کریم کا شکر ادا کیا کہ اُس نے تجھے اسباب کی بندش سے نجات دلائی اور سب میں سے تجھے منتخب کیا اور تجھے گمنامی اختیار کرنے کی توفیق دی اور لوگوں کی قبولیت کے لطف سے صرف نظر کرنے کو تیری روزی بنایا. میں اللہ کریم سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ تجھے اپنے ساتھ تجرد پسندی پر اور اس کے ساتھ انفرادیت رکھنے پر قوت بخشے گا تا کہ تو کسی غیر کے ساتھ اشغال نہ رکھے اور اس کے سوا کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو۔

[۴۶پ] غرض یہ کہ اس درویش کو حق تعالیٰ نے بلا د روم کے فقرا کی خواہش اور انس کی بدولت اس شہر میں مقید کر دیا. سالکان طریقت اور طالبانِ حقیقت رغبت کا اظہار کرتے ہیں، سر منڈاتے ہیں، خرقہ پہن لیتے ہیں، ذکر تلقین حاصل کرتے ہیں اور خلوت اختیار کر لیتے ہیں. ابھی اس جماعت کی جدائی محال معلوم ہوتی ہے، دیکھیں آگے کیا پیش آتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ اجتماع انشاءاللہ بہت بڑے ہجوم کی شکل اختیار کرے گا اور اس شہر میں مشائخ کی طریقت وسعت پذیر ہوگی اور اسلاف کی سنت کا احیا ہوگا.

وَ ھا أنَا أرجو خُطوَةً لودعيّةً
تُجیب بنا داعی العُلا والمکارمِ

ترجمہ شعر عربی: ''اور یہ کہ میں آپ سے دانشمندانہ اقدام کی توقع کرتا ہوں کہ آپ اس دعوت پر داعی کو سر بلندی اور بزرگواری کی طرف بڑھنے کا مشورہ اور جواب دیں گے.''

اُس صاحب کرم کے کرم سے یہ توقع ہے کہ وہ استخارہ کے بعد قدم رنجہ فرمائے اور اس شہر کو اپنے مبارک قدموں سے نوازے اور اس بھائی کو وفات سے پہلے ضرور مل لے. حدیث شریف میں منقول ہے کہ جو کوئی اپنے مومن بھائی کے دیدار کے لیے جائے وہ گویا تا واپسی جنت کے باغوں میں داخل ہے. اس صورت میں وہ اس طرح کے سبزہ زار کے نظارے کو غنیمت شمار کرے اور اس غمزدہ کو اپنے وصال اور دیدار سے خوش کر دے۔

اے بھائی! تو اپنے بھائی کا مصاحب اور ہمنشین بن کہ جب تو گناہ کرتا ہے وہ تیری جگہ توبہ کرتا ہے، اور جب تو بدی کرتا ہے وہ تیری خاطر معافی مانگتا ہے اور تیرا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے اور اپنا بوجھ بھی خود برداشت کرتا ہے اور وہ تیرا بھائی تعارفاً ابراہیم بن بزرجمہر بن عبدالغفار عراقی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

۱۵ ر ماہ صفر ۶۷۱ کو یہ سلام تحریر کیا گیا۔

از شہر توقات

(۲)

بنام قاضی احمد...... برادرِ بزرگوار

اور اُن کے خط سے بھی اُن کی قبر پاکیزہ رہے۔

برادرِ بزرگوار، یگانۂ روزگار، علم وحدت وجود کے منبع، معرفت وشہود کے مجمع، حیی ابد کی بقا سے باقی قاضی احمد...... اُس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہو، ایسا احسان [۴۷ر] جو تمام محامد پر مشتمل ہو اور وہ مجھے اور اُسے بہترین وطنوں اور مشاہدوں میں ایک دوسرے سے ملا دے...... کے دل کو لبھانے والے منظر اور جان کو فرحت بخشنے والے نظارے کے لیے، دل میں اشتیاق اس سے زیادہ ہے کہ اُس کو قلم یا زبان سے بیان کیا جا سکے۔ وقت کا فریضہ (تقاضا) یہ ہے کہ:

شوقی الیك شدید لیس یَعْرِفُهُ
الاّ الجوانِحُ و الاحشاءُ و الکبدُ

ترجمہ شعر عربی: ''میرا شوق تیرے لیے اس قدر شدید ہے کہ اس شدّت کو میرے اندر کے سوا اور کوئی نہیں پہچان سکتا۔''

حتّٰی کہ ''ہمارے سر میں سمایا ہوا عشق ہمارے اندازے کے مطابق نہیں ہے۔'' اگرچہ روحانی ملاقات منقطع نہیں ہے لیکن طالب اپنے ظاہری لطف کا بھی طلبگار ہے، کیونکہ ''آنکھ کی سیاہی بھی

تیرے دیدار کی آرزومند ہے۔" اس مشتاق کی ہند سے روم کے لیے حرکت اور روانگی دعویٰ کی صحت و صداقت پر واضح دلیل ہو سکتی تھی مگر عجیب یہ ہے کہ اس جانب سے اتنی کشش و کوشش کا اظہار ہے اور اُس طرف سے اس قدر بے ارادتی اور آسودگی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، ہاں کیا کیا جا سکتا ہے؟

"زین سر همه عذر است، وزان سر همه ناز"

"اِدھر سے سب عذر ہے اور اُدھر سے سب ناز نخرہ۔"

اس ضعیف کے اجزاء و اعضائے جسمانی میں سے ہر ایک نہایت دردانگیز اور عتاب آمیز لہجے میں آہستہ سے دعا کرتا ہے۔

عیسی دم است یار دم از من دریغ داشت
بیمار او شدم قدم از من دریغ داشت
من ز آب دیده ام بنوشتم هزار فصل
او ز بدوده یک رقم از من دریغ داشت

☆

با اینهمه بربوی توسالی نه که عمری
بر بستر تیمار تو بیمار توان بود

☆ "میرا دوست عیسیٰ نفس ہے مگر مجھے نوازنے سے اُس نے دریغ کیا۔ میں اس کی خاطر بیمار ہوا لیکن اُس نے میری طرف قدم اٹھانے سے اجتناب کیا۔

☆ میں نے اپنے آنسوؤں سے ہزار فصلیں لکھیں مگر اُس نے سیاہی کے ساتھ لکھ کر ایک خط بھی میری طرف ارسال کرنے میں تامل سے کام کیا۔"

☆ اس سب کچھ کے باوجود تیری خوشبو پر ایک سال کے لیے نہ کہ عمر بھر کے لیے تیری تیمارداری کے بستر پر بیمار ہوا جا سکتا تھا۔

اُس مطلوب کی طلب میں کئی مکتوب ارسال کئے گئے مگر جواب کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔ اس بد نصیبی کو مارنے والی چیز بھی اس محروم کی بے اقبالی ہو سکتی تھی۔

"این بی نمکی ز شور بختی من است"

"یہ بے نمکی میری سیاہ بختی کی وجہ سے ہے۔"

آخر اے دوست! "اِن لم یکُنْ وبِلَ فطل" اگر شدید بارش ممکن نہ ہو تو پس شبنم ہی کافی ہے۔

"گر عین نباشد به اثر خرسندم"

"اگر ہو بہو (دیدار) نہیں ہو گا تو نشانی سے ہی خوش ہو جاؤں گا۔"

ہائے افسوس، میں کہاں گرا؟ نہیں نہیں۔

وانْ اِکتفٰی غیری بطیفِ خیالِہٖ
وانا الّذی لا اکتفی بِوِصالِہٖ

ترجمہ "میرے سوا اگر کوئی دوسرا اس کے خیال کے ساتھ کفایت کرتا ہے، تو میں ایسا ہوں جو اُس کے وصال پر بھی اکتفا نہیں کر سکتا۔"

[۴۷پ] ہو بہو دیدار کی نسبت نشانی پر قناعت کرنا عشق میں خام سودائیوں کا کام ہے۔ جب عشق درجہ کمال تک پہنچ جائے تو وہ عاشق کے سارے اجزا اور قوا پر گرفت حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی زبان حال اس طرح اظہار کرے گی۔

ولو انّ روحی ما زجَتْ رَوْحَہُ لقُلْتُ
اُدْنُ منّی اَیہا المُتَبَاعِد

☆ "اگر میری روح اُس کی روح کے ساتھ مل جائے تو میں کہوں گا، اے دُور رہنے والے میرے قریب آ جا۔"

چونکہ عشق و عاشقی کی شرح مکتوب میں نہیں سماتی تھی، ایک رسالے کی صورت میں جمع کر دی گئی۔ پیشتر اس کے کہ کسی صاحب کشف کے مطالعہ میں آئے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ کچھ تذکرہ ہو جائے۔ اگر آپ کو اس میں کوئی خرابی یا لغزش نظر آئے اور اس کا آپ کسی طرح کوئی مصرف نہ پائیں تو تصحیح فرما دیں ورنہ یہاں نشاندہی کر دیں شاید کہ اصطلاح سے عدم اطلاع کی بنا پر آپ کے لیے مشکل پیدا ہو رہی ہو۔ "کیونکہ حقیقت گیند کی مانند ہے" کہ اس کے جس طرف بھی انگلی رکھی جائے، وہی

جگہ اس کا وسط ہوگی.

سنا ہے کہ عزیز نے...... اللہ تعالیٰ آپ کے تجرید و تفرید میں اضافہ کرے...... سیر و سلوک کی کیفیت کے بیان میں ایک عجیب و غریب کتاب تصنیف فرمائی ہے، از راہ کرم اس کتاب اور مولانا شرف الدین عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ کے اعتقاد کو اپنے ہمراہ رکھئے اور اس ماجرا پر تنقید نہ کیجئے. بیشک عاشقوں کے قول و فعل پر کوئی مواخذہ نہیں ہے. اللہ کرے آپ کی ذات سیر کے مدارج اور طیر کے معارج میں تجلی گاہ اور جائے صلوٰۃ ہو. اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کے واضح طریق کی پیروی کرے.

۳

بنام قاضی احمد...... برادرِ بزرگوار

ان کے خط سے بھی اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے

اول کہ زہر دو کون آثار نبود

بر لوح وجود نقش اغیار نبود

معشوقه و عشق و ما به هم می بودیم

در گوشۂ خلوتی که دیّار نبود

☆ ”پہلے جبکہ دونوں جہانوں کے نشانات موجود نہ تھے، وجود کی تختی پر اغیار کا کوئی نقش نہیں تھا خلوت گاہ کے کونے میں جب کوئی صاحب خانہ یا باشندہ نہیں تھا تو معشوقہ، عشق اور ہم اکٹھے رہتے تھے.“

اچانک بیقرار عشق نے اس کے اوپر سے پردہ اٹھایا، وہ جمع تفرقہ میں مل گیا اور وہ خلوت جلوت میں انجام پذیر ہوگئی. لازمی طور پر ہر روز کسی منزل میں [۴۸ر] اور ہر رات کسی مقام پر گزارنی چاہئے، اور اہل منزل کی جدائی کا رنگ برداشت کرنا چاہئے. ہاں اس سب کے باوجود کیا کیا جا سکتا ہے؟

موی کشان می کشدم سو به سوی
زانست که یك جای ندارم قرار

☆ ''میں بال کھڑے کئے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف کھینچا چلا جاتا ہوں، اس لیے کہ مجھے ایک جگہ قرار نہیں ہے۔''

تنہا میں نہیں ہوں کہ مطابق قرآن حکیم ''اور کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو'' مجھ مسکین محبّ کا کیا گناہ ہے؟

رای البرقَ شرقیّا فَحَنَّ الی شرق
ولو لاحَ غَربیاً یَحُنّ الی غرِب

☆ ''اُس نے برق کو مشرق کی جانب سے دیکھا، پس وہ مشرق کی جانب رویا، اور اگر برق مغرب کی طرف سے روشن ہوتی تو وہ مغرب کی طرف روتا۔''

کوئی شخص اپنے اختیار سے وطنوں، دوستوں اور یاروں سے دور نہیں ہوتا، خصوصاً کاشفِ دقائق، واصفِ حقائق، صفات حمدیہ سے متصف اور خدائے واحد کے اخلاق سے منور، زیادہ عزت اور زیادہ فضیلت والے بھائی المعروف قاضی احمد سے کہ اللہ پاک اس کی ایسی عزت بنائے جو تمام عزتوں پر حاوی ہو، اور اس کی ایسی توصیف فرمائے جس سے ہر توصیف کرنے والے اور حامد کی توصیف میں فائدہ مضمر ہو۔ اس تڑپتی جان کے سینہ کے میدان میں اُس آسمانِ معرفت کی محبت کا پرتو اس قدر غالب ہے کہ دل کی آنکھ اس واسطے کا ایک ذریعہ ہے۔ جو ہمیشہ بھائی کے جمال کے شہود میں جان پروری کرتی ہے، لیکن ظاہری آنکھ بھی اپنا نصیب طلب کرتی ہے، اگر یہ طلب نہ ہوتی، نہ حروف میں معنی ملتے، نہ موصوف صفت سے متصف ہوتا، نہ روح کو بدن کی ضرورت پیش آتی اور نہ بھید کو اعلان کی غرض ہوتی۔

مختصر یہ کہ جب تک ہر کوئی ہر کسی سے محفوظ نہ ہو جائے، مریض کو شفا اور تشنہ جگر کو سیرابی میسّر نہیں آتی۔ میں کیا کہتا ہوں بلکہ مرض دو چند ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تحریر کا اشتیاق اس لیے ہے پس یقیناً ''میں غمگین اس لیے ہوں کہ تمہارے ساتھ کھال میں نہیں ہوں۔'' وقت کا وظیفہ سب یہی ہے۔

گر باز بیابم آن چنانت گیرم
کاندر رگ و مغز و استخوانت گیرم

☆ ''اگر میں آپ کو پھر پاؤں تو اس طرح پکڑلوں کہ رگ، مغز اور ہڈی میں آپ کو گرفت کر لوں''.

[۴۸ پ] قصہ کوتاہ، اشتیاق کی داستانیں فراق کے زمانے سے طولانی تر ہیں. اِن چند سالوں میں تیس سال کے حالات کئی بار لکھے اور برادر گرامی سے حاضری کی استدعا کی، نہ آپ کی تشریف آوری ہوئی اور نہ مکتوب کا جواب موصول ہوا. آخراے دوست! اگر یہ ممکن نہیں تو اوس کافی ہے.

''گر عین نباشد به اثر خر سندام''

ترجمہ ''اگر آنکھ میسر نہ ہو تو میں نشانی سے ہی خوش ہو جاؤں گا، پھر کیا ہوا؟''

عَزَّ البیاضَ بِأَرضِکُم
اَمْ قد بَخَلتُم بالمداد
اَمْ طال عهدُکُم بنا
فَنَسِیْتُمُ حَقَّ الوَدادِ؟

ترجمہ ''تمہاری سرزمین میں کاغذ دستیاب نہیں یا سیاہی کے معاملے میں آپ بخل کرتے ہیں. یا یہ کہ دیدار کا فاصلہ طولانی ہوگیا اور آپ نے دوستی کے حق کو فراموش کر دیا''.

جناب سے بوقت ملاقات بندہ اپنے جملہ احوال تفصیل کے ساتھ عرض کرے گا. یہ بات بھی قابل قبول ہے کہ اگر آپ کا اس طرف آنے کا مصمم ارادہ ہو، تو سفر خرچ جتنا بھی اٹھے وہ اس بندہ کے ذمہ ہوگا.

اور بہتری اسی میں ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اور وہی ہم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے.

(۴)

برادرِ عزیز شیخ شمس الدین کے خط کے جواب میں

اُن کے خط سے بھی اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے

ایک مسافر اپنے غمگین دل کے ساتھ ایک ایسی رات میں جس کی وسعت تیس سال سے زیادہ ہوسکتی ہے. ایک راز کی بات کہہ رہا تھا، نیازمندی ظاہر کررہا تھا اور شکایت پیش کررہا تھا کہ:

اَنَسِیْتَ یا مسکینُ عَهْدَ الْمَرْبَعِ   وَسَلَوتَ عَنْ سُکانِ ذاتِ الارجع

لا، لا معاذ الله اَنْ تَنسی اللّوی   وعهودَه فَلَدَیْهِ کلُّ تَمْنَعُ

العیشُ صافٍ و الالیفُ مؤالف   والماءُ جارٍ فیه من یستنقع

☆ ''اے مسکین بے نوا! تو نے اس پیمان کو جو ہم نے مسکنِ مألوف میں ایک دوسرے کے ساتھ باندھا تھا، فراموش کردیا ہے اور تو ساکنانِ ذات الارجع سے دلبرداشتہ ہوگیا ہے. نہیں خدا کی پناہ اس بات سے کہ تو ریت کے ٹیلے کو نہیں بھلاسکتا اور نہ اس کے وعدوں کو. بس اس ٹیلے کے پاس ہر چیز ایسی ہے جس سے تو لطف اندوز ہوجائے. چنانچہ زندگی خوشگوار اور دوست محبت کرنے والا ہے، اور پانی سے پیاس بجھانے والے کے لیے پانی اُبلتے چشمے سے جاری اور رواں ہوگا.''

اس طریقہ سے بندہ ہر طرح کی بات کرتا تھا، اس کے باوجود کہ کوئی اثر نہیں ہوتا تھا، تاہم وہ ہمیشہ اس گفتگو اور جستجو میں رہتا تھا کہ اچانک ایک صبح اُس دیارِ محبت کے باغ کی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور اس کی خوشبو کا کچھ حصہ میرے مشامِ دل تک پہنچ گیا. میں حیران رہ گیا کہ:

یارب این بوی چنین خوش زگلستان آمد

یا زباغ ارم و روضۂ رضوان آمد

☆ ''یارب یہ اس طرح کی عمدہ خوشبو باغ سے آئی، یا باغ ارم اور روضۂ رضوان سے آئی ہے.''

[۴۹ر] آخر تک.

خوش بختی سے محبت آمیز فرحت انگیز مکتوب گرامی جو آپ کے ید بیضا سے لکھا ہوا نظر آیا اور اس تحریر میں جو سحر حلال استعمال کیا گیا تھا، میرے ہاتھ میں پہنچا تو اعزاز و اکرام کا باعث ہوا اور جب میں نے اسے اتنے عذوبت وحلاوت معانی اور اس قدر جزالت الفاظ و لطافت خط کے ساتھ مطالعہ کیا تو کہا: اللہ تعالیٰ تیرے ذریعے آنکھوں کو روشن (ٹھنڈا) کر دے اور تیرے بارے میں نیک گمان محقق کر دے اور تجھے اپنے اہل اللہ کی لڑی میں شامل کر دے اور تجھ سے اپنے مادۂ فضل و کرم کو منقطع نہ کرے.

جب میں نے سنا کہ آپ علم فکر و نظر میں شوق فرماتے ہیں تو مجھے تعجب ہوا کہ کامل دیانت اور وافر طہارت کے باوجود آپ پر کیسے یہ بات پوشیدہ رہی کہ فکری کسبی جزئی حاصلی علوم کا حصول کوئی نتیجہ نہیں دیتا؟

اس نوع علوم بلکہ ہر علم جو کتاب و درس کے واسطہ سے حاصل ہو، کی انتہائی تحقیق تعینات کے اثبات کے سوا نہیں ہوسکتی. باعین کا لا بعین کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہے. حدیث الٰہی ہے:

”نہ کہو کہ علم تو آسمانوں میں ہے کون اسے نیچے لائے گا؟ اور نہ زمین کی تہوں میں ہے ،کون اسے اوپر لائے گا؟ اور نہ سمندروں سے پرے ہے کہ کون ان کو عبور کرے اور لائے؟ علم تو تمہارے قلوب میں رکھا گیا ہے، لہٰذا روحانیوں کے آداب کے مطابق میرے سامنے مؤدب ہو جاؤ اور صدیقین کے حسن اخلاق کو اپنا لو، میں تمہارے دلوں میں علم کا ظہور کر دوں گا حتیٰ کہ وہ تمہیں ڈھانپ لے اور تم پر غالب آ جائے.“

روحانیوں کے آداب کے مطابق مؤدب رہنا یہاں کے علوم کے حصول سے ممکن نہیں ہے. اس کا حصول دل کی فراغت کے ساتھ مشروط ہے. اے عزیز! دل کی فراغت میں کوشاں رہ نہ کہ علم کے حصول میں. بیشک علم تجھ سے وہ حصہ ڈھانپ لے گا جسے تو چاہتا ہے کہ خالی رہے اور فارغ رہے تا کہ تو حق کو پہچان سکے اور تو علم حاصل نہ کر کیونکہ جب تو علم حاصل کرے گا تو تیرے علم کا متعلق یا حق ہو گا یا غیر حق. حق کے ساتھ اس کا تعلق ہونا تو محال ہے اور غیر کے ساتھ اس کا تعلق ہونا حجاب ہے. پس ہر حال میں تو دور ہے حق سے لہٰذا تجھے علم سے کیا واسطہ. لہٰذا تزکیۂ نفس اور تخلیۂ دل میں سعی کرو، اور اللہ سے ڈرو. اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے. اس طرح کے علم سے وہاں راستہ پایا جا سکتا ہے. ورنہ یہاں کا علم وہاں

نہیں ملتا. حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے وفات کے بعد لوگوں نے پوچھا: اللہ پاک نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ اشارات ہوا میں اُڑ گئے اور وہ عبادات نابود ہو گئیں اور مجھے انہوں نے کوئی نفع نہ دیا ماسوائے ان چند رکعتوں کے جو میں سحری سے پہلے ادا کرتا تھا. جہاں اس طرح کے اشارات کے حال کا یہ ثمر تھا تو دوسرے علوم کا حال آپ خود دیکھ لیں. مزید دیکھ تجھے کیا نظر آتا ہے.

اے دوست! حق روشن ہے اور اللہ کا دین واضح، مخفی، ظاہر اور باطن ہے. یہ جو عظیم وجدان اور کثیر فقدان کا باعث ہے سوائے اس کے جو سمندروں کو عبور کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت حضور مصطفیٰ صلوٰت اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ مکمل ترین نعمت اور روشن ترین نور ہے اور ان اسرار سے مطلع نہیں ہو سکتا مگر وہی جس نے حضرت محمد ﷺ کی متابعت کے گھاٹ سے ذائقہ چکھا اور پانی پیا ہو. ''تم کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو.'' اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضور ﷺ کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے اور آپ کی ذات اقدس میں اور آپ کی محبت خالص میں ہمیں فنا کرے. اللہ تعالیٰ کا درود اور سلام آپ پر ہو. بندہ کی اس گستاخی اور فضولی پر تنقید نہ کیجئے کہ محض میری شفقت ہی اس کی حامل ہے، شاید کہ بے غرض نصیحت مؤثر ثابت ہو. انشاء اللہ

۵

بنام قاضی بہاء الدین

یہ خط قاضی بہاء الدین کی طرف لکھا گیا ہے

امیدوں کی ہر بادِ شمال جو اس صاحب جمال کے مشتاقوں کی طرف چلے وصال کی خوشبو لے جائے، اور صفا کی ہر بادِ صبا جو وفا کی ہوا چلنے کے مقام سے اہل خواہش کے باغ پر سے گزرے تو وہ جناب عالی، امتوں کے بزرگوں کے قدوہ، قابل تعریف عادات و خصائل والے، قدم کے فیضان کو قبول کرنے کے لیے مستعد، تجلیات قدسیہ کے انوار سے المؤید من اللہ، انسانی کمالات کو حاصل کرنے میں کامیاب، متاخرین افاضل کے صدر، تبحرین کے سردار بہاء الحق والدین شرف الاسلام

والمسلمین...... کہ ان کا کامل نفس ہمیشہ دقایق علوم کے سمندروں میں مستغرق رہے اور ان سمندروں سے مکشوفات و معلومات کے باریک موتی نکالتا رہے...... [۵۰ ر] اور میلانات الہیہ کے قافلے جو لامتناہی فضایل حاصل کرنے والے ہیں وہ اس جان جہاں اور جہانِ جاں کے جلال کی بارگاہ کے وفد میں شامل ہوں اور فلک مثال حضرت کی جانب متوجہ ہوں. خدمتِ عالیہ میں عرض کی جاتی ہے کہ جب ایک طرح سے تکلف اور راستے سے انحراف کی بدولت شرح اشتیاق میں اطناب (طول کلام) واقع ہو، چنانچہ آپ کی روشن رائے سے پوشیدہ نہ رہے تو یہ آلودگی ہے. لازمی طور پر اس بات سے قلم کی باگ کھینچ لی گئی اور اس کلمہ پر اختصار کیا گیا.

تجاوَزَ حدّ الوصفِ شوقی الیکم

فمضمونُ مکتوبی سلامٌ علیکم

☆ ''آپ کی خاطر میرا شوق حدِ وصف سے بڑھ گیا ہے، پس میرے خط کا مضمون فقط السّلام علیکم ہے.''

چنانچہ عاشقوں کی طرف سے جو اس کے عشق کے سمندر میں اس شکستہ کی طرح غرق ہیں، اس بزرگ کے شمائل کے ذکر اور فضائل کی اشاعت کا کچھ حصہ اور فضل کے انوار میں سے قدرے...... اِس مکتوب کے حامل کی طرح کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالنے کی سعادت کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ تعالیٰ عشق کی حرارت کو ہمیشہ اس کے باطن میں بھڑکائے رکھے. اقتباس کیا جاتا ہے اس طرح کہ:

یا قومِ اُذُنی لبَعْضِ الحّیِ عاشقۃٌ

والاذُنُ تعشقُ قبلَ العین احیانا

☆ ''اے قوم میرے کان اپنے قبیلہ کے حسینوں میں سے کسی ایک فرد کے عاشق ہیں اور کبھی اتفاقاً کان آنکھ سے پہلے عاشق ہو جاتے ہیں.''

اسی طرح بندہ مرید صادق بلکہ محب عاشق ہو گیا.

ھذا وقد سَمِعَتْ اُذناہُ عن عَرَضٍ

فکیف لو مُلِئت عیناہ بالنّظر

☆ ''یہ کیفیت اس وقت ہے جبکہ اس کے کانوں نے ایک طرف سے صرف اس کی آواز سنی ہے، اگر اس کی آنکھیں اس کے دیدار سے لبریز ہو جائیں تو پھر کیا حالت ہوگی؟''

نہیں نہیں میں کہاں چلا گیا، صائب نظر، روشن فکر، خلوصِ نیت اور صفائے تامّل سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ عشقِ ازلی کا جاذبہ ہے جو سلسلۂ شوق کو جنبش دیتا ہے اور مشتاق محبّ کو طلب کی آتش کے اوپر بٹھا دیتا ہے اور اگر یہ طلب نہ ہوتی، نہ لفظ سے معنی ملتے، نہ موصوف صفت سے متصف ہوتا، نہ روح کو بدن کی ضرورت پیش آتی اور نہ مخفی بھید کو اعلان و اظہار کی غرض ہوتی۔

یہ بات تو گزر چکی، اس طرح کے کلمات کی امثال میں ایسی عرضداشتوں سے اعراض کرنا ان اشخاص کے زیادہ لائق ہے جو اصحابِ کمالات اور ارباب حالات میں سے وحدت (دید) کی لڑی میں پروئے گئے ہیں. جناب معظم کی غیب نما رائے سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ وصال کی طلب، الفت کے قواعد کی تاسیس اور اہل فضل کے ساتھ محبت ایک معہود اور مالوف سنّت ہے، بالخصوص وہ بزرگوار جسے حق تعالیٰ نے مزید انتخاب اور اختیار سے خاص طور پر نوازا ہو، اور مختلف علوم وفضائل میں اسے اپنے معاصرین پر ترجیح دی ہو. اس بنا پر یہ مخلص باب وصال کھولنے کا خواہشمند ہوا، اور چونکہ شکل کے لحاظ سے ملاقات تا حال موقوف تھی اور اس وقت تک حضرت عزت مآب کی جانب سے مکاتبت کی روشن راہ کی عمارت تعمیر کرنے اور مراسلت کے مدارج کی روش اختیار کرنے کا امر نہیں تھا. یہاں تک کہ گرہ کشا نے ''اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولنے والا ہے'' کے اشارہ سے ''اور بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی.'' فرقت کا عقیدہ قدرت کی انگشت سے کھول دیا'' اور خط کے ذریعے میل جول رکھو اور حضرت محبوب کے قریب رہو'' کی بشارت سے مطلق اجازت فرمادی. یہ آرزو مقامِ فکر سے مقامِ فعل تک پہنچ گئی اور ایسی تقصیر سے ایسی طوالت پہ انجام پذیر ہوئی لیکن آپ معذور فرمائیں. بیشک عاشقوں کے قول وفعل کا کوئی مواخذہ نہیں اور بندہ نے نہ چاہا کہ وہ مولوی کے قلموں کے فوائد...... جو ادنیٰ اور دور بسنے والوں اور قدموں اور پیشانیوں والوں کی زبانوں پر رائج ہیں اور آج عرب کے منقولہ نوادر اور ادب کے جملہ جواہر میں سے جو کوئی میسّر ہیں، وہ انہی کے فضائل کے پھلوں کو چننے والے ہیں اور انہی کے اعلیٰ انعامات کے سمندروں سے چلّو بھرنے والے یعنی

اکتساب فیض کرنے والے ہیں...... سے محروم رہے، ورنہ ہر منادیٔ شہود، فعل اور وجود کے راستے سے ندا دیتا ہے کہ:

وعــادِ دواعــی الـقيـلِ والقـالِ وانـج مـن
عــوادی دعــا وصـدقهـا قـصـد سـمـعة
[۵۱ر] ومـا عنـه لـم تـفـصـح فـانّك اهلُـهُ
وانـت غـريـب عنـه ان قلـت فـاصمت

ترجمہ ''اور قیل و قال کے بلانے والوں کے ساتھ دشمنی رکھ اور نجات حاصل کر. بار بار کئے جانے والے دعووں سے جن کا سچ بولنا بھی شہرت کی غرض سے ہوتا ہے. [۵۱ر] اور جس بات کو تو نے وضاحت سے بیان نہیں کیا تو ہی اس کا اہل ہے اور اگر تو ایسی بات کہنا چاہتا ہے جس سے تو بیگانہ اور اجنبی ہے تو اس سے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے.''

ایزد عزّ شانہ (اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے) حیات بخش روح پرور مشاہدہ کی دولت کی یافت کو ایسے طریقے سے عطا کرے، جس میں جانبین کی صلاح شامل ہو اور جناب ہمایوں و ذات مبارک جو کہ فضلائے دہر کی امیدوں کے مقصد اور بے بہا فضائل کے انوار کے مطلع ہیں، کو اللہ تعالیٰ کمالاتِ لایزالی اور کراماتِ ذوالجلالی سے موصوف اور گھراہوار کھے. اور زمانے کے تصرف کا ہاتھ اور واقعے کے تغیر کی عنان انہیں باراحت و سکون میدان سے گزار دے اور مصروف رکھے. محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہار کے طفیل.

[ترقیمہ]

کمزور نحیف بندہ اپنے بخشنے والے ربّ کی رحمت کا امیدوار علی بن محمد بن شرفشاہ دامعانی اپنے ربّ غفور کی تعریف کرتے ہوئے اور اس کے نبی حضرت محمد ﷺ اور اُن کے جملہ آل و اصحاب پر درود بھیجتے ہوئے ۲۲ ربیع الآخر ۷۱۰ھ میں اپنی اس تحریر سے فارغ ہوا.

☆☆☆☆

فارسی متن

یک مکتوب

هذا کتاب کتب الشیخ فخر الدین العراقی الی الشیخ المحقق صدر الدین رضی الله عنه و عنه (۱)

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفاه: عشق شور انگیز درد آمیز که دائم محرك سلسلهٔ شوق و نزاع و مشعل نایرهٔ تحنن و التیاع است، در دل بندهٔ مخلص عراقی، آتش اشتیاق چنان می افروزد و خزف عیش او را چنان می سوز دکه تابش آن جزبه خاك کوی و آب روی مولانا الامام المبین و القرآن العظیم صدر الشریعة والطریقة و مظهر الحق والحقیقة لازال ملاذاً لاهل الطریق و موکلا لاصحاب التحقیق منطفی نشود و عیش مکدر، صافی نگردد. [شعر ۱]

آن بخت کو که از در تو باز بگذرم؟
وآن دولت از کجا که تو باز آیی از درم؟ (۲)

از شدت حرقت فرقت و طول مدت غربت کار به جان [رسید] و کارد به استخوان، عمر به آخر آمد و ضعف مستولی گشت و آن راز چنانکه بود در پرده بماند، هیهات، هیهات، (۳) الباب مقفل والحجاب مدل، و المفتاح و ان کان معلقاً علی الباب، لکن وراء الحجاب و ...... الی کم فرقة و کم اغتراب، فهل اشکو لغیر الله (٤) حالی؟ یا سیدی! من خرج عن اهله فهو غریب، و عذاب الغربة شدید، فطوبی لمن لم یعزب عن و طنه ولم یغب عن حضور سکنه، استغنی بمطالعة انوار ذاته عن ملاحظة انوار صفاته، یافر و هو

یقیم علی بساط الشهود، ویقطع الطریق بمعاله (کذا) من محل الی محل ومن نور الی نور، یتقلب (ینقلب) فی انهار الاسماء والصفات و یتخطی اطوار المعارج و الارتفاءات، و هو ساکن لاحراك به ولا اضطراب، و تری الجبال تحسبها جامدة و هی تمر مرالسحاب،(۵) فهناك یسافر مع الرفیق الاعلی فی طریق الایاد والازال و یتقلب (ینقلب) به (له) فی الغدو والاصال، لتقلبه، فی الشئون و الاحوال قائلا بلسان الحال:......

وصاحب هذا المقام مثل حضرة مولائی و سیدی لایحتاج الی غربة ولا الی اوبة، فاما من لم یصل الی هذا المشهد العزیز، مثل هذا الغریب، فمتحرك دائماً الی ان ینتهی عمافیه بذا ویدخل فیما منه خرج، الا الی الله تصیر الامور،(٦)میل طبع و حکم شرع، دائم محرك و باعث می باشد بر مراجعت با وطن اصلی و معدن وصل، وآن جناب اظهر و مقام انور مولانا است، اما هر بارکه این بی مقدار (قدار) قصد آن دیار می کند و متوجه آن مزار می آید تعویقی دامنگیر می شود که خلاص از آن محال می نماید...... امید است که مغناطیس سمت عالیه جاذب و محرك آید.

[شعر۲]

سر رشته به دست توست و من دست آموز　　چون سوی خودم کشی به سر باز آیم

[شعر۳]

جزکه من زفراق (کذا) تو در سر آمده ام(۷)　　گرم تو دست نگیری کجا توان برخاست

همت مرتقاضای مراجعت می کند و ادب می گوید: الا ان یؤذن لکم.(۸) والعبد یتحیر بینهما، فانظر ماذا تری؟(۹) فهل سبیل الی الوصال؟

[شعر٤]

شود میسر و گویی در این جهان بینم(۱۰)　　که باز با تو دمی شادمانه بنشینم

[شعر۵]

بـه گوش دل سخـن دلگشای تو شنوم   بـه چشـم جان رخ راحت فزای تو بینم

[شعر٦]

اگـرچـه در خور تـونیستم قبولم کن   کـه گـر بدم و اگر نیك، چون کنم؟ اینم(۱۱)

[شعر۷]

به موی من گذری کن که نیك مشتاقم   بـه حال من نظری کن که سخت مسکینم(۱۲)

[شعر۸]

ز بـود مـن اثری در جهـان نبود اگـر   امید ز وصل نـدادی هـمیشـه تسکینم(۱۳)

[شعر۹]

بـدان خـوشم که مرا جان به لب رسید، آری   از آن سبـب که لب تست جان شیرینم(۱٤)

قـصـه دراز است و عـمر کوتاه و یارای دم زدن نه به اشارت شیخ رضی الله عـنـه از بلد روم به مزار شام و قدس افتاد و از آنجا به امر مصطفی علیه الصلوٰة والسلام به حجاز پیوست. اینجا موقوف اشارت ماند:

[شعر۱۰]

گـیـرم کـه نیـایـی و نپرسی حـالم   در خواب خیـال خویـش بـاری بفرست

چون شـفـقـت آن حـضـرت عـام است امیـد است که دربارهٔ بندگان خـاص بـاشـد، در مـقـام تـکـمیـل نـاقـصـان و اعلای کلمهٔ کاملان مقیم باد. والحمدلله.

☆

ماخذ وحواشی

۱۔ برای این مکتوب/ نامہ نگاہ کنید بہ:

(i) کتاب الفکوك، صدرالدین قونوی، مقدمہ مصحح ومترجم محمد خواجوی، ص۱۹-۲۰

(ii) سلیم اختر، دکتر محمد: ''تجلی اندیشه و آثار عراقی در گسترهٔ ادب و عرفان در شبه قاره هندو پاکستان'' چاپ در هفت گفتار دربارهٔ سنائی و عطار و عراقی ص ۱۸۷-۱۸۸، یادداشتها (۱)

۲- کلیات عراقی، نفیسی، مطلع غزل ص ۲۳۴

مصراع اوّل چنین نگاشته: آن بخت کو که بر تو......

۳- قرآن حکیم، المومنون ۲۳، آیه ۳۶

۴- قرآن حکیم، البقره ۲، آیه ۱۷۳

۵- قرآن حکیم، النمل ۲۷، آیه ۸۸

۶- قرآن حکیم، الشوریٰ ۴۲، آیه ۵۳

۷- کلیات عراقی، نفیسی، غزل ص ۱۵۰

مصراع اوّل چنین نگاشته: ع چنین که من ز فراق تو سر برآمده ام

۸- قرآن حکیم، الاحزاب ۳۳، آیه ۵۳

۹- قرآن حکیم، الصفت ۳۷، آیه ۱۰۲

۱۰- این غزل شش بیتی در کلیات عراقی، نفیسی ص ۲۴۱ مندرج است

مصراع اوّل چنین نگاشته: ع شود میسر و گویی که در جهان بینم؟

۱۱- کلیات عراقی، نفیسی ص ۲۴۱

مصراع دوم چنین نگاشته: ع اگر بدم واگر نیک، چون کنم؟ اینم

۱۲- کلیات عراقی، نفیسی ص ۲۴۱، این بیت چنین نگاشته:

به سوی من گزری کن که سخت مشتاقم　　به حال من نظری که، سخت مسکینم

۱۳- کلیات عراقی، نفیسی ص ۲۴۱، این بیت چنین نگاشته:

ز بودمن اثری در جهان نبودی، گر　　امید وصل ندادی همیشه تسکینم

۱۴- کلیات عراقی، نفیسی ص ۲۴۱

مصراع دوم مقطع چنین نگاشته: ع از ان سبب دولب تست جان شیرینم

☆☆☆

اردو ترجمہ

ایک مکتوب

مکتوب حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ

بنام حضرت شیخ محقق صدر الدین قونیوی رضی اللہ عنہ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلام ہے اس بندے پر جس کو اُس نے منتخب کر لیا. شور انگیز درد آمیز عشق جوشوق، فساد، اشتیاق اور دل کی سوزش کی آگ کی مشعل کو جلانے کا دائمی محرک ہے، وہ بندۂ مخلص عراقی کے دل میں، اشتیاق کی آگ کو اس طرح روشن کرتا ہے، اور اس کے عیش کی ٹھیکریوں کو اس طرح جلاتا ہے کہ اس کی تپش حضرت مولانا امام المبین وقرآن العظیم، صدر الشریعہ و الطریقہ ومظہر الحق و الحقیقہ، اہل طریق کے پناہ گاہ اور اصحاب تحقیق کے کارساز کی گلی کی خاک اور چہرے کی آب وتاب کے سوا نہیں بجھتی اور خراب زندگی شفاف نہیں ہوتی.

[شعر ۱]

آن بخت کو کہ از در تو باز بگذرم؟

وآن دولت از کجا کہ تو باز آیی از درم؟ (۲)

☆ ”وہ نصیبہ کہاں ہے کہ تیرے دروازے سے پھر میرا گزر ہو. اور وہ خوش بختی کہاں سے میّسر ہو کہ تُو پھر میرے دروازے سے اندر تشریف لائے؟“

فراق کی گرمی کی شدت اور مسافرت کی مدت کی طوالت سے کام جان کنی تک پہنچ گیا، ہڈیوں پہ چُھری چل کر عمر اختتام تک جا پہنچی اور کمزوری غالب آ گئی؛ اور وہ راز جیسا کہ تھا پردے میں رہ گیا. بعید از عقل ہے، بعید از عقل ہے یہ بات کہ دروازہ بند ہے اور پردہ لٹکا ہوا ہے. اور چابی اگر چہ دروازے پر لٹکی ہوئی ہے لیکن پردے کے پیچھے ہے..... کب تک جدائی رہے گی اور کب تک غریب الوطنی؟ تو کیا

غیر اللہ کے سامنے میں اپنے حالِ زار کی شکایت کروں؟ اے میرے آقا! جو اپنے گھر والوں سے دور نکل گیا پس وہ اجنبی ہے اور اجنبیت کا عذاب شدید ہے. پس خوشخبری ہے اسے جو اپنے وطن سے دور نہیں ہوا اور اپنی رہائش گاہ میں حاضری سے غائب نہیں ہوا. وہ اپنی ذات کے انوار کے مطالعہ کے ذریعہ اپنی صفات کے انوار کے ملاحظہ سے بے نیاز ہو گیا. وہ سفر کرتا ہے اس حال میں کہ عالم شہود کی چٹائی پر وہ مقیم ہوتا ہے. اور وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف راستوں کو کاٹتا (یعنی سفر کرتا) ہے، اور ایک نور سے دوسرے نور کی طرف [رواں دواں رہتا ہے] اور وہ غوطے لگاتا ہے اسماء وصفات کے دریاؤں میں. اور وہ بلندیوں اور ترقی کی اونچائیوں کی مختلف حالتوں کو اپنے پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے، حالانکہ وہ ساکن ہوتا ہے، اس میں کوئی حرکت نہیں اور نہ کوئی اضطراب. اور آپ دیکھتے ہیں پہاڑوں کو تو یوں خیال کرتے ہیں کہ وہ جامد ہیں حالانکہ وہ اتنی تیزی سے گردش کرتے ہیں جتنی تیزی سے اڑتا ہوا بادل. پس وہ رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ابدی اور ازلی راستے پر گامزن ہوتا ہے. اور اس کے ساتھ ہی وہ صبح اور شام مختلف حالتوں میں ہوتا ہے کیونکہ وہ مختلف شؤن (معاملات) و احوال میں متقلب (الٹ پلٹ) رہتا ہے اس طرح کہ وہ زبانِ حال سے کہتا ہے......

اس مقام مرتبے والا جو شخص ہے وہ میرے حضرت آقا اور سردار کی طرح ہوتا ہے کہ نہ تو وہ کسی غریب الوطنی کا محتاج ہوتا ہے اور نہ وہاں سے واپس لوٹنے کا. پس اگر کوئی شخص اس طرح کی عظیم الشان حالت تک نہ پہنچ پائے...... جیسا کہ اس غریب الوطن کی حالت ہے...... تو وہ ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی وہ حالت دُور (ختم) ہو جائے، اور وہ داخل ہو جائے اس میں جہاں سے وہ نکلا تھا. اور جان لو کہ تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں.

اصل وطن اور وصال کے مرکز کی طرف واپسی کے لیے طبیعت کا میلان اور شریعت کا حکم ہمیشہ محرّک اور باعث ہوتا ہے، اور وہ محض جناب مولانا [قونیوی] کی نمایاں ذاتِ اقدس اور مقامِ انور ہی ہے. لیکن ہر بار جب یہ بے مقدار اس دیار مقدس کا قصد کرتا ہے اور اس زیارتگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے. پروگرام ملتوی ہو جاتا ہے کہ اس بات سے خلاصی محال نظر آتی ہے...... امید ہے کہ عالی جناب کی جانب سے مقناطیسی کشش میرے لیے جاذب اور محرّک ہوگی.

[شعر۲]

سر رشته به دست توست و من دست آموز
چون سوی خودم کشی بـه سر باز آیم

☆ میرا تعلق تیرے دامن سے وابستہ ہے اور میں تیرے ہاتھوں سیکھنے والا ہوں۔ جب تو مجھے اپنی طرف کھینچے گا تو میں سر کے بل آ ؤں گا۔

[شعر۳]

جز که من ز فراق (کذا) تو در سر آمده ام
گرم تو دست نگیری کجا توان برخاست

☆ اس کے سوا کہ میں تیری جدائی سے انجام تک پہنچ چکا ہوں اگر تو میرا ہاتھ نہیں پکڑے گا تو میں کیسے اٹھ سکتا ہوں؟

چنانچہ بندہ واپسی کے تقاضا کے لیے ہمت کرتا ہے اور نہایت ادب سے کہتا ہے:

مگر یہ کہ ہمیں اجازت دی جائے اور بندہ اُن کے درمیان حیران و ششدر رہتا ہے۔ پس نگاہِ کرم فرما تو کیا دیکھتا ہے؟ کیا وصال کی کوئی سبیل ہے؟

[شعر٤]

شود میسر و گویی در این جهان بینم
که باز با تو دمی شادمانه بنشینم

☆ اگر مجھے یہ بات میسّر آئے اور گویا اس جہان میں میں دیکھوں کہ پھر میں ایک لمحہ کے لیے تیرے ساتھ خوش ہو کر بیٹھوں۔

[شعر۵]

به گوش دل سخن دلگشای تو شنوم
به چشم جان رخ راحت فزای تو بینم

☆ میں دل کے کانوں سے تیری دلکش باتوں کو سنوں اور جان کی آنکھوں سے تیرے راحت

افزا چہرے کو دیکھوں.

[شعر٦]

اگرچہ در خور تو نیستم قبولم کن
کہ گر بدم و اگر نیك، چون کنم؟ اینم

☆ اگر چہ میں تیرے لائق نہیں ہوں پھر بھی تو مجھے قبول کر کیونکہ اگر میں برا ہوں اور اگر نیک ہوں تو میں کیسے اپنے آپ کو اس طرح آپ کی عنایت کے بغیر [نیک] بنا سکتا ہوں؟

[شعر٧]

بہ موی من گذری کن کہ نیك مشتاقم
بہ حال من نظری کن کہ سخت مسکینم (١٢)

☆ تو میری طرف گذر کر کہ میں تیرا بہت مشتاق ہوں اور تو میری حالت پر ایک نظر کرم فرما کہ میں بہت مسکین ہوں.

[شعر٨]

ز بود من اثری در جہان نبود اگر
امید ز وصل ندادی ھمیشہ تسکینم (١٣)

میری ہستی کا اس دنیا میں کوئی نشان نہ ہوتا اگر تیرے وصل کی امید مجھے ہمیشہ تسکین نہ دیتی.

[شعر٩]

بدان خوشم کہ مرا جان بہ لب رسید، آری
از آن سبب کہ لب تست جان شیرینم (١٤)

☆ میں اس بات پر خوش ہوں کہ میری جان لبوں پر آ پہنچی. ہاں اس لیے کہ تیرے لب ہی میری پیاری جان ہیں.

البتہ قصہ دراز ہے، عمر تھوڑی اور دم مارنے کی فرصت نہیں ہے. بندہ نے شیخ رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق بلادِ روم سے زیارتگاہِ شام اور سرزمین قدس کی راہ اختیار کی. پھر وہاں سے حضرت محمد مصطفیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر سے حجاز مقدس کا سفر طے کیا. اب یہاں مزید اشارہ کے لیے موقوف ہو گیا.

[شعر ۱۰]

گیرم کہ نیایی و نپرسی حالم

در خواب خیال خویش باری بفرست

☆ میں مانتا ہوں کہ تو نہیں آئے گا. اور نہ میرا حال پوچھے گا. مؤدبانہ گزارش ہے کہ کبھی خواب میں ہی اپنے خیال کو بھیج دے.

چونکہ آنحضرت کی شفقت و محبت عام ہے. امید ہے کہ یہ خاص غلاموں کے بارے میں ہوگی.

اللہ کرے آپ ناقصوں کے مقام کی تکمیل اور کاملوں کے کلمہ کی سر بلندی کے لیے ہمیشہ قیام پذیر رہیں.

والحمدللہ.

فہرست مآخذ ومصادر

۱- محمد اکرام شیخ، آب کوثر، فیروز سنز لاہور طبع ہفتم ۱۹۶۸ء

۲- علامہ الزبیدی، اتحاف السّادۃ المتقین، شرح احیاء علوم الدین، دار الفکر

۳- بدیع الزمان فروزانفر، احادیث مثنوی، جمع وتدوین، چاپ دوم، امیر کبیر تہران ۱۳۴۷ھ

۴- عبد الحسین نوائی، احوال و آثار شیخ فخر الدین عراقی مقالہ، مطبوعہ مجلّہ روزگار نو، جلد ا، شمارہ ۳، لندن، ۱۹۴۱ء

۵- سعید نفیسی، احوال و آثار فارسی شیخ بہائی، تہران ۱۳۱۶ش

۶- عبد الحق محدث دہلوی شیخ، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، دہلی ۱۳۰۹ھ.

۷- اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور

۸- عبد الحسین زرین کوب دکتر، ارزش میراث صوفیہ، تہران ۱۳۴۴ش

۹- محمد ناصر الدین الالبانی، ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السّبیل، الجزء السابع، المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۱۰- محمد اقبال لاہوری، احیائے فکر دینی در اسلام، ترجمہ فارسی از احمد آرام، تہران ۱۳۴۶ش

۱۱- ادوارڈ براؤن، از سعدی تا جامی، ترجمہ علی اصغر حکمت، چاپ دوم تہران ۱۳۳۹ش

۱۲- حامد ربانی، بہ تصحیح ومقابلہ اشعۃ اللمعات جامی، سوانح احمد غزالی وغیرہ، تہران

۱۳- اشعۃ اللمعات جامی، ہمراہ چہار رسالہ از عزیز نسفی ورسالات دیگر، تہران سنگی ۱۳۵۳ھ

۱۴- سید محمد اکرم ڈاکٹر، اقبال در راہ مولوی، لاہور ۱۹۷۰ء

۱۵- محمد اکرم قدوسی شیخ، اقتباس الانوار، اردو ترجمہ واحد بخش سیال، بزم اتحاد المسلمین لاہور ۱۴۰۹ھ

۱۶- محمد اکرم قدوسی شیخ، اقتباس الانوار (فارسی)، مطبع اسلامیہ لاہور

۱۷- صلاح الدین الصفدی، امراء دمشق فی الاسلام، تحقیق الدکتور صلاح الدین منجد، دمشق ۱۹۵۵ء

۱۸- مولانا حسام الدین، انیس العاشقین، نسخہ خطی کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور شمارہ: ۱۹۶

۱۹- حسین بن محمد ابن بی بی، الاوامر العلائیہ فی الامور العلائیہ، انقرہ ۱۹۵۶ء

۲۰- محمد دارا شکوہ، اوپانیشاد سرِ اکبر ترجمہ، بہ سعی واہتمام دکتر تاراچند وسید جلالی نائینی، تہران ۱۳۴۰ش

۲۱- سہدی درخشان دکتر، بزرگان و سخن سرایان همدان، تہران ۱۳۴۳ش

۲۲- صباح الدین عبدالرحمٰن سید، بزم صوفیه، اعظم گڑھ (ہند)، ۱۹۴۹ء

۲۳- زین العابدین شیروانی، بستان السیاحه، چاپ اول کتابخانہ سنائی تہران

۲۴- رضا شعبانی دکتر، پیوستگی ہائے فرہنگی ایران و شبه قاره ... مجموعهٔ سخنرانیهای نخستین سمینار، اسلام آباد، جلد ۲، ۱۳۷۲ھ

۲۵- جعفر قاسمی، تاثیر معنوی ایران در پاکستان، لاہور ۱۳۵۰ش

۲۶- رضازاده شفق دکتر، تاریخ ادبیات ایران، تہران ۱۳۲۱ش

۲۷- ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، تہران

۲۸- ہرمان اتہ، تاریخ ادبیات فارسی، ترجمہ رضازادہ شفق، تہران ۱۳۳۷ش

۲۹- تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم، بخش اول، فارسی ادب، دانشگاہ پنجاب لاہور، طبع اول، ۱۹۷۱ء

۳۰- خطیب البغدادی، تاریخ بغداد، الجزء الثالث، المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورہ

۳۱- قاسم غنی دکتر، تاریخ تصوف در اسلام، چاپ دوم تہران ۱۳۴۰ش

۳۲- عباس مہرین شوشتری پروفیسر، تاریخ زبان و ادبیات ایران در خارج از ایران، تہران ۱۳۵۲ش

۳۳- حمد اللہ مستوفی، تاریخ گزیدہ، ادوارڈ براؤن، جلد ۲، لندن ۱۹۱۰ء؛ بہ اہتمام عبدالحسین نوائی، تہران ۱۳۳۹ش

۳۴- خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، مکتبہ عارفین کراچی ۱۹۷۵ء

۳۵- سعید نفیسی، تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی، جلد ۲، تہران ۱۳۴۴ش

۳۶- عبدالمحمد آیتی، تاریخ وصاف، تہران ۱۳۴۶ش

۳۷- شیخ نظام الدین تھانیسری، تجلیات الجمال.. شرح لمعات عراقی، نسخہ خطی کتابخانہ دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور شمارہ: ف ۶/۲۹۷-۲۵۰ب

۳۸- شیخ نظام الدین تھانیسری، تجلیات الجمال.. شرح لمعات عراقی، مخطوطہ کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد، شمارہ: ۴۶۸۳

۳۹- دکتر سلیم اختر، تجلی اندیشه و آثار عراقی، در گسترهٔ ادب و عرفان در شبه قاره، مطبوعہ در هفت گفتار درباره سنائی و عطار و عراقی، تہران ۱۳۷۵ش

۴۰- منوچہر محسنی، تحقیق در احوال و آثار شیخ نجم الدین کبریٰ، تہران ۱۳۴۶ش

۴۱- مہدی محقق، تحلیل اشعار ناصر خسرو، چاپ دوم انتشارات دانشگاہ تہران ۱۳۴۹ش
۴۲- زین العابدین مؤتمن، تحول شعر فارسی، تہران ۱۳۳۹ش
۴۳- فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیا، دکتر محمد استعلامی، تہران ۱۳۴۶ش
۴۴- دولت شاہ سمرقندی، تذکرۃ الشعراء، تصحیح محمد عباسی، تہران ۱۳۳۷ش
۴۵- عبدالغنی خاں، تذکرۃ الشعراء، بہ اہتمام محمد مقتدا خاں شروانی علی گڑھ ۱۹۱۶ء
۴۶- اختر دہلوی مرزا، تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند، ملک کمپنی لاہور
۴۷- رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، چاپ دوم نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء؛ اردو ترجمہ محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء
۴۸- نور احمد خاں فریدی، تذکرہ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی، ملتان ۱۹۵۴ء؛ لاہور ۱۹۸۰ء
۴۹- نور احمد خاں فریدی، تذکرہ حضرت صدر الدین عارف ملتانی، ملتان ۱۹۵۷ء
۵۰- مظفر حسین صبا، تذکرہ روز روشن، بہ تصحیح رکن زادہ آدمیت، تہران ۱۳۴۳ش
۵۱- زکی الدین عبدالعظیم المنذری امام الحافظ الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، الجزء الثالث، بیروت ۲۰۰۱ء
۵۲- جلال الدین ہمائی، تفسیر مثنوی مولوی، داستان قلعہ ذات الصور، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۴۹ش
۵۳- صدیق حسن خان، تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، بھوپال ۱۲۹۸ھ
۵۴- عبدالغفور لاری، تکملہ حواشی نفحات الانس، بہ تصحیح بشیر ہروی، کابل ۱۳۴۳ش
۵۵- التنبیہات فی شرح اللمعات عراقی، نسخہ عکسی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۵۸۲۰
۵۶- جہانگیر نور الدین، توزک جہانگیری، ترجمہ وحواشی اعجاز الحق قدوسی، جلد اول لاہور ۱۹۶۸ء
۵۷- ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، الجزء الاول، الجزء الثالث، بیروت، طبعۃ الثانیہ ۱۳۹۹ ق/۱۹۷۹ء
۵۸- جامی، تالیف علی اصغر حکمت تہران ۱۳۲۰ش؛ اردو ترجمہ از عارف نوشاہی، لاہور، اسلام آباد ۱۹۸۳ء
۵۹- محمد افضل فقیر حافظ، جانِ جہاں، نعتیہ مجموعہ مکتبہ کارواں لاہور ۱۴۰۳ھ
۶۰- حسین بن حسن سبزواری، جواہر الاسرار...... شرح مثنوی مولوی، نولکشور لکھنؤ ۱۳۱۲ھ
۶۱- عبدالغفور لاری، حاشیۂ اشعۃ اللمعات، مخطوطہ کتابخانہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی (پاکستان)
۶۲- محمد حسین عشاق، حاشیہ بر لمعات، نسخہ خطی کتابخانہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ، جمشید روڈ، کراچی

۶۳- خواندمیر، حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، طبع خیام، جلد چہارم تہران ۱۳۳۰ش

۶۴- فقیر محمد جہلمی مولوی، حدائق الحنفیہ، نولکشور لکھنو

۶۵- شرف الدین حسن رامی، حقائق الحدائق، بہ تصحیح محمد کاظم امام، انتشارات دانشگاہ تہران ۱۳۴۱ش

۶۶- غلام سرور لاہوری مفتی، خزینۃ الاصفیا، چاپ لاہور ۱۲۸۴ء؛ چاپ نولکشور لکھنو ۱۸۷۳ء و ۱۹۱۳ء

۶۷- محمد بن محمد مصری، الدرہ المضینہ فی الدولہ الظاھریہ، برکلے ۱۹۶۳ء

۶۸- نیکلا، دمشق در عمر ممالیک، ترجمہ فارسی جلال الدین اعظم، تہران ۱۳۵۱ش

۶۹- دہ باب کاتبی ترشیزی، نسخہ خطی شامل دیوان کاتبی، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۳۶۸۳

۷۰- رکن صاین سمنانی، دہ نامہ، مخطوطہ کتابخانہ ملی ملک تہران، شمارہ: ۴۷۵۱

۷۱- دہ نامہ خواجہ عماد الدین فقیہ کرمانی، نسخہ عکسی دیوان و مثنویات عماد کرمانی، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۱۰۱۳

۷۲- دیوان ابن الفارص، بیروت ۱۳۸۲ھ

۷۳- دیوان خواجہ حافظ شیرازی، بہ اہتمام قزوینی و قاسم غنی، تہران ۱۳۲۰ش

۷۴- دیوان شاہ داعی شیرازی، بہ کوشش محمد دبیر سیاقی تہران ۱۳۳۹ش

۷۵- دیوان شیخ عراقی، نسخہ عکسی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۳۸۶، ۱۰۷۳

۷۶- دیوان غزلیات و قصاید عطار، بہ تصحیح دکتر تقی تفضلی، تہران ۱۳۴۱ش

۷۷- دیوان کامل جامی، بہ اہتمام ہاشم رضی، تہران ۱۳۴۱ش

۷۸- دیوان کامل شیخ اجل سعدی شیرازی، بکوشش دکتر مظاہر مصفا، تہران ۱۳۴۰ش

۷۹- دیوان ہمام تبریزی، بہ تصحیح دکتر رشید عیوضی، تبریز ۱۳۵۱ش

۸۰- آقا بزرگ الطہرانی، الذریعہ الی تصانیف الشعیہ، جزو ۱۶، تہران ۱۳۴۶ش

۸۱- عبدالحسین نوائی، رجال کتاب حبیب السیر، تہران ۱۳۲۴ش

۸۲- بدیع الزمان فروزانفر، رسالہ در تحقیق احوال و زندگانی مولانا جلال الدین رومی، انتشارات زوار تہران، چاپ دوم ۱۳۳۳ش

۸۳- رسالہ غایۃ الامکان فی درایۃ المکان، بہ کوشش دکتر رحیم فرمنش، تہران ۱۳۳۹ش

۸۴- فخر الدین عراقی، رسالہ فی الحمد لہ و معناھا فی التصوف، نسخہ خطی دار الکتب والوثائق القومیہ قاہرہ (مصر) شمارہ: ۱۰۴۲؛ فلم کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۳۹۴۴

۸۵- فخرالدین عراقی، رسالہ لطفیہ فی الذوقیات ،نسخہ خطی دارالکتاب والوثائق القومیہ،قاہرہ(مصر)شمارہ: ۱۱۸۰؛قلم کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران،شمارہ:۳۹۴۴؛نسخہ عکسی بہ تحویل اختر چیمہ

۸۶- رسالہ لطیفہ فی الذوقیات ،(نام رسالہ اور اسم مؤلف کے بغیر)،بعنوان "سلوک" شامل مجموعہ رسائل قلمی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران،شمارہ:۳۲۹۹

۸۷- فریدون بن احمد سپہسالار در، احوال مولانا جلال الدین رومی، بہ اہتمام سعید نفیسی،تہران،۱۳۲۵ش

۸۸- رسالہ لمعات و رسالہ اصطلاحات تصوف عراقی، بہ سعی دکتر جواد نوربخش،خانقاہ نعمت اللہی تہران ۱۳۵۳ش

۸۹- علی بن حسین واعظ کاشفی، رشحات ،نولکشور کانپور ۱۹۱۱ء

۹۰- واعظ کاشفی، رشحات عین الحیات ، با تصحیحات علی اصغر معینیان، بنیاد نیکوکاری نوریانی تہران،دوجلد

۹۱- محمد اختر چیمہ، روابط مشائخ سہروردیہ ایران و شبہ قارہ ،مطبوعہ نامۂ پارسی (فصلنامہ) سال ۳، شمارہ:۱،تہران بہار ۱۳۷۷ش

۹۲- محمد اکرام شیخ، رودکوثر، لاہور،طبع پنجم ۱۹۷۰ء

۹۳- حسین کربلائی تبریزی، روضات الجنان و جنات الجنان ،تصحیح جعفر سلطان القرائی،تہران دوجلد ۱۳۴۴و۱۳۴۹ش

۹۴- ابن عماد خراسانی، روضۃ المحبین یادہ نامہ ،نسخہ خطی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران،شمارہ:۱۹۵۵ و۳۳۲۳

۹۵- رضا قلی ہدایت، ریاض العارفین ،بکوشش مہر علی گرگانی، چاپ محمودی تہران ۱۳۴۴ش

۹۶- دارا شکوہ، سفینۃ الاولیا ،نولکشور کانپور ۱۸۸۴ء

۹۷- محمد اکرم شاہ دکتر سید، سفینۂ سخن ،اسلام آباد ۱۳۷۱ش

۹۸- سید محمد نوربخش، سلسلۃ الذہب ،مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران شمارہ:۳۳۹۷

۹۹- ابوالقاسم انصاری کازرونی، سلم السموات ،مرقوم پنجم، بہ اہتمام دکتر یحییٰ قریب،تہران ۱۳۴۰ش

۱۰۰- بیہقی، السنن الکبری مع الجوھر النقی ،الجزء الثالث ،نشر السنۃ ملتان

۱۰۱- سید حسین نصر، سہ حکیم مسلمان ،ترجمہ فارسی از احمد آرام،تبریز ۱۳۴۵ش

۱۰۲- جمالی دہلوی، سیر العارفین ،نسخہ خطی پنجاب یونیورسٹی لاہور، لائبریری شمارہ:۱۷۲۸؛مترجمہ اردو محمد ایوب قادری،مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۶ء

۱۰۳- شبلی نعمانی، سوانح مولوی روم، ترجمہ فارسی سید محمد تقی فخر داعی، تہران ۱۳۳۲ش

۱۰۴- علی دشتی، سیری در دیوان شمس، تہران ۱۳۳۷ش

۱۰۵- عبدالحی ابن العماد الحنبلی شذرات الذہب فی اخبار من ذھب، الجزء الخامس، مصر ۱۳۵۱ھ

۱۰۶- شرح احوال و آثار شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی سہروردی و تصحیح خلاصۃ العارفین، تھیسز پی-ایچ-ڈی، دانشکدۂ ادبیات دانشگاہ تہران سال ۵۰-۱۳۴۹ش؛ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

۱۰۷- بدیع الزمان فروز انفر، شرح احوال نقد و تحلیل آثار شیخ فرید الدین عطار، تہران ۴۰-۱۳۳۹ش

۱۰۸- مایل ہروی، شرح احوال و آثار امیر حسینی ھروی، افغانستان ۱۳۴۴ش

۱۰۹- بدیع الزمان فروز انفر، شرح مثنوی شریف، جزو نخستین دانشگاہ تہران ۱۳۴۶ش

۱۱۰- عبداللہ برزش آبادی امیر، شرح لمعات عراقی، نسخہ خطی کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد، شمارہ: ۵۲۵۰

۱۱۱- درویش علی بن یوسف الکرکری، شرح لمعات، عراقی، نسخہ خطی کتابخانہ مدرسہ عالی سپہ سالار تہران، شمارہ ۶۴۰۹

۱۱۲- شاہ نعمت اللہ ولی، شرح لمعات عراقی، مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۸۷۵

۱۱۳- شرح لمعات عراقی، منسوب بہ سید محمد نور بخش، مخطوطہ کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۴۵۵۰

۱۱۴- اعجاز الحق قدوسی، شیخ عبدالقدوس گنگوھی اور اُن کی تعلیمات، کراچی ۱۹۶۱ء

۱۱۵- عبدالباقی پروفیسر، شیخ فخر الدین عراقی اور اُن کے ورثا کا ملتان میں زبان و ادب فارسی کے فروغ میں حصہ، مطبوعہ مجلہ پیغام آشنا، اسلام شمارہ: ۲۵، اپریل تا جون ۲۰۰۶ء

۱۱۶- صحیح البخاری بشرح الکرمانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۱۱۷- ضوء اللمعات، شامل چہاردہ رسالہ فارسی از صاین الدین علی بن محمد ترکہ اصفہانی، بہ تصحیح دکتر سید موسیٰ بیہبانی و سید ابراہیم دیباجی، تہران ۱۳۵۱ش

۱۱۸- معصوم علی شاہ شیرازی، طرایق الحقایق، بہ اہتمام محمد جعفر محجوب، کتابفروشی بارانی تہران

۱۱۹- عشاقنامہ شیخ فخر الدین عراقی مع سوانح عمری، بہ اہتمام آربری، بمبئی ۱۳۵۷ق

۱۲۰- عشاقنامۂ عراقی، انگلش مضمون از جولیان بالڈیک، ستودیا ایرانیکا، توم ۲، تا سکولی ۱، پیرس ۱۹۷۳ء

۱۲۱- فخر الدین عراقی و خانوادہ او در ملتان فارسی مضمون از آغا محمد صادق، مطبوعہ مجلہ هلال، کراچی، تیر ماہ ۱۳۴۷ش

۱۲۲- فردوس العارفین، منسوب بہ شیخ شہاب الدین سہروردی، مخطوطہ کتابخانہ سریزدی یزد (ایران)

۱۲۳- بشر انطرازی، فہرس المخطوطات الفارسیہ، دار الکتب والوثائق القومیہ، القسم الاول والثانی، قاہرہ ۱۹۶۶ء

۱۲۴- سٹوری، فہرست ادبیات فارسی (انگلش)، لندن، جلد اول ۱۹۲۷ء

۱۲۵- خانبابا مشار، فہرست کتابہائے چاپی فارسی، تہران دو جلد ۱۳۳۷ و ۱۳۴۲ش

۱۲۶- مولانا محمد متین ہاشمی و مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی، فہرست مخطوطات عربی وفارسی، مرکز تحقیق کتابخانہ دیال سنگھ ٹرسٹ، نسبت روڈ لاہور، جلد اول

۱۲۷- دکتر بشیر حسین، فہرست مخطوطات مولوی شفیع، انتشارات دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۲ء

۱۲۸- دکتر بشیر حسین، فہرست مخطوطات شیرانی، ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور جلد ۲، ۱۹۶۹ء

۱۲۹- احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، جلد اول ۱۹۸۳ء، جلد سوم ۱۹۸۴ء

۱۳۰- احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی، مؤسسہ فرہنگی منطقہ، تہران جلد ۲، ۱۳۴۹ش

۱۳۱- فہرست نسخہ ہائے فارسی کتابخانہ راجہ محمود آباد لکھنو، مرکز تحقیقات فارسی در ہند، خانہ فرہنگ ایران، دہلی نو ۱۳۶۶ھ

۱۳۲- فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ ندوۃ العلما لکھنو، مرکز تحقیقات فارسی در ہند، خانہ فرہنگ ایران دہلی نو ۱۳۶۵ش

۱۳۳- احمد منزوی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد، جلد اول و دوم ۱۳۵۷ش

۱۳۴- عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی موزہ ملی پاکستان کراچی، مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد ۱۳۶۲ش

۱۳۵- اولک اکیموشکین، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی و تاجیکی کتابخانہ لینن گراڈ (بہ زبان روسی)، ماسکو ۱۹۶۴ء

۱۳۶- محمد تقی دانش پژوہ، فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، تہران

۱۳۷- ابراہیم دیباجی، فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ نور بخش، خانقاہ نعمت اللہی، تہران، جلد دوم ۱۳۵۰ش

۱۳۸- ابن یوسف شیرازی و عبدالحسین حائری، فہرست نسخہ ہائے خطی کتابخانہ مجلس شورائے ملی، تہران ۱۳۵۰ش

۱۳۹- امیر حسن دہلوی، فواید الفواد، ملفوظات نظام الدین اولیا، لاہور ۱۹۶۶ء

۱۴۰- قرآن کریم

۱۴۱- احمد علی خیر آبادی، قصر عارفاں، نسخہ خطی دانشگاہ پنجاب لاہور شمارہ: ۶۷ء

۱۴۲- علی دشتی، قلمرو سعدی، تہران ۱۳۳۹ش

۱۴۳- صدر الدین قونوی، کتاب الفکوک، بہ تصحیح آقائے محمد خواجوی، انتشارات مولیٰ تہران ۱۳۷۱ش/۱۴۱۳ق

۱۴۴- ممتاز بیگم، کتابہائے تصوف بزبان فارسی در پاکستان و ہند، (پایان نامہ ڈاکٹریٹ)، دانشکدۂ ادبیات دانشگاہ تہران سال ۴۷-۱۳۴۶ش

۱۴۵- جواد نور بخش دکتر، کلیات اشعار شاہ نعمۃ اللہ ولی، چاپ دوم خانقاہ نعمۃ اللہی تہران

۱۴۶- کلیات اشعار فارسی اقبال، بوسیلۂ احمد سروش، چاپ دوم کتابخانہ سنائی تہران

۱۴۷- کلیات شمس، مولانا جلال الدین مولوی، با تصحیحات بدیع الزمان فروز انفر، تہران

۱۴۸- کلیات شیخ فخر الدین ابراہیم ہمدانی متخلص بہ عراقی (شامل مقدمہ دیوان...... غزلیات، رباعیات، عشاقنامہ یادہ نامہ، لمعات، اصطلاحات تصوف)، با دیباچہ و تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی تہران، چاپ چہارم ۱۳۳۸ش

۱۴۹- کلیات عراقی، بفرمائش شیخ الٰہی بخش لاہور

۱۵۰- کلیات عراقی، چاپ نولکشور لکھنو ۱۳۰۹ھ.ق

۱۵۱- ذبیح اللہ صفا، گنج سخن، انتشارات ابن سینا، تہران

۱۵۲- نظام الدین غریب یمنی، لطایف اشرفی، ملفوظات سید اشرف جہانگیر سمنانی، مطبوعہ ہند، جلد دوم ۱۸۹۹ء

۱۵۳- لعل شہباز قلندر، ترجمہ از انگلش بوسیلہ پروفیسر قاضی، تہران ۱۳۵۲ش

۱۵۴- یار علی شیرازی، اللمحات فی شرح اللمعات، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، نسخہ عکسی شمارہ: ۵۷۱۳ و ۵۹۳۱

۱۵۵- لمعات فخر الدین عراقی، مع شرح مولانا جامی، مطبع بشیر دکن

۱۵۶- محمد خواجوی لمعات فخر الدین عراقی، انتشارات مولی تہران ۱۳۶۳ش

۱۵۷- رکن الدین صاین سمنانی، مثنوی تحفۃ العشاق یادہ نامہ، نسخہ خطی کتابخانہ ملی ملک، تہران، شمارہ: ۴۷۵۱

۱۵۸- عباس اقبال، مثنوی عشاقنامہ شامل کلیات عبید زاکانی، تہران ۱۳۲۱ش

۱۵۹- مثنوی معنوی رومی، باترجمہ و مقدمہ قاضی سجاد حسین، پیشگفتار دکتر وحید قریشی، مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور دفتر اوّل ۱۹۷۸ء

۱۶۰- مثنوی منطق العشاق شامل کلیات اوحدی مراغی، بہ تصحیح سعید نفیسی تہران ۱۳۴۰ش

۱۶۱- سلطان حسین بالقیرا/کمال الدین حسین گازگاہی، مجالس العشاق، نسخہ خطی و قلمی علی اصغر حکمت کتابخانہ دانشکدہ ادبیات دانشگاہ تہران، شمارہ: ۱۰۶

۱۶۲- نور اللہ شوشتری، مجالس المومنین، تہران جلد دوم ۱۳۷۶ق

۱۶۳- میر علی شیر نوائی، مجالس النفائس، بہ سعی علی اصغر حکمت، تہران ۱۳۲۳ش

۱۶۴- مجلہ آریانا ...... مجلہ ماہانہ تاریخی، ادبی و ہنری، انجمن تاریخ افغانستان، کابل سال ۲۳، شمارہ سوم تا ششم ۱۳۴۴ش؛ مقالہ: جامی و عراقی

۱۶۵- مجلہ دانش ...... مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد، شمارہ: ۵۰ پائیز ۱۳۷۶، مقالہ شمہ ای از احوال و آثار امیر حسینی ہروی، از محمد اختر چیمہ

۱۶۶- مجلہ در اسلام (انگلش)، شمارہ مسلسل ۲۱، ۲/۳ برلن ۱۹۳۳ء

۱۶۷- مجلہ روزگار نو، لندن، جلد ۱، شمارہ: ۳، زمستان ۱۹۴۱ء، مقالہ: احوال و آثار شیخ فخر الدین عراقی

۱۶۸- مجلہ سہرورد، سہروردیہ فاونڈیشن لاھور، شمارہ: ۹، اکتوبر ۱۹۸۹ء

۱۶۹- مجلہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ انڈیا، جلد ۳، شمارہ: ۲، دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۷۰- مجلہ معارف ...... مرکز نشر دانشگاہی تہران، شمارہ: ۴۰، فروردین ...... تیر ماہ ۱۳۷۶ش

۱۷۱- مجلہ وحید، تہران، آبانماہ ۱۳۵۰، آذر ماہ ۱۳۵۱، آذر ماہ ۱۳۵۲ش

۱۷۲- مجمع البحرین، منسوب بہ عراقی، مخطوطہ کتابخانہ لینن گراڈ (روس) شامل مجموعہ رسائل، شمارہ: ۳۶۷۶؛ مائیکرو فلم کتابخانہ مرکزی دانشگاہ تہران، شمارہ: ۴۰۵۹

۱۷۳- مجمع الفصحا، رضا قلی ہدایت، بہ سعی دکتر مظاہر مصفا، تہران ۴۰-۱۳۳۶ش

۱۷۴- مجمل التواریخ فصیحی خوافی، بہ تصحیح محمود فرخ، مشہد بخش دوم ۱۳۴۰ش
۱۷۵- مجموعہ آثار فخر الدین عراقی، دکتر نسرین محتشم، انتشارات زوار تہران ۱۳۷۲ش
۱۷۶- مجموعہ در ترجمہ احوال شاہ نعمۃ اللہ ولی کرمانی، بہ تصحیح ژان اوبن تہران ۱۹۵۶ء
۱۷۷- مجموعہ سخنرانیہا و مقالہ ہا در بارۂ فلسفہ و عرفان اسلامی، بہ اہتمام دکتر مہدی محقق وہرمان لندلت، تہران ۱۳۴۹ش؛ مقالہ: خرقۂ ہزار میخی
۱۷۸- محبت نامہ یادہ نامہ ابن نصوح فارسی، مخطوطہ کتابخانہ ملی ملک تہران، شمارہ: ۴۹۲۵
۱۷۹- خواجہ امام بخش مہاروی، مخزن چشت، نسخہ خطی خانقاہ معلی چشتیاں، پنجاب؛ مکمل اردو ترجمہ از پروفیسر افتخار چشتی، مطبوعہ چشتیہ اکامی فیصل آباد
۱۸۰- عبدالرحمٰن چشتی، مراۃ الاسرار، ترجمہ اردو از کپتان واحد بخش سیال لاہور ۱۹۸۲ء
۱۸۱- مسند الامام احمد بن حنبل، دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۷۸ء
۱۸۲- مشکوٰۃ المصابیح، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۱۳۶۸ھ
۱۸۳- عزالدین محمود کاشانی، مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ، بہ تصحیح جلال الدین ہمائی، تہران ۱۸۴
مطالعہ تطبیقی اخوان و فیض، مقالہ از دکتر محمد ناصر، سفینہ مجلّہ شعبہ فارسی، دانشگاہ پنجاب لاہور، شمارہ: ۷
۱۸۵- یاقوت حموی، معجم البلدان، عشرہ مجلدات، طبع مصر ۱۳۲۴ق
۱۸۶- سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر، حققہ عبدالمجید السّلفی، الجزء الثامن، بیروت ۲۰۰۲ء
۱۸۷- عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربی، الجزء الخامس، بیروت
۱۸۸- فیض اللہ بن زین العابدین ملتانی، معدن الاسرار، نسخہ خطی کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور شمارہ: ۴۹۶۷/۱۹۵۵ء
۱۸۹- نظام الدین تھانیسری شیخ، معدن الاسرار...... شرح لمعات عراقی، نسخہ خطی مخطوطات شیرانی، کتابخانہ دانشگاہ پنجاب لاہور شمارہ: ۴۷۶/۳۵۰۰
۱۹۰- محمد لاہیجی شیخ، مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز، با مقدمہ آقای کیوان سمیعی، کتابفروشی محمودی تہران ۱۳۳۷
۱۹۱- مقالات شمس تبریزی، گفتار مولانا شمس الدین محمد تبریزی، تصحیح احمد خوشنویس، چاپ تہران ۱۳۴۹ش
۱۹۲- محمد اختر چیمہ، مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوف اسلامی، (پایان نامۂ دکتری) دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، دانشگاہ تہران سال ۵۳-۱۳۵۲ش؛ مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۹۹۴ء؛ دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء

۱۹۳- ابوالقاسم سلامیاں، مکتب شیخ نجم الدین الطامۃ الکبری (پایان نامۂ دکتری)، دانشکدۂ ادبیات وعلوم انسانی، دانشگاہ تہران

۱۹۴- عبدالقدوس گنگوہی شیخ، مکتوبات قدوسیہ، ترجمہ کپتان واحد بخش سیال، لاہور ۱۴۰۹ق

۱۹۵- الشیخ ابراہیم بغدادی، مناقب ابن عربی، تحقیق الدکتور صلاح الدین المنجد، بیروت ۱۹۵۹ء

۱۹۶- شمس الدین احمد افلاکی، مناقب العارفین، باتصحیحات تحسین یازیجی، انقرہ، دو جلد ۱۹۵۹ و ۱۹۶۱ء

۱۹۷- حاجی نجم الدین سلیمانی، مناقب المحبوبین، مطبع محمدی لاہور ۱۳۱۲ق

۱۹۸- بدیع الزمان فروزانفر، مناقب اوحد الدین حامد بن ابی الفخر کرمانی، بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب تہران ۱۳۴۷ش

۱۹۹- منشآت و مکاتیب عراقی، نسخہ خطی کتابخانہ ملی موزہ ایران باستان تہران شمارہ جدید: ۴

۲۰۰- ابوحاجر زغلول، موسوعہ اطراف الحدیث النبوی، احد عشر مجلد، بیروت ۱۹۸۹ء

۲۰۱- ملا عبدالنبی فخر الزمانی، میخانہ، بہ اہتمام گلچین معانی، تہران ۱۳۴۰ش

۲۰۲- نامۂ مینوی، مجموعہ سی وہشت گفتار، زیر نظر حبیب یغمائی وایرج افشا، تہران ۱۳۵۰ش

۲۰۳- نامہ ای از فخر الدین عراقی و چہار نامۂ دیگر...... بہ تصحیح وتوضیح دکتر نسرین محتشم، چاپ در رشد آموزش ادب فارسی، تہران سال ۲، شمارہ: ۱، بہار ۱۳۶۵ش وشمارۂ مابعد

۲۰۴- سید نصیر الدین گیلانی، نام ونسب حضرت غوث الاعظم، گولڑہ شریف ۱۹۸۹ء

۲۰۵- عبدالحی الحسنی، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، حیدرآباد دکن ۱۳۶۶ق؛ اردو ترجمہ از ابو یحییٰ امام، لاہور ۱۹۶۵ء

۲۰۶- عبدالرحمٰن جامی، نفحات الانس من حضرات القدس، بہ تصحیح ومقدمہ مہدی توحیدی پور، تہران ۱۳۳۶ش

۲۰۷- صلاح الدین الصفدی، الوافی بالوفیات، الجزء الثانی، استنبول ۱۹۴۹ء

۲۰۸- اسماعیل پاشا البغدادی، ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، استنبول ۱۹۵۱ء

۲۰۹- امین احمد رازی، ہفت اقلیم، بہ اہتمام جواد فاضل، ۳ جلد چاپ علمی تہران

☆☆☆

عراقی شناسی کے حوالے سے

ڈاکٹر محمد اختر چیمہ کی مطبوعات

فارسی تصانیف

۱- دو رسالہ از عراقی

(i) رسالہ لطیفہ فی الذوقیات

(ii) رسالہ حمد لہ.....در تفسیر

معارف.....نشریہ مرکز نشر دانشگاهی، تہران

دورہ ۸؛ شمارہ: ۱، فروردین۔ تیر ماہ ۱۳۷۰ش، صفحات ۱۱۴-۱۲۸

۲- مقام شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی در تصوف اسلامی

انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

اشاعت اوّل ۱۳۷۳ش/۱۹۹۴ء، صفحات ۳۸۴

۳- اشاعت دوم ۱۳۸۵ش/۲۰۰۶ء، صفحات ۳۲۰

فارسی مقالات

۴- مختصری در شرح حال و آثار و عقاید شیخ فخر الدین عراقی

مجلہ دانشکدہ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ فردوسی مشهد

شمارہ: ۲، سال ۱۲، تابستان ۱۳۵۵ش، صفحات ۳۴۴-۳۶۲

۵- نعت گویی عراقی

نشریہ دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی، دانشگاہ تبریز

شمارہ: ۳، سال ۳۲، پائیز ۱۳۶۳ش، صفحات ۱۱۷-۱۲۶

۶- نگاهی بہ لمعات عراقی

نشریہ.....رشد آموزش ادب فارسی، تہران

شمارہ مسلسل: ۱۳، سال ۴، بہار و تابستان ۱۳۶۷ش، صفحات ۸-۱۱

۷- معرفی لمعات عراقی

اقبالیات.....شمارہ فارسی، مجلہ اقبال اکادمی پاکستان، لاهور

۱۳۷۰ش/۱۹۹۲ء، صفحات ۱۳۹-۱۵۲

۸- نگاهی به عشاقنامہ عراقی"

دانش...... فصلنامہ رایزنی فرهنگی سفارت جمهوری اسلامی ایران، اسلام آباد

شمارہ: ۳۵، پائیز ۱۳۷۲ش/ دسمبر ۱۹۹۳ء، صفحات ۳۱-۴۳

۹- بررسی شروح لمعات عراقی"

دانش...... فصلنامہ رایزنی فرهنگی سفارت جمهوری اسلامی ایران، اسلام آباد

شمارہ: ۴۳، زمستان ۱۳۷۴ش/ سرما ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۲۴-۱۴۶

۱۰- بررسی شروح لمعات عراقی"

معارف...... نشریہ مرکز نشر دانشگاهی، تهران، جمهوری اسلامی ایران

دورہ ۱۳، شمارہ: ۲، شمارہ: مسلسل ۳۸

مرداد- آبان ماہ ۱۳۷۵ش، صفحات ۴۸-۷۹

۱۱- عشاقنامہ عراقی"

نامہ پارسی...... فصلنامہ شورائے گسترش زبان و ادبیات فارسی، تهران

سال ۱، شمارہ: ۳، زمستان ۱۳۷۵ش، صفحات ۱۲۲-۱۲۹

۱۲- منقبت گوئی عراقی"

کیهان فرهنگی، تهران، جمهوری اسلامی ایران

شمارہ: ۱۳۴، مرداد ۱۳۷۶ش، صفحات ۵۰-۵۳

اردو مضامین

۱۳- شیخ الاسلام ذکریا" اور فخر الدین عراقی"

الولی...... شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا علمی مجلہ، حیدر آباد سندھ

جلد ۴؛ شمارہ: ۱۰-۱۱، جنوری فروری ۱۹۷۶ء، صفحات ۳۰-۴۸

۱۴- شیخ عراقی بحیثیت نعت گو

شامل کتاب ''مقالات اختر''، قرطاس پبلشرز فیصل آباد ۱۹۸۵ء

سلسلہ اشاعت: ۵۴، صفحات ۲۶-۳۲، حواشی ۱۶۸-۱۷۰

۱۵- شیخ الاسلام ذکریا" اور فخر الدین عراقی"

شامل کتاب "مقالات اختر"، قرطاس پبلشرز فیصل آباد ۱۹۸۵ء
سلسلۂ اشاعت: ۵۴، صفحات ۱۱۴-۱۱۹، حواشی ۲۰۱-۲۰۳

۱۶- حضرت فخر الدین عراقی سہروردی و حضرت سعدی شیرازی سہروردی
مجلہ سہرورد...... ویژہ نامہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی سہروردی قدس سرہٗ
سہروردیہ فاؤنڈیشن، ۳۵ میکلوڈ روڈ، لکشمی چوک لاہور
شمارہ: ۱۰، مارچ ۱۹۹۱ء، صفحات ۵۳-۷۳

۱۷- شیخ فخر الدین عراقی سہروردی...... تصوف اسلامی کی ایک نادرۂ روزگار شخصیت
ماہنامہ دلیل راہ، لاہور
جلد ۱، شمارہ ۱۳-۱۴، اگست ستمبر ۱۹۹۲ء، صفحات ۲۸-۳۱

۱۸- عراقی "اور اقبال"
مجلہ اقبالیات (اردو)، [اقبال ریویو سابق]
اقبال اکادمی پاکستان، لاہور؛ جلد ۳۴، شمارہ: ۲، جولائی ستمبر ۱۹۹۳ء، صفحات ۳۹-۵۳

۱۹- عارف ہمدان مقیم ملتان
ماہنامہ السعید، ملتان، جلد ۱، شمارہ: ۴، نومبر ۱۹۹۴ء، جمادی الآخر ۱۴۱۵ھ، صفحات ۳۷-۴۴

۲۰- صوفی جمال پرست شیخ فخر الدین عراقی سہروردی"
ماہنامہ طلوع مہر، آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، اسلام آباد
جلد ۲، شمارہ: ۸، فروری ۲۰۰۱ء، صفحات ۳۵-۳۷

۲۱- جمال العارفین شیخ فخر الدین عراقی ہمدانی سہروردی"
سہ ماہی مجلہ پیغام آشنا، ثقافتی قونصلیٹ اسلامی جمہوریہ ایران، اسلام آباد، شمارہ: ۴۶، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱، صفحات ۷۳-۸۱

حضرت شیخ فخر الدین عراقی سہروردیؒ (م:۶۸۸ھ/۱۲۸۸ء) کی پرکشش شخصیت اور ان کے روح پرور اشعار وافکار جنوبی ایشیا کے عرفانی، ادبی اور ثقافتی حلقوں میں صدیوں سے یک ساں مرغوب ومقبول چلے آتے ہیں. حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ سے ان کا بہ راہِ راست استفادہء معنوی وحصولِ خلافت، حضرت شیخ کا ان کی طرف التفاتِ خاص، حضرت شیخ سے ان کی نسبت دامادی، شیخ صدر الدین عارف، مولانا جلال الدین رومی اور شیخ صدر الدین قونیوی جیسے اکابر سے ان کی قربت، برصغیر میں فکرِ ابن عربی کی بالواسطہ نشر واشاعت اور شیخ اکبر کے جوار میں ان کی تدفین ان کے فضائل وکمالات کے محض چند گوشے ہیں.

برصغیر کے مقامی شعرا کے فکروفن پر حضرتِ عراقی کی شخصیت، شاعری اور عرفانی افکار کے گہرے اثرات مرتب ہوئے. برصغیر میں شیخ عراقی کی شخصی محبوبیت اور ان کی تصانیف کی علمی وعرفانی مقبولیت کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس سرزمین پر ان کا ذکرِ خیر قرن درقرن جاری رہتا اور ان کی تصانیف عہد بہ عہد شائع ہوتی رہتیں. یہ بھی شیخ فخر الدین عراقی ہی کا اعجاز ہے کہ پاکستان میں فارسی زبان و ادب کے استاد اور اہم محقق جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ جیسی درویش منش ہستی تقریباً نصف صدی سے خود کو حضرت عراقی کے احوال وآثار پر مطالعات وتحقیقات کے لیے وقف کیے ہوئے ہیں. وہ صحیح معنوں میں فنافی العراقی ہیں اور ان کی یہ بے مثال حیثیت دنیا بھر میں مسلمہ ہے.

کتاب کے ناشر اور سہروردیہ فاؤنڈیشن، لاہور کے منتظم محترم سیّد اویس علی سہروردی بھی ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی علم دوستی، صوفی مزاجی اور جوہر شناسی کے اوصافِ جمیلہ نے اتنی عمدہ کتاب کی اشاعت کا اہتمام کر کے ہمارے لیے اس متاعِ گراں مایہ سے بہرہ یابی کے مواقع فراہم کیے. خدا کرے اُن کی یہ سعی مشکور ٹھہرے اور وہ آئندہ بھی اسی طرح ہماری تسکینِ طلب کا سامان مہیا فرماتے رہیں.

معین نظامی، گُرمانی مرکزِ زبان وادب، لمز، لاہور

بہ اشتراک

سہروردیہ فاؤنڈیشن

۳۵-رائل پارک، لاہور فون 0333-4262450

ڈیزائن: اویس سہروردی